چاند سے مہر گڑھ تک پھیلی اسرار کی داستان
تابوت سکینہ کا راز
توصیف اسلم
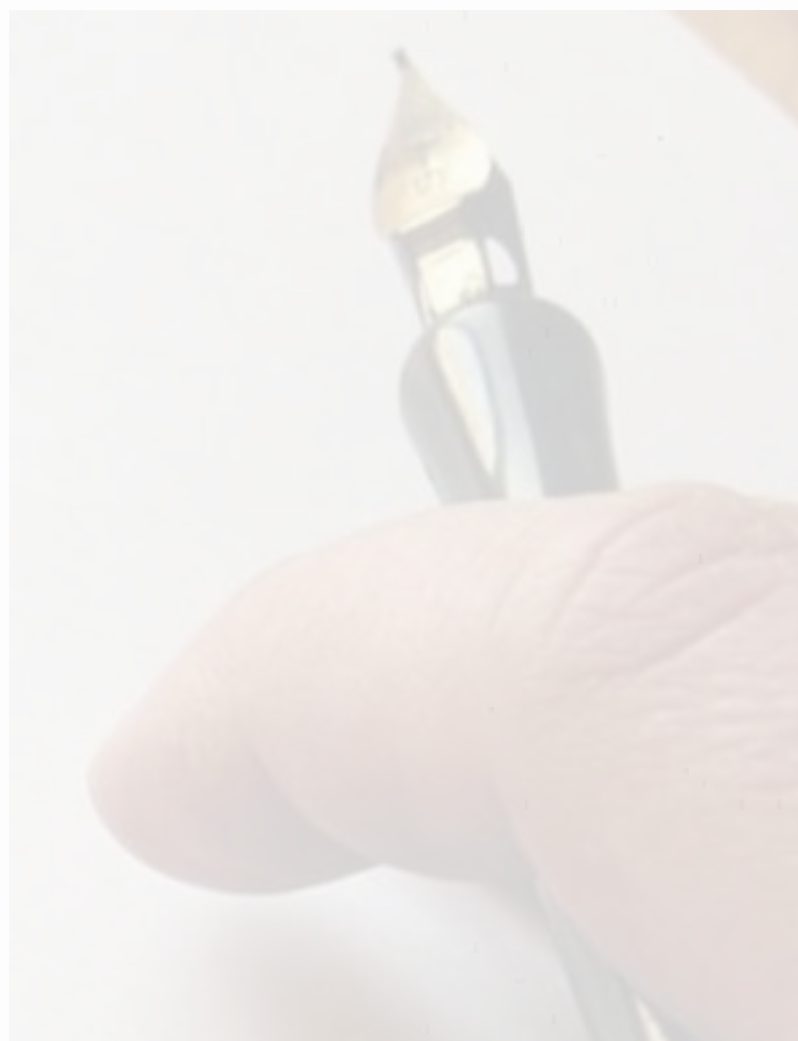
تابوت سکینہ کا راز

توصیف اسلم

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔

فون: 37352332'37232336 فیکس: 37223584

www:ilmoirfanpublishers.com

E-mail:ilmoirfanpublishers1@gmail.com

نام کتاب	:	تابوت سکینہ کا راز
مصنفہ	:	توصیف اسلم
اہتمام	:	علم وعرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	:	آر۔آر پرنٹرز، لاہور
سن اشاعت	:	اپریل 2021ء
قیمت	:	-/500 روپے

......ملنے کا پتہ......

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اُس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اُس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے پوری طرح متفق ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمائیں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کر دیا جائے گا۔(ناشر)

انتساب!

میری ہر کتاب کا انتساب میرے والد کے نام!

پیش لفظ

''تابوت سکینہ کا راز'' میری تیسری کتاب ہے۔ جب میں اسے لکھ رہی تھی تب مجھے خود اندازہ نہیں تھا کے یہ کہانی ایک ناول میں تبدیل ہوجائے گی۔شروع میں میں اسے ایک افسانے یا ناولٹ کے طور پر ہی لے رہی تھی۔لیکن مجھے جلد ہی اندازہ ہوگیا کے بہت زیادہ اختصار کے باوجود یہ کہانی طویل ہوجائے گی۔ اسے لکھنے کے دوران ہی مجھے مشورہ دیا جانے لگا کے مجھے اسے کتابی شکل میں لانا چاہئے۔ یہ کہانی کچھ اختصار کے ساتھ فیس بک گروپ پیورپ میں چھپ چکی ہے۔ جہاں اسے اس کے نفس مضمون کی وجہ سے خوب پزیرائی ملی اور یہ ونر قرار پائی۔

میں اپنے دوستوں اور خاندان والوں کی مشکور ہوں جو اُنھوں نے ہر لمحے میرا ساتھ دیا تا کہ میں اسے مکمل کرسکوں۔ میں پیورپ گروپ اور علم وعرفان پبلشرز کے ڈائریکٹر گلفراز احمد کی شکر گزار ہوں جو اُنھوں نے میری کتاب کو قبولیت دی اور میرے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

میں اُمید کرتی ہوں کے آپ سب بھی اسے پسند کریں گے۔آپ مجھے میل کے ذریعے اپنی رائے دے سکتے ہیں۔

توصیف اسلم

toseef.aslam@yahoo.com

تقریظ

جب سے یہ کائنات معرضِ وجود میں آئی ہے انسان نے اس کے اندر موجود تمام رازوں کو پا لینے کی کوشش کی ہے۔ راز، جو انسان کو بے چین کیے رکھتا ہے۔ راز، جو اسے حرکت میں رہنے پر مجبور کیئے رکھتا ہے۔ راز، جس کے چلتے انسان نے ہزاروں ایجادات کر ڈالیں اور نئے رستے کھوج ڈالے لیکن پھر بھی اس کی تشنگی نہ مٹ سکی۔

ایسا ہی ایک گہرا راز تابوت سکینہ کا راز ہے۔ جسے یہودیوں سمیت دیگر عالمی مذاہب و تنظیمیں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کھوج رہی ہیں۔ آج بھی بہت سارے ماہر آثار قدیمہ اور خصوصا یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے ماہر اس کی تلاش میں سرکرداں ہیں تاکہ اس کو ڈھونڈ کر وہ اپنی اسی روحانیت کو واپس پا سکیں جو کبھی ان کو عطا کی گئی تھی۔ لیکن یہ راز ہے کہ کھلنے میں ہی نہیں آ رہا۔

اسی راز کو بنیاد بنا کہ توصیف اسلم نے یہ ناول لکھا ہے جس میں انہوں نے حقائق و تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ کہانی کو آگے بڑھایا ہے۔ تاریخ، جغرافیہ، مذہب اور فکشن کا ایسا حسین امتزاج میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اگر میں یوں کہوں کہ "تابوت سکینہ کا راز" ایک دستاویز ہے اس تابوت کے رموز کو جاننے کی تو چنداں غلط نہ ہو گا۔

اس ناول میں مصنفہ نے مِصر، اردن، فلسطین، اٹلی، اِسرائیل، برمودا، پاکستان اور جاپان سمیت کئی دیگر پراسرار اور افسانوی جگہوں کو تحقیق کے بعد تفصیل سے بیان کیا ہے نیز ان جگہوں پر رونما ہونے والے واقعات کو اس خوبصورتی سے قلم بند کیا گیا ہے کہ میں انہیں پڑھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔

مصنفہ کے قلم میں ایک جادو ہے جس کے تحت انہوں نے فلسطین و اسرائیل

کے مقدس مقامات کا تعارف بھی اس انداز میں کروایا ہے کہ بندہ اپنے آپ کو وہیں گھومتا پھرتا محسوس کرتا ہے، اور یہی مصنفہ کا کمال ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ ناول آدھا سفرنامہ ہے جس میں آپ دنیا کے دیگر خطوں کے علاوہ پاکستان میں موجود قدیم ترین تہذیب مہر گڑھ کی سیر بھی کر سکیں گے۔

مہر گڑھ بلوچستان میں ڈھاڈر ضلع کچھی کے پاس دریائے بولان کے کنارے آباد ہے۔ یہ جدید زمانہ پتھر کا ایک اہم مقام ہے جو معلوم تاریخ کے حساب سے جنوبی ایشیا کا وہ پہلا علاقہ تھا جہاں گندم اور جو کی پہلی بار کاشت کی گئی۔ یہ نام قریب ہی واقع ایک دیہات سے ماخوذ ہے جو آج بھی آباد ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ سات ہزار سال پرانی تہذیب ہے لیکن ہڑپہ اور موہنجو دڑو کی نسبت اس پر بہت کم کام کیا گیا ہے۔ اس ناول میں مہر گڑھ کو بہت سے حوالوں سے نمایاں کیا گیا ہے جو ایک قابل تعریف کام ہے۔ ساتھ ہی ضلع ڈیرہ غازی خان کے دور دراز مقام غربن کے ذکر نے بھی اس کی پراسراریت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اڑن طشتریوں، شیطانی مثلث کے رازوں، ایزوشیما، اٹلانٹس کے سمندر برد شہر، اور ایریا 51 جیسے مقامات و چیزوں پر مصنفہ کی بھرپور ریسرچ اور انداز بیاں یقیناً قارئین کو تخیل کی نئی دنیا میں پہنچا دیں گے جہاں سے واپسی اتنی آسان نہ ہوگی۔ یہ ناول آپ سب کی سوچ کے در کو اور وسیع کرے گا۔

میری دعائیں مصنفہ کے ساتھ ہیں۔ اللہ پاک ان کے قلم میں اور برکت ڈالے اور ہمیں نت نئے موضوعات پر عمدہ مواد پڑھنے کو ملے۔

آمین

ڈاکٹر سید محمد عظیم شاہ بخاری

سیاح، مصنف و محقق

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اب سے کچھ دن پہلے توصیف اسلم نے مجھے اپنا ناول بھیجا اور تقریظ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں جب تک ناول پڑھ نہ لوں اس پر تبصرہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ لہذا اسے پوری توجہ سے پڑھنا ضروری تھا۔ گو کہ یہ ناول قسط وار آتا رہا پر میں خود کتاب کی صورت میں پڑھنے کی عادی ہوں تو اس کتاب کا بے چینی سے انتظار تھا۔ اب یہ میری خوش قسمتی کہیے کہ اس کی تقریظ لکھنا میرے حصے میں آئی۔

سب سے پہلے تو توصیف اسلم کو اس شاہکار پر بہت مبارکباد۔ تحقیقی ناول لکھنا ایک مشکل کام ہے اور پاکستان میں چند ایک ہی لکھنے والے ہیں جو اس نہج پر لکھ رہے ہیں۔ توصیف اسلم کا اس طرف آنا خوش آئند ہے اور اگلے کچھ سالوں میں، میں انہیں ایک کامیاب ناول نگار دیکھ رہی ہوں۔

انسان جب اپنے تخیل کو آزادی دیتا ہے تو آسمان کی بلندیوں سے اوپر پرواز کرتا ہے۔

جیسا کہ اس ناول کے نام ''تابوت سکینہ کا راز'' سے ظاہر ہے کہ یہ ایک نازک موضوع ہے اور اس پر بہت کم ہی کسی نے قلم اٹھایا ہے۔ توصیف اسلم نے نا صرف اس موضوع کو چنا بلکہ اس سے پورا انصاف کیا۔ بھرپور تحقیق اور فکشن کا نچوڑ یہ ناول آپ کو کسی اور ہی دنیا میں لے جائے گا۔ میں اسکے خلاصے کی طرف نہیں جاؤں گی مگر اتنا ضرور کہوں گی توصیف اسلم کی تحریر پر پختگی اور ان کے قلم کی روانی آپ کو کتاب ختم کیے

بغیر اٹھنے نہیں دے گی۔ آزاد تخیل اور بہترین تحقیق سے مزین یہ شاہکار نا صرف آپکو حیران کردیگا بلکہ اس کے ذریعے آپکو پاکستان کے ایسے مقامات کے بارے میں بھی جاننے کا موقع ملیگا جو حکومتی ادارے فراموش کر چکے ہیں۔

''چاند سے لیکر مہر گڑھ تک پھیلی ایک پراسرار داستان'' یہ جملہ ہی اپنے اندر بہت کچھ سموئے ہوئے ہے۔ اسرارِ و رموز سے گندھی ایک بہترین تحریر لکھنے پر ایک بار پھر سے توصیف اسلم کو بہت مبارکباد۔ میری خواہش ہے کہ توصیف اسلم لکھنے کے سلسلے کو جاری رکھے اور اپنے قلم و تخیل کو اس طرح آزادی سے پرواز بھرنے دے۔

آخر میں توصیف اسلم کے لیے ایک جملہ جو یہ کتاب پڑھ کر ذہن میں اترا۔

''اسے لکھنے سے پہلے لکھنے کا ہنر آتا ہے''

اس ناول کی کامیابی کے لیے دعا گو۔

نازیہ کامران کاشف

ناول نگار

تابوت سکینہ کا راز
(چاند سے مہر گڑھ تک پھیلی اسرار کی داستان)

سر پلیز آپ تو سمجھیں میری بات کو

پلیز سر، اگر آپ میرے ساتھ تعاون نہیں کریں گے تو میرا کام کیسے مکمل ہوگا۔

رمنا رو دینے کو تھی۔ وہ سر عرفان سے اپنا ایم فل کی ریسرچ کر رہی تھی۔ لیکن سر نے اب اس کی بات سننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ اس پراجیکٹ کے لیے وہ چھ ماہ سے کام کر رہی تھی۔ وہ اپنے اسی پراجیکٹ کو اپنا پی ایچ ڈی کا ریسرچ پراجیکٹ بنانا چاہتی تھی۔

سر میری بات تو سن لیں۔

رمنا نے ایک آخری کوشش کی تھی۔

اس کی ضرورت نہیں ہے بچے۔

کیوں سر؟ کیا آپ اس پراجیکٹ سے متفق ہیں۔ وہ خوش ہو گئی تھی۔ اُسے لگا تھا شاید اُس نے سر کو قائل کر لیا ہے۔

جی نہیں بچے میں آپ کا پراجیکٹ چھوڑ رہا ہوں۔ میں نے کمیٹی کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔ آپ اپنے لیے کوئی نیا ایڈوائزر ڈھونڈ لیں۔

سر عرفان نے بہت سکون سے اپنی بات مکمل کی اور آفس کا دروازہ کھول کر اندر چلے گئے۔ یہ دیکھے بغیر کے رمنا اپنی جگہ جم سی گئی تھی۔ وہ اس وقت سر عرفان کے

آفس کے سامنے طویل برآمدے میں بت بنی کھڑی تھی۔ بہت سے طالب علم وہاں سے گزر رہے تھے لیکن کسی نے بھی اُس پر توجہ نہیں دی تھی۔

ایم فل میں ریسرچ کرنا ہر طالب علم کا خواب ہوتا ہے لیکن پاکستان میں موجود مواقع کی کمی اور حالات کا ناموافق ہونا اس کی راہ میں بڑی رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ پیسوں کی کمی اور معاشی دباؤ بھی اُنہیں تحقیق کو وقت دینے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ لیکن رمنا کا مسئلہ کچھ اور تھا۔

سر عرفان بہت غصے میں تھے گو کہ انھوں نے رمنا کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ سے آج ساری تحقیقی کمیٹی کے سامنے ان کو شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ سب کو ہی اس بات پر حیرت تھی کے وہ رمنا کے تحقیقی موضوع سے واقف نہیں۔ یا اُنہیں شاید اس کی سنگینی کا احساس ہی نہیں۔ یہ سب یونیورسٹی کی انتظامیہ کے لیے ایک مسئلہ بھی بن سکتا تھا۔ اب وہ کیا بتاتے کے وہ واقعی ہی اس معاملے میں اندھیرے میں تھے۔

❂ ...... ❂ ...... ❂
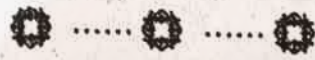
کیا ہوا تم کیوں منہ لٹکا کر بیٹھی ہوئی ہو؟

فہد اس کے پاس آ کر بیٹھا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر تھوڑا چونکی ضرور تھی مگر پھر دوبارہ پہلی والی پوزیشن میں چلی گئی تھی۔ ایک بار پھر اس نے اپنی نظریں ٹیبل پر موجود کتاب پر گاڑ دیں تھیں۔ وہ دونوں اس وقت قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے پاکستان سٹڈیز ڈپارٹمنٹ کی لائبریری میں موجود تھے۔ وہ دونوں پاکستان سٹڈیز میں ایم فل کر رہے تھے۔

میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے۔ فہد نے آگے ہو کر کتاب بند کر دی تھی۔

کچھ نہیں۔ اس نے مختصر جواب دیا تھا۔

اچھا اگر یہی بات ہے تو حلوے کدو جیسا منہ کیوں بنایا ہوا ہے۔ فہد نے بات کو مذاق کا رنگ دیا تھا۔

بکواس نا کرو میں آگے ہی پریشان ہوں۔ آخر رمنا کو اس کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑا تھا۔

شکر ہے تم ہی ہو۔ فہد نے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر منہ پر پھیرے تھے۔

ورنہ تمہاری شکل کہیں سے بھی کسی مہذب خاتون جیسی نہیں ہے۔ فہد اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

فہد بس کردو میں پریشان ہوں۔ رمنا کو اب غصہ آنا شروع ہو چکا تھا۔ می ں بہت پریشان ہوں، میں بہت پریشان ہوں، یہ گردان بند کر کے بتاؤ گی کہ ہوا کیا ہے۔ فہد سنجیدہ ہوا تھا۔

ایک نظر اسے دیکھ کر اُس نے چند لمحے سوچا تھا۔ جانتی تھی وہ سنجیدہ نہیں ہو گا مگر جانے بغیر جان بھی نہیں چھوڑے گا۔ ویسے بھی اب کسی نا کسی کی مدد تو چاہیئے تھی اسے، شاید اُس کے مسئلے کا کوئی حل نکل آئے۔

سر عرفان نے مجھے ایم فیل کے تھیسس میں سپروائیز کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ بتا کر وہ اپنی انگلیاں مڑوڑنے لگی تھی۔

فہد کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کتنی پریشان ہے۔ اس لیے اس نے مذاق چھوڑ کر اسے سنجیدگی سے سمجھانے کا فیصلہ کیا تھا۔

رمنا دیکھو تم پریشان ہو میں جانتا ہوں۔ کسی بھی ایم فل کے طالب علم کے لیے پراجیکٹ بہت اہم ہوتا ہے۔ تمہارے لیے تو اس سے بھی اہم ہے کہ تم اسے ہی پی ایچ ڈی میں لے کر جانا چاہتی ہو۔ لیکن تم اگر حقیقت کی نظر سے دیکھو تو سر بالکل ٹھیک ہیں۔ جو موضوع تم نے چنا ہے تحقیق کے لیے وہ حقیقت سے بہت دور ہے۔ سر تمہیں ایسا کوئی پراجیکٹ کیسے کروا سکتے ہیں جس کا کوئی سر پیر ہی نا ہو۔

فہد نے اسے ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ کوشش وہ پچھلے پندرہ دن سے کر رہا تھا۔ فہد اسے کئی بار سمجھا چکا تھا کہ سر عرفان یہ پراجیکٹ کبھی نہیں لیں

گے۔مگر وہ نہیں مان رہی تھی۔اس کا کہنا تھا کہ سر عرفان نے اسے مرضی کا موضوع چننے کی آزادی دی ہے۔وہ انہیں سرپرائز دینا چاہتی تھی۔رمنا ان کی پسندیدہ طالب علم تھی۔اس نے سر کو بتا دیا تھا کہ وہ پی ایچ ڈی میں اسی موضوع کو لے کر چلے گی۔اس کا شوق دیکھتے ہوئے سر نے اسے وہ موضوع ایم فل اور پی ایچ ڈی میں کروانے کی مشروط حامی بھری تھی۔فہد نے اسے کہا تھا کہ یہ سب سر نے اس وجہ سے کہا ہے کے ان کو تمہارا فضول موضوع پتہ نہیں ہے۔تب رمنا نے کچھ بھی سمجھنے سے انکار کر دیا تھا۔اسی کا نتیجہ تھا کے آج جب تھیسس کمیٹی کے سامنے اس نے اپنا موضوع رکھا تو باقی سب کے ساتھ سر عرفان بھی حیران رہ گئے۔

کمیٹی کے سربراہ نے صاف منع کر دیا تھا۔ان کا کہنا تھا کے وہ اس فضول موضوع کو سننا بھی نہیں چاہتے۔اس کو پاس کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔وہ جو اتنے جوش میں تھی۔افسردہ ہو گئی تھی۔اس کے ساتھ ہی انھوں نے سر عرفان کو بھی شرمندہ کیا تھا۔

عرفان صاحب مجھے آپ سے اس بات کی امید نہیں تھی کہ آپ ایسا موضوع طالب علم کو کرنے دیں گے۔ایم فل میں ریسرچ کرنا کافی سنجیدہ بات ہے۔یہ بی ایس کا پراجیکٹ نہیں ہے۔

سر عرفان کو اس موضوع کا بالکل علم نہیں تھا۔وہ اس سب سے بہت بے عزتی محسوس کر رہے تھے۔خاص طور پر جو آخر میں انھوں نے طنز کیا تھا۔کمیٹی نے انہیں پندرہ دن کا وقت دیا تھا کہ وہ کوئی نیا موضوع لے کر آئیں۔اگر موضوع یہی رکھنا ہے تو اسی مناسب طور پر تبدیل کر لیں۔وہ بہت بے دلی سے باہر آئی تھی۔کچھ دیر کے انتظار کے بعد سر عرفان بھی کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔انھوں نے رمنا کی کوئی بھی بات سنے بغیر اسے پراجیکٹ کروانے سے ہی انکار کر دیا تھا۔اس بات کی فہد کو پہلے سے ہی اُمید تھی۔اسی لیے وہ اسے باز رکھنے کی پوری کوشش کرتا رہا تھا لیکن رمنا نے اُس کی ایک

نہیں سنی تھی۔اب اسی وجہ سے وہ مشکل میں تھی۔

✿ ...... ✿ ...... ✿
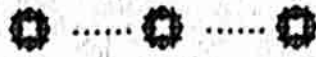
سر پلیز میں یہ پراجیکٹ آپ کے ہی ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔

رمنا ایک بار پھر سر عرفان کے آفس میں موجود تھی۔حالانکہ فہد نے اسے بہت سمجھایا تھا۔یہاں تک کہ وہ اس نے صاف کہہ دیا تھا،تم ایک ایسے موضوع پر تحقیق کرنا چاہتی ہوں جو محض ایک بے بنیاد مفروضے کے علاوہ کچھ نہیں۔وہ فہد سے ناراض ہو گئی تھی۔لیکن اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹی تھی۔سر اس وقت اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف تھے۔اس کی بات سن کر بھی انھوں نے کوئی ردعمل نہیں دیا تھا۔اُس نے ایک بار پھر اپنی بات دھرائی تھی۔سر عرفان نے اس بار بھی کوئی ردعمل نہیں دیا تھا۔رمنا کو اندازہ ہوا تھا کے سر اب اپنی مرضی سے ہی جواب دیں گے۔اس لیے وہ بھی ڈھیٹ بن کر کھڑی رہی تھی۔آخر کب تک سر جواب نہیں دیں گے۔آخر آدھے گھنٹے بعد سر عرفان کو اسے جواب دینے کا خیال آ ہی گیا تھا۔

بچے کرسی پر بیٹھ جائیں۔انھوں نے سر اٹھائے بغیر کہا تھا۔

لیکن رمنا کے لیے یہ بھی غنیمت تھا۔وہ جلدی سے سر کے ٹیبل پر موجود دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی تھی۔اس نے اپنی فائل سر کے ٹیبل پر رکھی تھی اور دوسری کرسی پر اپنا یونیورسٹی بیگ رکھ لیا تھا۔وہ اب منتظر تھی کے کب سر اپنا کام ختم کر کے اس کی بات سنیں۔آخر مزید بیس منٹ گزرنے کے بعد سر کو اس پر رحم آ گیا تھا۔اپنا لیپ ٹاپ بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ تھے۔

جی بچہ بولیں۔سر اب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

رمنا کو ان کا اتنا سنجیدہ ہونا پریشان کر رہا تھا۔ویسے تو سر ہمیشہ سے سنجیدہ تھے۔پھر بھی وہ آرام سے ہی بات کرتے تھے۔مگر اس وقت ان کا خطرناک حد تک سنجیدہ ہونا رمنا کو گھبراہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔

سر میں جاننا چاہتی ہوں آپ مجھے پراجیکٹ کیوں نہیں کروا رہے۔ آپ نے خود حامی بھری تھی کے آپ مجھے نا صرف ایم فل کا تھیسس کروائیں گے بلکہ پی ایچ ڈی کے پرپوزل میں بھی مدد کریں گے۔ لیکن اب آپ منع کر رہے ہیں۔

سر عرفان نے کچھ لمحے رک کر شاید مناسب الفاظ ڈھونڈے تھے۔

آپ نے جو کچھ کہا بچے وہ سب ٹھیک ہے۔ میں مانتا ہوں کے میں نے اس سب کی حامی بھری تھی۔ مگر آپ نے مجھے اس وقت کہا تھا کہ آپ پاکستان کی پرانی تہذیبوں کو اس ریسرچ کا حصہ بنانا چاہتی ہیں۔ اور مجھے اس پر اعتراض نہیں تھا۔ پر آپ نے محض ایک بچکانا مفروضے کو اپنی ریسرچ کا مرکز بنایا ہے۔ اس کے علاوہ یہ جانتے ہوئے کہ اس قسم کے پراجیکٹ کی کوئی اجازات نہیں دے گا، پھر بھی آپ نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ کیا آپ کو پتہ ہے اس وجہ سے کمیٹی میں میری کتنی سبکی ہوئی؟ اب آپ چاہتی ہیں کے میں مزید اپنی بے عزتی کروا لوں آپ کی اس بچکانا خواہش کے لیے۔ یہ کوئی پراجیکٹ نہیں ہے۔ اس لیے آپ کی وجہ سے جتنا میں شرمندہ ہو سکتا تھا ہو چکا ہوں۔ برائے مہربانی مجھے ان سب سے دور رکھیں۔ کیوں کہ اگر یہ بات یونیورسٹی یا میڈیا میں پھیلی تو یونیورسٹی اور آپ کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن جائے گی۔ آپ کو اس بات کی سنگینی کا احساس ہے؟ آپ جانتی ہیں گوگل میں آپ کو ہر مفروضے پر بے تحاشہ مواد ملتا ہے۔ لیکن اس مفروضے پر آپ کو کہیں کچھ نہیں ملے گا۔ جو ہوگا وہ محض مذہبی حوالے یا قیاس ہوگا جو مشہور ہے۔ کیا وجہ جانتی ہیں؟

رمنا نے بے اختیار نفی میں گردن ہلائی تھی۔

اس لیے کہ جو اس سب کو چلا رہے ہیں وہ نہیں چاہتے اس بارے میں کوئی بات ہو۔ بچے اگر میں اس سب میں آپ کا ساتھ دے بھی دوں۔ یونیورسٹی سے میری گارنٹی پر آپ کو اجازات مل بھی جائے، تب بھی حکومت آپ کو یہ نہیں کرنے دے گی۔ اگر کسی بھی طرح یہ بات باہر نکل گئی تو آپ کے لیے جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔

یونیورسٹی کی بدنامی ہو گی اور بہت سے لوگ اپنی نوکری سے جائیں گے۔

سر عرفان کا لہجہ اور انداز حتمی تھا۔ رمنا کے پاس سارے دلائل ختم ہو چکے تھے۔ وہ سب دلائل جو سر عرفان کو قائل کرنے کے لیے سوچتی رہی تھی۔ اس کا منہ چڑا رہے تھے۔ وہ ان کے آفس سے کچھ بھی کہے بغیر نکل آئی تھی۔ وہ انہیں کیا راضی کرتی خود ہی لاجواب ہو گئی تھی۔

سر عرفان کو ہر کسی کو لاجواب کرنا آتا تھا۔ اُس کے تو وہ پھر اُستاد تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

سعد، سعد، سعد۔ کیا تم مجھے سن رہے ہو؟ احمد دین بیٹے کے واپس نا آنے پر پریشان ہو کر خود کھنڈر کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا تھا۔

میں یہاں ہوں ابا جی، سعد کی آواز بہت گہرائی میں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ احمد دین کو اس کی آواز سن کر سکون ملا تھا۔ اس کا بیٹا ٹھیک تھا۔

بیٹا باہر آ جاؤ شام ہونے والی ہے۔

اس نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے اسے واپس بلایا تھا۔ دونوں باپ بیٹا جلد ہی اس کھنڈر سے باہر نکل آئے تھے۔ ان دونوں کا رخ یہاں سے تھوڑی دور موجود آبادی تھی۔ یہ آبادی محض گنتی کے چند گھروں پر مشتمل تھی۔ یہاں پر رہنے والے سب ہی معمولی چرواہے تھے۔

ابا جی وہاں ایسا کیا ہے جو آپ اس کمرے کو ڈھونڈ رہے ہیں؟

کچھ خاص نہیں ہے۔ ہاں لیکن اس میں کچھ ایسی چیزیں موجود ہیں جو یہاں کے لوگوں کے لیے بے معنی ہیں۔ لیکن کچھ پڑھے لکھے لوگ پرانی چیزوں کی کھوج میں رہتے ہیں۔ اگر ہم انہیں وہ ڈھونڈ کے دیں گے تو وہ ہمیں اس کی اچھی قیمت دے دیں گے۔ تمہاری شادی کے لیے بھی پیسوں کی ضرورت ہو گی۔ اگر جلد رقم کا بندوبست نا کیا گیا تو سمنا کا رشتہ اس کا باپ کہیں اور کر دے گا۔ تمہاری ماں کو آنکھوں کے علاج کی

ضرورت ہے۔ تمہاری بہن کے رشتے سے جو بھیڑ بکریاں ملی ہیں ان سے تو بس ہمارا گزر بسر ہوتا ہے۔ اس لیے ہمارا کامیاب ہونا بہت ضروری ہے۔

احمد دین کسی زمانے میں اسلام آباد کی قائد اعظم یونیورسٹی میں چوکیدار تھا۔ وہاں پر ہی نوکری کرتے ہوئے اس کی دوستی ایک پروفیسر سے ہوئی۔ اس پروفیسر نے اٹلی کی یونیورسٹی سے آثار قدیمہ میں پی ایچ ڈی کی تھی۔ پروفیسر کو کھنڈرات میں گہری دلچسپی تھی۔ وہ نیا نیا آیا تھا۔ اس میں ایک جوش اور ولولہ تھا۔ وہ پاکستان کی آثار قدیمہ کی عمارتوں پر اکثر ریسرچ آرٹیکل لکھتا تھا۔ یہ آرٹیکل مقامی اور عالمی دونوں طرح کے اخبارات اور رسائل میں چھپتے تھے۔

احمد دین کے بارے میں جیسے ہی پروفیسر کو پتہ چلا کے وہ اسے علاقے سے ہے جہاں وہ اپنی ریسرچ کے لیے جانا چاہتا ہے تو اسے بڑی خوشی ہوئی۔ احمد دین بھی اسے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ دونوں ایک ہفتے کے لیے گئے تھے۔ پروفیسر اپنی اس ریسرچ سے بہت مطمئن تھے۔ واپس پہنچ کر اس نے اپنے لکھے ہوئے آرٹیکل کو مختلف مقامی اور بین الاقوامی رسائل میں بھیجا۔ اب وہ اس کے ردعمل کا منتظر تھا۔ لیکن جو اس کے بعد ہوا وہ اس کے لیے حیران کن تھا۔ اس کی ریسرچ کو کہیں پر بھی چھاپا نہیں گیا تھا۔ بلکہ حکومتی سطح پر اس سے رابطہ کر کے سختی سے منع کر دیا گیا۔ وہ ایک پی ایچ ڈی پروفیسر تھا۔ اس زمانے میں پی ایچ ڈی بہت کم ہوتے تھے۔ خاص طور پر باہر سے پی ایچ ڈی کرنے والوں کی تعداد نا ہونے کے برابر تھی۔ اسے صرف تنبیہ کر کے چھوڑ دیا گیا۔ مگر غریب احمد دین پر عتاب نازل ہوا۔ وہ نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسے مجبور کیا گیا کہ وہ یہاں سے چلا جائے اور اپنی زبان بند رکھے۔

پروفیسر کو اس بات کا بہت دکھ ہوا۔ اس نے کبھی بھی احمد دین سے رابطہ ختم نا کیا بلکہ ہر چند ماہ بعد وہ اس کے پاس جاتا اور ساتھ ہی اس کی مدد بھی کرتا۔ مگر یہ بھی سچ

ہے کے اس کی وجہ صرف اس کی مدد کرنا نہیں ہوتا تھا۔ یہ مدد وہ اسلام آباد میں بیٹھ کر بھی کر سکتا تھا۔ اس کے لیے اسے وہاں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خاموش تو ہو گیا تھا مگر اپنی ریسرچ سے دستبردار نہیں ہوا تھا۔ خفیہ طور پر ہی سہی وہ کام جاری تھا۔ جس میں اس کو احمد دین کی مدد حاصل تھی۔

⚙ ...... ⚙ ...... ⚙

سفید دروازے پر وہ اس کا منتظر تھا۔ صرف دروازہ ہی سفید نہیں تھا۔ بلکہ یہاں کی ہر چیز سفید تھی۔ لیکن جس سفید دروازے پر وہ منتظر تھا اس میں داخل ہونے کا بعد صرف اندھیرا ہی تھا۔ یہاں تک کے وہ راستہ ختم ہو جائے۔ اور وہ راستہ وہاں ختم ہوتا تھا جہاں سورج کی روشنی ہر چیز کو روشن کرتی تھی۔ وہ پریشان ہو رہا تھا کے وہ اب تک واپس کیوں نہیں آئی۔ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ سفید موتیوں سے بنی بگھی واپس آ چکی تھی۔ اس بگھی کو چھ سفید شیر کھنچتے تھے۔ بلکہ یہ کہنا مناسب تھا کے وہ اسے اڑاتے تھے۔ وہ اب اندر سے نکل رہی تھی۔ اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ وہ ہمیشہ چاہتا تھا کے وہ اس کے ساتھ جائے۔ مگر وہ مانتی نہیں تھی اس لیے چاہ کر بھی یہ کبھی ممکن نا ہو سکا۔

وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھی۔ اسے اندازہ تھا کے وہ اس کی واپسی تک پریشان رہتا ہے۔ آج تو اسے ویسے بھی دیر ہو گئی تھی۔ وہ سفید لباس میں ملبوس تھی۔ سفید موتیوں کا لباس اور سفید موتیوں کا ہی اس نے تاج پہن رکھا تھا۔ اس کی سلطنت میں ہر چیز سفید تھی۔ سب کچھ دودھ جیسی سفیدی میں ڈھلا ہوا تھا۔ ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی جس نے ہر سفید چیز کو جگمگا دیا تھا۔

اس کی بگھی اڑ کر ایک طرف جا چکی تھی۔ جس روش پر وہ چل رہی تھی وہ سفید موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ یہ راستہ ایک سفید محل کے سامنے جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ وہ اسی محل

کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے ہی داخل ہوا تھا۔دونوں اندر پہنچ چکے تھے۔ وہ اس وقت ایک سفید تخت پر براجمان تھی۔ وہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے مودب کھڑا تھا۔ بہت سے غلام وہاں آ جا رہے تھے۔ سب ہی اپنے کاموں میں مصروف تھے۔اسے آج ملکہ کی مسکراہٹ میں کچھ خاص بات نظر آ رہی تھی۔اس لیے وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

ملکہ آج ایسا کیا ہوا ہے؟آپ بہت خوش ہیں۔ وہ ایک بار پھر مسکرائی تھی۔ اس کی خوبصورتی اس کی مسکراہٹ کی بنا پر مزید نکھر رہی تھی۔

ضرغام تم نہیں جانتے میں آج کیا دیکھ کر آئی ہوں۔ اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔

ملکہ آپ نے ضرور کچھ خاص دیکھا ہے۔کیا میں یہ جاننے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔جس نے آپ کو اس قدر مسرور کر دیا ہے۔

ضرور ضرغام تم ہی تو میرے رازدان ہو۔تم سے نہیں کہوں گی تو کس سے کہوں گی۔ آج جب میں سیر پر تھی تو میں نے ایک خاص راستہ کھلا ہوا دیکھا ہے۔ملکہ ازبیل نے اپنی خوشی کی وجہ بتائی تھی۔

تو آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ وہ دروازہ جو اس خاص سیارے پر ہمیں لے کر جا سکتا ہے وہ کھل گیا ہے؟ ضرغام نے اس سے تصدیق چاہی تھی۔

ہاں وہی کہہ رہی ہوں۔اور یہ سب میں ابھی خود دیکھ کر آ رہی ہوں۔

ملکہ ازبیل کی آنکھوں میں مسرت کی روشنی چمک رہی تھی۔آخر اُس کا انتظار ختم ہو گیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

فہد اور رمنا پچھلے دو گھنٹے سے کیفے میں موجود تھے۔فہد اسے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔لیکن رمنا بضد تھی کے وہ اپنا موضوع نہیں بدلے گی۔آخر فہد اس سے

بحث کر کے تنگ آ گیا تھا۔

رمنا تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تمہیں یہی موضوع رکھنا چاہئے۔اس میں تمہیں زیادہ نا سہی تیس چالیس سال کا عرصہ تو لگ ہی جائے گا۔ ویسے بھی تمہیں کیا فرق پڑتا ہے تم نے کونسا نوکری کرنی ہے۔اور شادی کے لیے ایم فل کی ڈگری ضروری نہیں ہے۔

رمنا تپ گئی تھی اس کی بات سن کر۔

اچھے دوست ہو مدد نہیں کر سکتے تو مرد بن کر طعنے تو نا دو۔

وہ کھڑا ہو چکا تھا مگر اسے رنجیدہ ہوتے ہوئے دیکھ کر ایک بار پھر بیٹھ گیا تھا۔

فہد تم جانتے ہو یہ میرا بچپن کا خواب ہے۔ جب میں بابا کے ساتھ دادی کو ملنے جاتی تھی تب اس بارے میں سنتی تھی۔ یہ شوق میرے ساتھ جوان ہوا ہے۔اب میں اسے کیسے چھوڑ دوں۔ بابا چاہتے تھے میں ڈاکٹر بنوں۔لیکن میں نے سائنس پڑھنے سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے ان کی خواہش رد کر دی۔تم جانتے ہو کیوں؟ صرف اپنے اس خواب کو پانے کے لیے۔ میں اپنا پی ایچ ڈی اٹلی سے کرنا چاہتی ہوں۔ میرا ریسرچ کا موضوع یہی ہو گا جو میں اب کرنا چاہتی ہوں۔اب خود ہی بتاؤ کیسے چھوڑ دوں۔ میں نے اس موضوع کو پل پل جیا ہے۔

رمنا کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو تھے۔فہد کو دکھ ہوا تھا وہ اس کے جنون سے واقف تھا۔

رمنا تمہاری ساری باتیں ٹھیک ہیں۔لیکن تمہاری خواہش ایک لاحاصل خواہش ہے۔تم ریسرچ بھی کر سکتی ہوں۔تم پی ایچ ڈی بھی کر سکتی ہو۔تم اسے اٹلی میں بھی کر سکتی ہو۔لیکن جو موضوع تمہارا ہے اس کے ساتھ یہ سب ممکن نہیں اور کم از کم پاکستان میں یہ بالکل ناممکن ہے۔تم نے سر عرفان کی بات پر غور کیوں نہیں کیا؟ تم اپنا موضوع گوگل کر لو۔تمہیں خالی صفحے کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ تمہیں انسائیکلو پیڈیا پر بھی خالی صفحہ ملے گا۔تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب بے وجہ ہے؟ ہر فالتو چیز پر بے تحاشہ مواد ملے

گا۔ مگر اسے دیکھ لو تم ایک مضمون بھی ڈھونڈ نہیں پاؤ گی۔ زیادہ سے زیاد ایک یا دو جگہ تمہیں کچھ تصویریں ملیں گی۔ اور ایک آدھ مضمون ہو گا، جو یہ کہے گا کہ یہودیوں کا یہ نظریہ ہے اس بارے میں اور مسلمانوں کا یہ نظریہ۔ تمہیں اس موضوع پر ادب میں کوئی کہانی یا قصہ نہیں ملے گا۔ تم دیکھ سکتی ہو اس پر تمہیں یوٹیوب پر بھی چند وڈیو ہی ملیں گی۔ وہ بھی صرف مسلمانوں اور یہودیوں کے خیال بتائیں گی۔ لیکن کسی بھی قسم کی تحقیق نظر نہیں آئی گی۔ کیا یہ سب بے وجہ ہے؟ کیا کسی نے اس پر کبھی تحقیق نہیں کی ہوگی؟ اس پر کیوں نہیں لکھا جاتا؟ اس پر کیوں نہیں چھاپا جاتا؟ اتنی اہم تاریخی حقیقت، مگر اس پر مذہب کے چند حوالے اور اس کے بعد پوری دنیا خاموش۔ کیا یہ محض اتفاق ہے؟ بس کر دو یہ بچکانا باتیں۔ کہیں یہ بہت سے لوگوں کو لے نا ڈوبے۔

فہد تھک گیا تھا اور رمنا خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کہنے کو کیا بچا تھا۔ جس خطرے کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا، اس سے تو حکومت بھی شاید نبٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔ باقی سر اور یونیورسٹی کیا کر سکتی ہے۔

رمنا ضد نا کرو۔ کوئی بھی موضوع لو اور اپنا ایم فل مکمل کرو۔ ہاں یہ شوق تم ذاتی طور پر پورا کرنے کی کوشش کر سکتی ہو۔ مجھے امید ہے اگر تم خفیہ رکھ کر کھوج کرو گی تو شاید یہ کر پاؤ۔ اس سے نقصان پہنچنے کا خطرہ بہت کم ہو گا۔ لیکن یقین کرو نقصان نا پہنچنے کی گارنٹی پھر بھی کوئی نہیں دے سکتا۔ فہد نے رمنا کو قائل ہوتا دیکھ کر امید کی کرن دکھائی تھی۔

ٹھیک ہے فہد میں ایسا ہی کروں گی۔ لیکن تم بھی وعدہ کرو کے میرے ساتھ اس موضوع پر تحقیق کرو گے۔ مجھے سچ جاننا ہے۔ رمنا کی بات سن کر اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

ضرور کیوں نہیں۔ تمہارے لیے میں اپنی معصوم سی جان خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔ فہد کی بات سن کر اس نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

بھئی ایسے نا گھورو مذاق کر رہا تھا۔ چلو سر عرفان کے آفس میں چلتے ہیں۔ تا کے اساتذہ کو پتہ چل جائے کے تم نے اپنا خطرناک ارادہ بدل دیا ہے۔فہد اسے چڑانے سے باز نہیں آیا تھا۔

فہد کے بچے باز آ جاؤ۔ وہ دونوں مسکراتے ہوئے کیفے سے باہر نکل گئے تھے۔

یہ جانے بغیر کے کوئی ان کی باتیں نا صرف سن چکا ہے بلکہ نوٹ بھی کر چکا ہے۔ نا صرف رمنا یہ خواب نہیں چھوڑنا چاہتی تھی بلکہ یہ خواب بھی اب رمنا کو چھوڑنے پر راضی نہیں تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

مکین جب سے مقامی یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہوا تھا۔ وہ اپنا زیادہ وقت گھر پر ہی گزارتا تھا۔ اس کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے دونوں بیٹے اسرائیل جا چکے تھے۔ بیٹی بھی شادی کے بعد امریکہ میں تھی۔مکین صرف ایک اچھا پروفیسر ہی نہیں تھا۔ بلکہ آثار قدیمہ پر اس کے لکھے گئے مضامین کو سند مانا جاتا تھا۔مکین نسل سے یہودی تھے۔ان کے ماں باپ کٹر یہودی نظریات رکھتے تھے۔مکین کا بچپن اور جوانی ان کے ہی زیر اثر گزرا تھا۔مکین نے اپنی یونیورسٹی کی دوست روز سے پسند کی شادی کی تھی۔روز مسیحی برادری سے تعلق رکھتی تھی مگر اس کا مذہب سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں تھا۔ شادی کے بعد دونوں نے ایک ساتھ یونیورسٹی میں پڑھانا شروع کر دیا۔ دونوں کا شوق ایک جیسا تھا فیلڈ ایک تھی۔ اسی بنا پر ان کا ساتھ مضبوط تھا۔روز اور مکین کے تینوں بچوں کی پرورش ان کے دادا، دادی نے کی تھی۔ ان دونوں کی اپنی مصروفیات تھیں۔وہ بچوں کی پرورش پر بالکل توجہ نہیں دے رہے تھے۔انہیں نہیں پتا تھا کے بچے کیا کر رہے ہیں۔ بس شام کو اور صبح ملاقات ہو جاتی تھی۔چھٹی کے دن وہ انہیں گھمانے بھی لے جاتے تھے۔

مکین کے ماں باپ کو لگتا تھا کے انہیں مکین کی پرورش کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کے وہ ایک غیر مذہب کی لڑکی سے شادی کرے۔ وہ مکین کو تو نہیں روک سکے۔ جو شادی کے بعد مذہب سے بالکل لاتعلق ہو چکا تھا۔ لیکن انھوں نے بچوں پر خصوصی توجہ دی۔ دونوں کو اندازہ ہی نہیں ہوا کے ان کے بچے مذہب کے معاملے میں کتنے کٹر ہیں۔ وہ تینوں جب تک یونیورسٹی میں پہنچے تب تک دادا، دادی کا انتقال ہو چکا تھا۔

لیکن تب تک ان کے ذہنوں میں یہودیت کا رنگ جڑ پکڑ چکا تھا۔ ان کے دونوں بیٹوں اور بیٹی نے یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد سے شادی کی۔ دونوں بیٹے شادی کے بعد اسرائیل منتقل ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے کے ان کے ماں باپ بھی ان کے ساتھ چلیں۔ لیکن دونوں نے معذرت کر لی۔ وہ اپنی یونیورسٹی اور اٹلی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اس وقت ان کی بیٹی پہلے ہی شادی کر کے امریکہ جا چکی تھی۔ اس کی بیٹی کا شوہر ایک ربی کا بیٹا تھا۔ یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد بھی مکین اور اس کی بیوی روز نے اسرائیل جانا پسند نہیں کیا۔ روزی کے مرنے کے بعد بھی مکین کو کبھی اسرائیل جانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ اُسے روم سے اُنسیت تھی، بلکے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کے روم اُس کے اندر رچ بس گیا تھا۔

مکین کو اس کی معلومات اور شوق کی وجہ سے مقامی میوزیم میں اعزازی طور پر سربراہی دی گئی تھی۔ یہ روم میں ایک چھوٹا سا میوزیم تھا۔ یہ ایک ذاتی میوزیم تھا، جس کا مالک مکین کی معلومات اور شہرت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے مکین کا وقت اچھا گزر رہا تھا۔ کسی زمانے میں مکین کو مذہبی آثار قدیمہ میں بڑی دلچسپی رہی تھی۔ مگر شادی کے بعد یہ سب ختم ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے اس حوالے سے ماضی میں لکھے جانے والے مضامین اب بھی بہت سے اداروں میں محفوظ تھے۔ اس کے مضامین کی خاص بات اس کا دوٹوک انداز اور غیر جانبدارانہ تجزیہ تھا۔

مکین روم میں ایک خوبصورت ویلے میں رہتا تھا۔ یہ ایک وسیع عریض گھر تھا۔ جس میں بہت بڑا دلان تھا۔اس کے علاوہ گھر کے اردگرد درختوں کی باڑ تھی۔ یہ ایک دومنزلہ پرانی طرز کی عمارت تھی۔ اسے مکین کے ماں باپ نے تعمیر کروایا تھا۔ کسی زمانے میں یہ شہر سے ہٹ کر تھا۔مگر اس وقت یہ ویلے شہر میں شامل ہو چکا تھا۔ یہ گھر مکین کی طرح ہی پراسرار اور نفیس تھا۔ اس پر سفید رنگ کیا گیا تھا۔ اس کی مالیت اور خوبصورتی کو دیکھتے ہوئے بہت سے کاروباری حضرات اسے خریدنا چاہتے تھے۔ لیکن مکین نے نا صرف اس گھر کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا بلکہ اس نے یہ گھر حکومت کو دینے کا اعلان کر رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کے جو نوادرات اس نے اکھٹے کیے ہیں وہ اس گھر میں سجا کر اسے میوزیم کا درجہ دیا جائے۔حکومت کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ سب کا یہی کہنا تھا کے اس کے پاس کسی بھی چھوٹے میوزیم سے زیادہ نوادرات ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جب وہ منظر عام پر آئیں تو تہلکہ مچ جائے۔ اس بات پر مکین نے کبھی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

رمنا مطمئن تھی۔اس کے پراجیکٹ کا پرپوزل تحقیقی کمیٹی نے پاس کر دیا تھا۔ آج اسلام آباد کا موسم سرد تھا۔ حالانکہ ابھی اکتوبر کا آغاز ہوا تھا۔ وہ مطمئن سی کیفے میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔ فہد کو آج کسی کام سے اپنے گھر جہلم جانا پڑا تھا۔اس لیے وہ اس وقت یونیورسٹی میں اکیلی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کوئی ہے جو اس پر نظریں گاڑے ہوئے ہے۔ سر عرفان کے ساتھ وہ سب کچھ تفصیل سے طے کر چکی تھی۔ اس نے اپنے پراجیکٹ کے طور پر ان کے ساتھ کیا گیا سمسٹر پراجیکٹ ہی آگے لے کر جانا تھا۔اس طرح اس کا کام آدھے سے زیادہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اسے بس سب کچھ تفصیل سے لکھنا تھا۔ یہ پراجیکٹ اسلام آباد کے نواح میں واقعہ پرانے کھنڈرات پر تھا۔ وہ جانتی تھی محض ایک ماہ کے عرصے میں اس کا کام مکمل ہو جائے گا۔ وہ اس کے بعد آرامِ سے اپنا شوق پورا کر

سکتی تھی۔

رمنا بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی۔اس کے دونوں چھوٹے بھائی اس وقت لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ان میں سے بڑا پنجاب یونیورسٹی سے کمپیوٹر میں بی ایس کر رہا تھا۔چھوٹا میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھا، یہ اس کا پہلا سال تھا۔سب سے چھوٹی بہن ابھی نہم کی طالب علم تھی۔رمنا کے والد ایک چھوٹے ہوٹل کے مالک تھے۔والدہ پڑھی لکھی تھیں مگر انھوں نے کبھی گھر داری کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کیا تھا۔

رمنا کے والد بلوچستان کے ڈسٹرکٹ کچھی سے تعلق رکھتے تھے اور علاقے کا نام ڈھاڈر تھا۔وہ بچپن میں بہت شوق سے ان کے پاس چھٹیاں گزارنے جاتی تھی۔وہ اپنے دادا کے ساتھ خوب گھومتی پھرتی تھی۔ان سے اس علاقے کے بارے میں خوب سوال کرتی۔اس کے دادا کا اپنا سارا بچپن اسی علاقے کی خاک چھانتے گزرا تھا۔یہاں جو کچھ منظر عام پر آیا تھا وہ سب ان کی سامنے ہی ہوا تھا۔ان کے پاس یہاں کی بہت کہانیاں تھیں۔

رمنا کو ویسے ہی کہانیاں سننے کا شوق تھا۔وہ تو دادی سے بھی یہاں کے پرانے قصے سنتی اور حیران ہوتی تھی۔جب وہ کالج پہنچی تو تب تک اس کے دادا کا انتقال ہو چکا تھا۔تب اس کے والد سبحان سومرو اس کی دادی کو اپنے پاس شہر لے آئے۔مگر وہ بھی زیادہ دیر زندہ نا رہ سکیں۔وہ ابھی یونیورسٹی کے پہلے سمسٹر میں تھی جب ان کا بھی انتقال ہو گیا۔رمنا تب آخری بار کچھی گئی تھی۔اس کے بعد ان کا بلوچستان اور کچھی سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

رمنا کے والد اسرار احمد سومرو اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔وہ محض دس سال کی عمر میں اپنے رشتے کے چچا کے ساتھ مزدوری کرنے اسلام آباد آئے تھے۔اور پھر یہیں کہ ہو کر رہ گئے۔ان کے والدین نے تنہا ہونے کے باوجود انہیں کبھی واپس آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔شاید اس کی وجہ یہی تھی کے وہ ان کی زندہ بچنے والی واحد

اولاد تھی۔ ان کے دو بیٹے علاج کی سہولت نا ملنے کی بنا پر کم عمری میں ہی وفات پا گئے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی تین بیٹیاں بھی پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئیں تھیں۔ اسی لیے وہ اپنی زندہ بچ جانے والی اولاد کو بس صحیح سلامت دیکھنا چاہتے تھے۔ پانچ بچوں کو کھونے کے بعد ان میں اسرار احمد سومرو کو کھونے کا حوصلہ نہیں تھا۔ لیکن خود وہ دونوں کبھی اس کے پاس نہیں آئے۔ وہ محض چند بار ہی اپنے بیٹے سے ملنے آئے تھے۔ لیکن چند دنوں بعد ہی واپس لوٹ جاتے۔ ان کو اپنی مٹی سے محبت تھی وہ اسے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس لیے دونوں نے تمام عمر تنہا گزار دی۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

جناب آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔ مکین کو اس کے ملازم نے کسی کی آمد کی خبر دی تھی۔

مکین کے پاس مائیکل نام کا ایک سیاہ فارم ملازم تھا۔ وہ اور اس کی بیوی بہت سالوں سے اس کے گھر کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ اپنی بیوی کی وفات کے بعد اس نے ان دونوں کو اپنے گھر کے اندر ہی رہائش دے دی تھی۔ وہ اس کے ساتھ ہی رہتے اور کھاتے پیتے تھے۔ مکین اس وقت اپنے خاص کمرے میں موجود تھا۔ اس کمرے میں اس کی کتابیں اور بہت سے نوادرات تھے۔ وہ اپنا تحقیقی کام بھی یہاں بیٹھ کر سرانجام دیتا تھا۔ اس کمرے کی ایک کھڑکی باہر دالان کی طرف بھی کھلتی تھی۔ جب مکین نے باہر جھانکا تو اسے ایک جوان آدمی کھڑا ہوا نظر آیا۔ جو بغور اس کےگھر اور درختوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسے لگا کے یہ بھی کوئی اس کے گھر کا خریدار ہے۔ اسے کوفت محسوس ہوئی تھی۔ لیکن وہ اس کا مہمان تھا۔ اس لیے وہ اسے ملنے سے منع نہیں کر سکتا تھا۔ مجبوراً ہی سہی اس نے مائیکل کو کافی لانے کا کہا اور خود باہر نکل گیا۔ مہمان کو انتظار کروانا مناسب نہیں۔ اسے اپنی والدہ کی یہ بات اب بھی یاد تھی۔ مکین نے اس کے قریب پہنچ کر اسے ہیلو کہا تھا۔ اس کے بعد وہ اسے ساتھ لے کر وہاں موجود کرسیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ابھی تک

میکین نے اس شخص سے آنے کا سبب نہیں پوچھا تھا۔کافی بھی آ گئی وہ دونوں کافی پینے لگے تھے۔

سر آپ نے ابھی تک مجھ سے پوچھا نہیں کے میں آپ سے کیوں ملنا چاہتا ہوں۔میکین مہمان کی بات سن کر مسکرایا تھا۔

جب آپ اتنی دور سے ملنے آئے ہیں تو بتائے بغیر تو نہیں جائیں گے۔یقین جانیں مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں کے آپ جوان ہو کر اتنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں۔

معذرت میں بھول گیا تھا کے آپ پروفیسر ہیں۔آنے والا شگفتگی سے مسکرایا تھا۔

میکین کو اس کی حاضر جوابی اچھی لگی تھی۔مہمان نے کافی کا کپ میز پر رکھا تھا۔وہ اب سنجیدہ ہوا تھا۔

سر میرا نام ڈمور ہے۔میں اسی نام سے آثار قدیمہ کے حلقوں میں پہچانا جاتا ہوں۔میکین سن کر حیران رہ گیا تھا۔

تم۔۔۔۔۔۔میکین نے بات مکمل نہیں کی تھی۔ڈمور سمجھ گیا تھا کے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

جی میں نوادرات کا سمگلر ڈمور ہوں۔اُس نے بہت سکون سے اعتراف کیا تھا۔

تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟میکین نے بھی صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

سر بات دراصل یہ ہے کہ مجھے اسرائیل کی ایک تنظیم کی طرف کچھ تاریخی نوادرات ڈھونڈنے کا کام سونپا گیا ہے۔اس کام میں وہ جتنا چاہیں پیسے دینے کو تیار ہیں۔اس کے علاوہ بہت سی تنظیمیں ہماری مدد بھی کریں گی۔یہ پراجیکٹ کسی حکومتی پراجیکٹ سے بھی بڑا ہے۔

اُس نے بغیر لگی لپٹی رکھے اصل بات بتائی تھی۔میکین کو سمجھ آ گیا تھا کے وہ اتنا

کامیاب سمگلر کیوں ہے۔

ڈمور دیکھو مجھے پیسے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ دوسری بات میں ایک استاد اور محقق ہوں کوئی سمگلر یا چور نہیں۔ مکین ہمیشہ کی طرح دوٹوک انداز میں گویا ہوا تھا۔ مکین کی بات سن کر ڈمور مسکرایا تھا۔

میں جانتا ہوں اور آپ سے وہی کروایا جائے گا جو آپ کرتے ہیں۔

مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ میری طرف سے معذرت قبول کی جیئے۔

مکین بات ختم کر کے اٹھ گیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہی تھا کے اسے ڈمور کی پیشکش میں کوئی دلچسپی نہیں۔ مکین کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ اپنا تعارفی کارڈ اس نے جیب سے نکال کر میز پر رکھا تھا۔ اس کے بعد مکین سے مسکرا کر کہنے لگا۔

آپ کو اس کی ضرورت پڑے گی۔ مکین نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

میں نے آپ کے تحقیقی مضامین پڑھے ہیں۔ میں آپ کی ان تحقیقات سے بھی واقف ہوں جو کبھی نہیں چھپیں۔ جو باب آج سے چالیس سال پہلے آپ بند کر چکے تھے اسے کھولا جا سکتا ہے۔

مکین اپنی جگہ پر جم گیا تھا۔ کسی سمگلر کے منہ سے یہ سب سننے کی اسے توقع نہیں تھی۔ ڈمور جانتا تھا کے نشانہ صحیح جگہ لگا ہے۔

مہر گڑھ آپ کا منتظر ہے۔

یہ کہنے کے بعد ڈمور رکا نہیں تھا وہ مکین کے گھر سے باہر آ گیا تھا۔ جانتا تھا کل تک وہ خود ہی اس سے رابطہ کر لے گا۔

پراسراریت کو کھوجنے والے کبھی اس پراسراریت سے دور نہیں رہ سکتے۔

مہر گڑھ۔۔۔ مکین زیر لب بڑبڑایا تھا۔

اسے لگ رہا تھا کے وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

چاند کی ملکہ کا تخت فضا میں تھا۔ضرغام بھی اس کے ساتھ موجود تھا۔ رات کا وقت تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔

ملکہ آپ نے پھر کیا سوچا ہے؟ ضرغام نے تنہائی ملتے ہی سوال کیا تھا۔

تم جانتے ہو یہ دروازہ محض چاند کے ایک چکر کے لیے کھلا ہے۔ جو بھی کرنا ہے اس وقت میں کرنا ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے ملکہ مگر آپ اسے ڈھونڈے گی کہاں۔ ضرغام پریشان تھا۔

اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کے اگر یہ سب محض ایک کہانی ہوئی یا وہاں ایسا کچھ بھی نا ہوا یا ملکہ ناکام ہو گئی تو کیا ہو گا۔

میں جانتی ہوں تم کیا سوچ رہے ہو۔ ملکہ مسکرائی تھی۔

فکر مت کرو میں نے معلومات کا حکم دے دیا ہے۔ ضرغام یہ سن کر تھوڑا مطمئن ہو گیا تھا۔

مجھے پوری امید ہے کے ایک بار ہم اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو دوبارہ ہمارے خلاف کبھی بغاوت نہیں ہو گی۔ وہ ہمارے لیے جیت کا نشان ہو گا۔ کوئی بھی ہمیں زیر کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔ بس دو دن اس کے بعد ہماری تیاری مکمل ہو جائے گی۔ ضرغام تم یہاں حکومت چلاؤ گے۔ میں اپنے ساتھ فنان کو لے کر جاؤں گی۔

جیسا آپ مناسب سمجھیں ملکہ۔ ضرغام نے سر جھکا کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا۔

اس کی کائنات میں کوئی سیارے نہیں تھے۔ صرف ایک سیارہ تھا۔ چاند۔ اور اس چاند سیارے کے گرد گھومتے تھے گیارہ چاند، جن کا کام اس چاند سیارے کو روشنی دینا تھا۔ کیونکہ یہاں کوئی سورج نہیں تھا۔ اس ساری کائنات کی ایک ہی حکمران تھی، ازبیل۔ ازبیل چاند کی ملکہ کہلاتی تھی۔ اس کائنات میں صرف چاند سیارے پر ہی زندگی

تھی باقی اس چاند کائنات میں اور کہیں زندگی نہیں تھی۔ ازبیل اس ساری کائنات کی حکمران تھی۔

یہاں رہنے والے سب کے جسم کا رنگ ایک جیسا تھا۔ وہ سب چاندنی کے رنگ جیسے تھے۔ ایسا لگتا تھا ہلکے اندھیرے کی چاندنی ہو جیسے۔ گو یہاں کوئی ستارہ نہیں تھا مگر ان سب کے جلد پر چھوٹے چھوٹے ستارے تھے۔ ان سب کے سر بڑے بڑے تھے۔ ان کی آنکھیں بڑی اور نیلے رنگ کی تھیں۔ ان کے کان نہیں تھے بلکہ ان کا سارا جسم ہی سن سکتا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں غیر معمولی طور پر لمبی تھیں اور ان میں غیر معمولی طاقت تھی۔ خواتین کے سر پر سنہری بال تھے مگر مردوں کے سر پر ہلکے نیلے رنگ کے بال تھے۔ ان سب کے ماتھے پر چاند کندہ تھا۔ یہ فضا میں بغیر کسی پر کے اڑ سکتے تھے۔ ان کے گھر گول اور گہرے نیلے رنگ کے تھے اور یہ سب موتیوں سے بنے ہوئے تھے۔

یہاں ہلکے سنہری رنگ کی پہاڑیاں تھیں۔ جن پر آبشاریں تھیں اور وہ سارے چاند کے سیارے پر پھیلی ہوئیں تھیں۔ پانی کے کنوئیں بھی موجود تھے۔ یہ سیارہ پھلوں کے درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ ان درختوں پر رنگ برنگے پرندوں کی بہتات تھی۔ یہی یہاں کے لوگوں کی خوراک تھی۔ وہ پھل کھاتے اور اس کے ساتھ پرندوں کا شکار کرتے۔ جب چاہتے اُڑ کر پھل بھی اُتار لیتے اور پرندوں کو بھی پکڑ لیتے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

رمنا یونیورسٹی سے گھر واپسی کے لیے نکلنے ہی لگی تھی جب اسے ڈیپارٹمنٹ کے ایک بوڑھے ملازم نے آواز دے کر روکا تھا، یہ عثمان تھا۔ یہ ان کے ڈیپارٹمنٹ میں اساتذہ کو چائے بنا کر دینے پر مامور تھا۔ اس کے علاوہ ان کے چھوٹے موٹے کام بھی کرتا تھا۔ رمنا اسے جانتی تھی۔

جی، بابا جی آپ نے مجھے بلایا ہے۔ رمنا نے تھوڑے حیران ہوتے ہوئے کہا

تھا۔

فہد ابھی ابھی اپنی گاڑی لے کر نکلا تھا۔ اسے کسی دوست کی طرف جانا تھا۔ آخری سمسٹر تھے اس وجہ سے ان کی روز ہی کوئی پارٹی یا محفل ہوتی تھی۔ رمنا اپنے والد کا انتظار کر رہی تھی جو شاید آج دیر سے آنے والے تھے۔ اس وقت یہاں زیادہ رش نہیں تھا۔ شاید اسی وجہ سے اُس نے رمنا سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

جی بیٹا مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔ میں نے کل بھی کوشش کی تھی لیکن آپ کا دوست آپ کے ساتھ تھا۔ میں کسی کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ شاید فہد کی بات کر رہا تھا۔ رمنا پریشان ہو گئی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی کے کیا بات ہو سکتی ہے۔

جی کہیں، وہ ان کی طرف متوجہ تھی۔

بیٹا میں معافی چاہتا ہوں۔ کچھ دن پہلے میں آپ کی اور آپ کے دوست کی باتیں سنیں تھیں۔ رمنا چونکی تھی لیکن بولی کچھ نہیں۔

بیٹا میں جانتا ہوں کے آپ اب اس پر کام نہیں کر رہیں۔ لیکن آپ اس بارے میں جاننا چاہتی ہیں۔ میں آپ کو اس یونیورسٹی کے ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں جو چالیس سال پہلے اس پر کام کر رہا تھا۔ لیکن آپ کی طرح ان کو روک دیا گیا۔ بظاہر انھوں نے اسے چھوڑ دیا لیکن آپ کی طرح اسے بھلایا نہیں۔ مجھے یقین ہے وہ اب بھی اس پر کام کر رہے ہیں۔ آپ اگر ان کے پاس جائیں تو ہو سکتا ہے آپ کی کچھ مدد ہو جائے۔ آپ کو سب سوالوں کے جواب مل سکتے ہیں۔ عثمان کی بات سن کر رمنا بے چین ہو گئی تھی۔

کون ہے وہ بابا جی؟

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے یونیورسٹی میں ایسا کون ہے؟ اور اس نے کیوں نہیں سنا اس کے بارے میں؟

بیٹا میرا نام نہیں آنا چاہئے۔ وہ شاید خوفزدہ تھا۔

آپ فکر نا کریں میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ رمنا نے یقین دلایا تھا۔

بیٹا جو شخص اس بارے میں بہت کچھ جانتا ہے، وہ پروفیسر صارم ہیں۔ آپ ان کے پاس چلے جائیں۔ اگر وہ آپ کی مدد کرنے کو تیار ہو جائیں تو آپ کی خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں وہ بلوچستان اکثر جاتے رہتے ہیں۔

بابا عثمان تو اسے بتا کر چلے گئے تھے، مگر رمنا وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔ یہاں تک کے اس کے والد اسے لینے آ گئے۔ رمنا گھر جا کر بھی بے چین رہی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ کیا کرے۔ آخر اس سے صبر نہیں ہوا تھا۔ پہلے تو اس نے یہی سوچا تھا وہ صبح فہد سے بات کرے گی۔ پھر وہ دونوں پروفیسر صارم کے پاس جائیں گے۔ لیکن اب وہ اسے کال ملا رہی تھی۔ فہد رات کے اس وقت اس کی کال دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ اسی لیے کال اٹھاتے ہی اس کا پہلا سوال یہی تھا۔

سب خیر ہے؟

پہلے سلام تو لے لو۔ رمنا اس کے تیز لہجے سے گھبرا گئی تھی اسی لئے بے اختیار اُسے ٹوک گئی تھی۔

تم نے وقت دیکھا ہے؟ رات کا ایک بجا ہے۔

اُس نے رمنا کی کلاس لی تھی۔ رمنا نے بے اختیار گھڑی کی طرف دیکھا تھا اور جی بھر کر شرمندہ ہوئی تھی۔

فہد میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔ معذرت مجھ سے صبر نہیں ہوا۔ حالانکہ میں تم سے روبرو بات کرنا چاہتی تھی۔

فہد کو اس کی اتنی لمبی تمہید سے الجھن ہونے لگی تھی اسی بنا پر وہ تھوڑا بیزار ہوا تھا۔

رمنا مسئلہ کیا ہے یہ بتاؤ؟

فہد کی جھنجلاتی آواز پر اس نے جلدی جلدی اسے عثمان بابا کی بات بتانے لگی تھی۔ فہد نے گہرا سانس لے کر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ مطلب رمنا کے دماغ سے یہ بھوت نہیں اترے گا۔ فہد اب اس سے صبح کا پروگرام پوچھ رہا تھا۔ کیونکہ اب وہ پروفیسر صارم سے ملنے والے تھے۔ وہ جانتا تھا رمنا اپنی ضد پوری کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گی اس لیے اُس نے بھی کوئی بحث نہیں کی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ڈمور اس وقت اپنے گھر نما آفس میں موجود تھا جب اسے انٹرکام پر کسی کی آمد کی خبر دی گئی تھی۔

آنے دو۔ اس نے ہدایت دے کر انٹرکام کا رسیور رکھ دیا تھا۔

ڈمور جانتا تھا کے وہ ضرور آئے گا۔ وہ خود بھی تو اس پراسرار دنیا کا باسی تھا۔ اس کی کشش ہی ایسی ہے کے کوئی بھی اس سے بچ نہیں پاتا۔ بات صرف پیسے کی نہیں ہوتی بات شوق اور تسکین کی بھی ہوتی ہے۔ یہی مسئلہ ڈمور اور مکین کا بھی تھا۔ ڈمور کو جب اتنے بڑے پراجیکٹ کے لیے بلایا گیا تھا تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ شاید یہ کام ہی ایسا تھا کے اس قانونی طریقے سے کرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے ہر طرح کی سہولت اور بے تحاشہ پیسہ اس کام کو سرانجام دینے کے لیے دے دیا گیا تھا۔ مکین کو اندر آتے دیکھ کر ڈمور مسکرایا تھا۔ اس نے اپنی نشت سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا تھا۔

خوش آمدید پروفیسر مکین۔ اس نے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا تھا۔ پروفیسر البتہ سنجیدہ تھا۔ وہ اس وقت الجھا ہوا لگ رہا تھا۔

مجھے امید ہے آپ نے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا ہوگا۔ ڈمور نے شگفتگی سے بات کا آغاز کیا تھا۔

میں نے ابھی کسی بات کا فیصلہ نہیں کیا۔ میں پہلے آپ سے معلومات لینا چاہتا ہوں اگر آپ مجھے سچ بتا سکیں۔ مکین نے اپنا نکتہ اس کے سامنے رکھا تھا۔ ایک لمحے کے

لیے ڈمور چپ ہوا تھا۔ پروفیسر مکین کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے اسے بھی سنجیدہ ہونا پڑا تھا۔

پروفیسر صاحب آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں کھل کر پوچھیں۔ میں آپ کو بلا جھجک سب کچھ بتانے کو تیار ہوں۔ مجھے آپ پر اعتبار ہے۔آپ جانتے ہیں کے ایسی باتوں کو راز کیسے رکھا جاتا ہے۔جب ہمیں ساتھ کام کرنا ہے تو اعتبار بھی کرنا ہوگا۔ میں کھرا انسان ہوں۔اسی لیے شاید ایک اچھا اسمگلر ہوں۔

اپنی آخری بات پر مسکرا کر شاید اس نے اپنی ہی بات کا مزا لیا تھا۔مکین نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔اسے لگا تھا کے وہ اس سے کوئی جھوٹ نہیں بولے گا۔ چند لمحوں کی خاموشی آئی تھی دونوں کے درمیان، پھر مکین نے بات شروع کی تھی۔

یہ کام کون کروانا چاہتا ہے؟

بہت سے عالمی تنظیمیں،امریکہ اور اسرائیل۔

کیا ان کا مقصد پیسا کمانا ہے؟ یا کوئی اور مقصد ہے؟

ان کا مقصد پیسہ کمانا نہیں ہے۔وہ جو حاصل کرنا چاہتے ہیں اسے خفیہ رکھیں گے۔اتنے سمجھدار تو آپ بھی ہیں کے جانتے ہوں گے کے ان سب باتوں کا مقصد کوئی نہیں بتاتا،لیکن اصل بات سب کو پتہ ہوتی ہے۔یہ سب آپ بھی جانتے ہیں اور اگر کچھ اور بھی مقصد ہے تو میں لاعلم ہوں۔آپ یہ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اس کی اہمیت کے بارے میں۔

کیا ان کا مقصد تحقیق ہے؟ یا کوئی اور مقصد ہے؟

جناب اس موضوع پر تو پوری دنیا میں نا تحقیق کی جاتی ہے نا کرنے دی جاتی ہے۔یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں۔کیا آپ کو کرنے دی گئی تھی؟ اس نے الٹا سوال کر دیا۔

تم ان کا مقصد جانتے ہو؟

میں ان کا مقصد نہیں جانتا۔صرف اتنا جانتا ہوں کے یہ ان کا مذہبی مسئلہ

ہے۔اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ کہا اور سنا نہیں جاتا۔اس بارے میں آپ کا خیال مجھ سے بہتر ہوگا۔آپ پیدائشی یہودی ہیں۔آپ کے دونوں بیٹے اسرائیل میں رہتے ہیں۔اس نے گویا اسے آئینہ دکھایا تھا کہ وہ اتنا بھی لاعلم نہیں۔

تم میرے بارے میں اور میری تحقیق کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟

میں نے آپ کے سارے ہی مضامین پڑھ رکھے ہیں۔لیکن یہ سچ ہے کے میں آپ کے بارے میں اور آپ کی خفیہ تحقیق کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ سب معلومات مجھے کام سونپنے والوں نے دی تھیں۔وہ چاہتے تھے کے آپ میرے ساتھ یہ کام کرنے میں مدد کریں۔

کیا میرے اور تمہارے علاوہ بھی اس ٹیم میں کوئی ہے؟

جی بالکل ایک پاکستانی پروفیسر صارم۔ جو آپ کا کلاس فیلو تھا پی ایچ ڈی میں۔

پروفیسر کمین نے گہرا سانس لیا تھا۔ مطلب میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں؟

جی بالکل ایسا ہی ہے۔ بلکہ ہم تینوں کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ ڈمور مسکرایا تھا۔

لیکن جناب کیا ہم تینوں یہی کرنا نہیں چاہتے تھے؟ آپ اس مقصد کے لیے پاکستان گئے تھے۔لیکن آپ کو اور صارم صاحب کو کام سے روک دیا گیا۔مگر آپ دونوں اس بارے میں خفیہ تحقیق کرتے رہے۔ یہ بات وہ جانتے ہیں کیونکہ آپ دونوں کی خفیہ نگرانی کی جاتی رہی ہے۔مکین کو اب ڈمور کی کسی بات سے حیرت نہیں ہو رہی تھی۔

تم کیسے پھنسے اس چکر میں؟ مکین شاید کسی نتیجے پر پہنچ چکا تھا اس لیے پرسکون ہو گیا تھا۔

جناب میں ہر اس ملک میں جاتا رہتا ہوں جہاں پرانی اور تاریخی عمارتیں

موجود ہیں۔ جہاں تک بات ہے پاکستان کی، وہاں پر تو پتھر کے زمانے کی تہذیب سے لے کر کانسی اور آئرن تہذیبوں تک، سب کے نشانات ملتے ہیں۔ دوسرا مناسب دیکھ بھال اور انتظام نا ہونے کی بنا پر نوادرات حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ تعلیم اور معلومات کی کمی کی بنا پر بہت سی قیمتی نوادرات کوڑیوں کے بھاؤ مل جاتے ہیں۔ مکین نے سر ہلا کر گویا اس کی تائید کی تھی۔

کیا صارم سے بات ہوگئی؟ اچانک ہی اسے خیال آیا تھا۔

نہیں ان سے بات آپ کریں گے۔ ڈمور نے یہ ذمہ داری اسے سونپی تھی۔

ویسے بھی پروفیسر صاحب آپ سے رابطے میں رہتے ہیں۔ مکین نے حامی بھر لی تھی۔ اس کے بعد ڈمور نے اسے کہا تھا کے وہ کل تک اسے ان کی پاکستان روانگی کے بارے میں آگاہ کر دے گا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

اس وقت چاند کائنات پر خفیہ بیٹھک چل رہی تھی۔ اس میں ملکہ ازبیل، فنان اور ضرغام موجود تھے۔ ضرغام اگر ملکہ کا خاص آدمی تھا تو فنان اس چاند کائنات کا خاص آدمی تھا۔ اس کی معلومات بہت زیادہ تھیں۔ اسی بنا پر چاند کی ملکہ نے ضرغام کے بجائے اسے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

ملکہ آپ کا فیصلہ درست ہے۔ فنان نے ملکہ کی فیصلے کی تائید کی تھی۔

ملکہ میں جانتا ہوں اگر آپ وہ حاصل کر لیں جو حاصل کرنا چاہتی ہیں، تو دوبارہ یہاں کبھی بغاوت نہیں ہوگی۔ کیونکہ جس کے پاس بھی اس کی ملکیت ہوتی ہے وہ شکست نہیں کھاتا۔ ماضی کی بغاوتوں اور ان کے نقصانات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ مناسب ہے۔ لیکن زمین پر جاتے ہوئے آپ یہ مت بھولیں کے زمین جس کائنات میں واقع ہے وہ کائنات ہماری اس چھوٹی کائنات سے ہزار گنا بڑی ہے۔ دوسری بات اس خفیہ راستہ کھلنے کا مطلب صرف یہ نہیں کے ہم اس کو حاصل کر سکیں گے۔ اس کا

مطلب یہ بھی ہے کے اب اسے کہیں ہجرت کرنی ہے۔ یہ سب ہمیں کسی مشکل میں بھی ڈال سکتا ہے۔ یہ اشارہ صرف ہم نے ہی نہیں دیکھا ہوگا،اس سے اور بہت سے واقف ہو چکے ہوں گے۔ فنان کی باتوں میں وزن تھا،اس نے ملکہ ازبیل کو سوچنے پر مجبور کردیا۔

پھر تمہارا کیا مشورہ ہے فنان؟

ملکہ میرا خیال ہے کے حفاظتی تدبیر کرلینی چاہیئے۔ لیکن جانے میں کوئی حرج نہیں۔قسمت ہم پر مہربان بھی ہوسکتی ہے۔ایسا موقعہ بار بار نہیں آتا۔ شاید جب ہم لوٹیں تو وہ فتح کی یادگار کے طور پر ہمارے ساتھ ہو۔ فنان کی بات سن کر ملکہ کہنے لگیں۔

پھر تمہارے خیال سے ہمیں کن کن جگہوں پر جانے کی ضرورت ہے۔

یروشلم اور مسجد اقصیٰ کے نیچے فلسطین/اسرائیل، جبل نبوہ اردن، ڈریگن یا شیطانی سمندر جاپان، برمودہ ٹرائی اینگل امریکہ، مہر گڑھ یا کچھی پاکستان۔

فنان کی بات سن کر ملکہ کہنے لگیں۔

کیا ہم ان سب جگہوں پر جائیں گے اور یہ سب زمین پر ہی ہیں۔

جی بالکل یہ سب زمین پر ہی موجود ہیں۔لیکن آپ فکر نا کریں میں نے اپنی معلومات مکمل کر لی ہیں ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ ہم سب کچھ اچھے سے کرلیں گے۔

فنان کی باتوں سے ملکہ ازبیل کو حوصلہ ہوا تھا۔

ٹھیک ہے فنان تم تیاری شروع کر دو، ہم جلد روانہ ہوں گے۔ ملکہ ازبیل کی بات پر فنان نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ملکہ نے ضرغام کو بھی سب کچھ مکمل کرنے کے لیے کہا تھا۔ وہ کوئی کمی یا کوتاہی نہیں چاہتی تھیں۔ جانے کون کون سے راز ان کے منتظر تھے۔ راز کا دروازہ کھل چکا تھا۔قدرت بہت کچھ ظاہر کرنا چاہتی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

رمنا اور فہد پروفیسر صارم کے دفتر میں موجود تھے۔ پروفیسر اس وقت اپنے آفس میں موجود نہیں تھے۔ کچھ دن پہلے ہی پروفیسر صاحب ریٹائر ہو چکے تھے۔ مگر بہت سے معاملات ابھی رہتے تھے۔ جن کو مکمل کرنے کے لیے وہ ابھی بھی یونیورسٹی آ رہے تھے۔ دونوں کو وہاں بیٹھے ہوئے ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی کے پروفیسر صارم آ گئے۔ پروفیسر صارم کچھ طالب علموں کو اپنے دفتر میں دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ کیونکہ اب وہ پڑھانا چھوڑ چکے تھے۔

جی بیٹا کیا کام ہے؟ پروفیسر صارم نے اپنی نشت پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ فہد نے ایک نظر پروفیسر کو دیکھا پھر رمنا کو نظروں سے اشارہ کیا کے وہ بات کرے۔ رمنا اس کا اشارہ سمجھ چکی تھی اس لیے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈنے لگی۔

سر میرے والد کا تعلق بلوچستان کے علاقے کچھی ڈسٹرکٹ کے ایک چھوٹے سے شہر ڈھاڈر سے ہے۔ سر جب تک میرے دادا اور دادی زندہ تھے ہم ان سے ملنے اپنے آبائی علاقے جاتے تھے۔ وہ رہتے تو شہر میں ہی تھے، لیکن شہر سے باہر کی طرف ہونے کی بنا پر آپ یہی کہہ سکتے ہیں کے وہ آبادی گاؤں جیسی ہی تھی۔ میں جب وہاں جاتی اپنا دادا کے ساتھ خوب سیر کرتی۔ مجھے بچپن سے ہی پرانی عمارتوں میں بہت دلچسپی تھی۔ میرے دادا یہ بات جانتے تھے اسی لیے مجھے لے کر وہ ایسی جگہوں پر جاتے تاکہ میں خوش ہو سکوں۔ ہمارے شہر کے پاس ہی مہر گڑھ تہذیب کے پرانے کھنڈرات تھے۔ میں جب بھی وہاں جاتی میرا ایک چکر وہاں کا ضرور لگتا تھا۔ آپ جانتے ہیں کے ایشیا میں یہ پتھروں کے زمانے کی سب سے پرانی تہذیب ہے۔ گو کے اسے 1974 میں دریافت کر لیا گیا تھا لیکن اس پر کام بہت کم ہوا ہے۔

1997 میں بھی اس پر کچھ کام ہوا تھا، تب میں وہاں پر ہی تھی۔ میں اس وقت محض نو سال کی تھی لیکن وہ سب دیکھ کر مجھے اس بارے میں جاننے کا شوق پیدا ہوا۔ جو ٹیم وہاں کام کر رہی تھی اس میں بہت سے غیر ملکی بھی تھے۔ اس کے بعد وہاں کوئی کام

نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ محض لاپرواہی ہے یا کچھ اور میں نہیں جانتی۔ لیکن میں ہمیشہ سے اس پر کام کرنا چاہتی تھی۔ یہ شوق بچپن میں میرے ساتھ پروان چڑھا ہے۔ اسی بنا پر میں نے اس پر اپنا پراجیکٹ منتخب کیا تو اسے یونیورسٹی کی کمیٹی نے پاس نہیں کیا۔ تب میں نے فیصلہ کیا تھا کے میں اپنے طور پر اس پہ کام کروں گی۔ آپ کے مہر گڑھ تہذیب پر لکھے گئے مضامین میں نے پڑھے ہیں۔ مجھے پتا چلا تھا کے آپ نے بھی اس موضوع پر کام کیا ہے۔ اپنی بات مکمل کر کے رمنا پروفیسر صارم کے جواب کی منتظر تھی۔ چند لمحے وہ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے تھے۔ اچھا تو یہ لڑکی ہے جو یہ پراجیکٹ کرنا چاہتی تھی۔ پروفیسر صارم نے اس مسئلے کی بازگشت سنی تھی، مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ لڑکی ہے کون۔

بیٹا کیا آپ بتا سکتے ہیں آپ کا تحقیق کا کیا موضوع تھا؟

پروفیسر صارم سیدھا اصل بات کی طرف آئے تھے۔ رمنا اور فہد نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

سر میری تحقیق کا موضوع تھا۔ "مہر گڑھ میں تابوت سکینہ"۔۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

رمنا اور فہد خاموشی سے کیفے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پروفیسر صارم کی بات نے دونوں کو چپ لگائی ہوئی تھی۔ پروفیسر صارم نے بتایا تھا کے وہ لوگ اپنے کچھ غیر ملکی ساتھیوں کے ساتھ بلوچستان جا رہے ہیں۔ انھیں یہ دعوت کل رات ہی ملی تھی۔ وہ سن کر ہی تیار ہو گئے تھے۔ رمنا اور فہد کو پروفیسر صارم نے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی۔ خاص طور پر رمنا کو جو اسی علاقے سے تعلق رکھتی تھی۔ رمنا کو پروفیسر صارم نے دو دن کا وقت دیا تھا کے وہ فیصلہ کر لیں۔ اگر وہ جانا چاہتے ہیں تو بتا دیں تا کہ اس حساب سے انتظام ہو جائے۔ پروفیسر کا آج یونیورسٹی میں آخری دن تھا۔ انھوں نے اپنا نمبر دیا تھا تا کہ وہ اپنے فیصلے سے آگاہ کر سکے۔ رمنا کو اب اس معاملے کی نزاکت کا احساس پیدا ہوا تھا۔

رمنا کیا سوچا ہے پھر؟

فہد بہت سنجیدہ تھا اور پریشان بھی تھا۔ پروفیسر صارم نے صاف کہا تھا کے اگر وہ ان کے ساتھ گئے تو جب تک یہ پراجیکٹ مکمل نہیں ہوتا وہ اسے چھوڑ نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ ایک خفیہ پراجیکٹ ہے، جس کو بظاہر مہر گڑھ تہذیب پر تحقیق کی آڑ میں کیا جانا تھا۔

فہد تم جانتے ہو یہ میرا خواب ہے۔ رمنا سمجھ نہیں پا رہی تھی کے وہ کیا کرے۔

رمنا دیکھو اگر یہ بات کسی کو بھی پتہ چلی تو ہم دونوں مشکل میں آ جائیں گے۔ اگر ہم کو جانا ہے تو ہمارے گھر والوں کو بھی اصل بات نہیں پتہ چلنی چاہئے۔ فہد کی بات سن کر رمنا ایک لمحہ کو چپ رہ گئی تھی۔

فہد کیا تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے؟ اس نے بہت امید سے پوچھا تھا۔

رمنا میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دے سکتا۔ اگر تمہارا فیصلہ جانے کا ہے تو ہم دونوں جائیں گے۔ رمنا کو بہت حوصلہ ہوا تھا اس کی بات سن کر۔

فہد اگر تم میرا ساتھ دینے کو تیار ہو تو میں ضرور جاؤں گی۔ رمنا مسکرائی تھی۔

اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کے وہ تنہا نہیں ہے۔ فہد اپنے ڈاکٹر ماں باپ کا سب سے چھوٹا بچہ تھا۔ اس کا خاندان جہلم میں مقیم تھا۔ اس کا بھائی جہلم میں سرکاری محکمے میں ملازم تھا۔ بڑی بہن شادی کے بعد جرمنی میں رہائش پزیر تھی۔ رمنا نے فہد کو کہہ تو دیا تھا کے وہ تیار ہے، لیکن وہ خود عجیب سی بے چینی کا شکار تھی۔ اس نے اپنے والد سے بات کی تو اسے اس بات کی اجازت مل گئی تھی۔ وہ جانتے تھے اسے اپنا تحقیقاتی پراجیکٹ کرنا ہے۔

لیکن وہ خوش ہونے کے بجائے بے سکون تھی۔ اس نے اپنی تیاری شروع کر دی تھی اور وہ ایک سنسنی محسوس کر رہی تھی۔ شاید جب شدید خواہشات پوری ہوتی ہیں تو انسان ایسا ہی محسوس کرتا ہے۔ وہ بولائی بولائی پھر رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ یہ اس کا خوف تھا، کیونکہ سر نے اسے بتا دیا تھا کے

ہماری نگرانیہو گی۔

ویسے بھی جن سے ڈرنا چاہئے تھا وہ تو شاید خود یہی چاہتے تھے یا وہ ہی یہ سب کروا رہے تھے۔ مگر رمنا اس کے بعد کا سوچ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اپنے ساتھ وہ فہد کو بھی مصیبت میں ڈال رہی ہے۔ وہ تو شاید خاتون ہونے کی وجہ سے زیر عتاب نا آئے مگر فہد کو تو باہر نکلنا تھا۔ لیکن سب کے سوچنے کا وقت شاید گزر چکا تھا۔ کسی کے پاس بھی پیچھے ہٹنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہر رکاوٹ خود بخود دور ہو رہی تھی۔

کہیں قدرت بھی تو یہی نہیں چاہ رہی تھی؟

❁ ...... ❁ ...... ❁

ڈمور روم کے ہوائی اڈے پر پروفیسر مکین کا منتظر تھا۔ اس کی بات پروفیسر مکین سے ہو چکی تھی وہ دس منٹ میں پہنچ رہا تھا۔ اس لیے ڈمور نے فیصلہ کیا تھا کے وہ اس کا انتظار کر کے اندر جائے گا۔ ابھی اسے کھڑے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے جب اسے شک ہوا کے ایک پولیس والا مسلسل اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اسے گھبراہٹ ہونے لگی، لیکن اس نے اس بات کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ تھوڑا پریشان تھا کے وہ پروفیسر مکین کا انتظار یہیں کرے یا اندر چلا جائے۔ اس سے پہلے کے وہ کوئی قدم اٹھاتا پولیس کا ایک اور آدمی اس کے پاس آیا تھا۔

معذرت جناب کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔ اس نے شائستہ آواز میں اسے مخاطب کیا۔

نہیں آفیسر میں اپنے ساتھی کا انتظار کر رہا ہوں۔

وہ پولیس آفسر تو چلا گیا مگر اسے مسلسل یہی محسوس ہو رہا تھا کے بہت سی نظریں اس کا تعاقب کر رہی ہیں۔ اس سے پہلے کے وہ اندر جانے کا فیصلہ کرتا اسے پروفیسر مکین آتا ہوا نظر آیا تھا۔ ڈمور نے شکر کا کلمہ پڑھا اور اس کی طرف بڑھا۔

پروفیسر صاحب آپ تاخیر سے پہنچے ہیں۔ ڈمور کی بات سن کر پروفیسر مکین

مسکرانے لگے۔

جی آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔بس ذرا ضروری سامان رکھنے میں دیر ہوگئی۔

مکین کی بات سن کر ڈمور نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔وہ دیکھ رہا تھا مکین نے ٹرالی پر تین بیگ رکھے ہوئے تھے۔اس سے پہلے کے وہ مزید کوئی بات کرتے وہی پولیس والا دوبارہ آ گیا۔

جناب اگر آپ کے ساتھی آ چکے ہیں تو آپ کو اب اندر جانا چاہئے۔

جی بالکل۔

ڈمور نے جواب دیا اور اپنے سامان والی ٹرالی کھینچنے لگا۔پروفیسر مکین بھی اس کے پیچھے تھا۔

پروفیسر صاحب لگتا ہے آپ ساری تیاری کر کے آئے ہیں۔ڈمور کے سوال پر مکین مسکرانے لگا۔

بالکل اور۔۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے کے پروفیسر مکین کوئی جواب دیتا وہی پولیس آفیسر ان دونوں کے قریب آ کر کہنے لگا۔

آپ اس طرف آئیں۔

اس بات سے دونوں ہی گھبرا گئے خاص طور پر ڈمور کیونکہ وہ ایک اسمگلر تھا۔دونوں ہی کھڑے ہو کر سوالیہ نظروں سے اس پولیس آفیسر کو دیکھنے لگے۔اس نے ایک نظر ان کیے گھبرائے ہوئے چہروں پر ڈالی اور دو سکیورٹی گارڈز کو ان کا سامان اندر لے جانا کا اشارہ کیا۔وہ دیکھ رہے تھے ان کا سامان بغیر کسی رکاوٹ کے سیدھا ہی چلا گیا۔

آپ میرے ساتھ آئیں۔اس پولیس آفیسر نے ان دونوں کو کہا۔

وہ دونوں تھوڑا ڈر گئے تھے مگر اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔اس لیے خاموشی سے اس کے پیچھے چلنے لگے۔وہ ان دونوں کو ایک اندرونی راستے سے سیدھا جہاز کے پاس لے گیا۔وہ کسی بھی رکاوٹ کے بغیر جہاز کے اندر موجود تھے۔اس وقت جہاز مکمل طور

پر خالی تھا۔انہیں یا ان کے سامان کو پڑتال کے کسی عمل سے گزارا نہیں گیا تھا۔ دونوں کو ہی اندازہ ہو رہا تھا کے یہ کیوں ہو رہا ہے اور کون کر رہا ہے۔ ڈمور کا کہنا ٹھیک تھا۔ یہ حکومتوں سے بھی بڑا پراجیکٹ ہے۔

آپ دونوں جہاز کے اس حصے میں تنہا سفر کریں گے۔ راستے میں جس جگہ جہاز رکے گا آپ وہاں بھی باہر نہیں نکلیں گے۔آپ تب ہی باہر نکلیں جب اسلام آباد پہنچیں۔آپ کے استعمال کی اور کھانے پینے کی ہر چیز موجود ہے۔پھر بھی اگر ضرورت ہو تو یہ بیل بجا سکتے ہیں۔ باہر آپ کے لیے سیکورٹی اور عملہ موجود ہے۔

دونوں اب اس پر حیران نہیں ہوئے تھے۔ جب وہ بغیر کسی پڑتال کے جہاز میں سوار ہو سکتے ہیں تو یہ سب بھی ہو سکتا ہے۔

جی ٹھیک ہے۔ڈمور نے مزید کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

پولیس آفیسر چلا گیا تھا ۔اب دونوں وہاں تنہا تھے۔ پروفیسر مکین نے ایک کھڑکی کے قریب موجود سیٹ سنبھالی تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب ڈمور ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کافی کا مگ ان کے آگے کیا تھا۔اس سے پہلے کے وہ کافی کا مگ پکڑتے اُس کی نظر ایک چھوٹی پرچی پر پڑی تھی۔ ڈمور اس کے بعد دوبارہ اپنی نشست پر چلا گیا۔اور جاتے ہی میوزک سننے کے لیے ہیڈ فون کانوں کو لگا لیا تھا۔ پروفیسر مکین نے کافی مگ ہاتھ میں لے کر پرچی گود میں رکھ لی تھی ۔اُس کی نظریں اس پرچی پر تھی۔

کوئی فالتو بات نہیں کرنی یہاں سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ پروفیسر مکین نے ایک نظر ڈمور کو دیکھا تھا۔ وہ مگن تھا جیسے یہ کوئی خاص بات نہیں۔ انھوں نے ایک کتاب اٹھائی تھی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگے۔ آزمائش شروع ہو گئی تھی ان کے شوق کی ان کے علم کی اور شاید ان کی ہمت کی بھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ضرغام اس وقت محل کے باہر ملکہ کا منتظر تھا۔ وہ اس چاند کائنات کی ملکہ تھی۔ جو دوسری کائنات میں اسے تسخیر کرنے جا رہی تھی۔ پتہ نہیں ملکہ ازبیل اُس کائنات کو کھوجنے جا رہی تھی یا وہ کائنات ملکہ کو کھوج رہی تھی۔ اس بات کا فیصلہ تو وقت کے ہاتھ میں تھا۔

ملکہ ازبیل ابھی تک آئی نہیں؟ فنان ملکہ کے محل کے باہر پہنچ چکا تھا اور ضرغام سے ملکہ کی بابت دریافت کیا تھا۔

نہیں وہ بس آنے والی ہوں گی۔ آپملکہ ازبیلکا خیال رکھنا۔ میں ان کو آپ کی سپرد کر رہا ہوں۔

تم فکر مت کرو میں انہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے سب تیاری کر لی ہے۔ ابھی وہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کے ملکہ ازبیل بھی آ گئی۔

فنان تم آ گئے؟ میں بھی تیار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ضرغام کو حکم دیا تھا کے وہ اُس کی بگھی لے کر آئے۔

ملکہ اس کی ضرورت نہیں۔ فنان نے مداخلت کی تھی۔ ضرغام اور ملکہ دونوں ہی متوجہ ہوئے تھے۔

پھر ہم کیسے جائیں گے؟ آپ نے اس کے بارے میں ضرور کچھ سوچا ہو گا۔ ملکہ کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

جی ملکہ سوچا ہے۔ آپ کو بس میرا ہاتھ تھامنے کی ضرورت ہے۔ وہ مسکرایا تھا۔

ٹھیک ہے۔ ملکہ نے حامی بھری تھی۔ وہ جانتی تھی کے فنان ہر جادو سے واقف ہے۔

ضرغام اس سے پہلے کے عوام میں سے کوئی ہمیں جاتا ہوئے دیکھے اور تمہیں بعد میں مسئلہ ہو ہمیں جانا چاہیے۔ ضرغام نے سر ہلایا تھا۔

آپ فکر مت کریں میں معاملات سنبھال لوں گا۔ اُس نے ملکہ ازبیل کو یقین

دلایا تھا۔

ضرغام تم کائنات سے باہر جانے والا راستہ مت کھولنا۔ ورنہ کوئی بڑی مصیبت آ جائے گی۔ ہم اس راستے سے نہیں جائیں گے۔فنان کی ہدایت پر ضرغام نے ان کو تسلی دی تھی کے وہ ایسا ہی کرے گا۔

ملکہ آپ میرا ہاتھ تھام لیں۔فنان کے کہنے پر ملکہ ازبیل نے ہاتھ بڑھا کے فنان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔محض پلک جھپکنے کی دیر تھی وہاں اب کچھ نہیں تھا۔ضرغام محل کے باہر تنہا موجود تھا۔تیز ہوا کی وجہ سے ملکہ نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ابھی ملکہ کو آنکھیں بند کئے ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کے اسے فنان کی آواز آئی۔

ملکہ آنکھیں کھولیں۔ملکہ نے جب آنکھیں کھولیں تو وہ ایک سرمئی رنگ کی زمین پر موجود تھیں۔

کیا ہم زمین پر پہنچ گئے؟ لیکن یہ تو کچھ کچھ ہمارے سیارے جیسی ہے۔ملکہ تعجب سے اپنے اردگرد اس ویران جگہ کو دیکھ رہی تھی۔

نہیں ملکہ ہم جس کائنات میں آئے ہیں یہ اس کائنات کا چاند ہے۔مطلب آپ کہہ سکتی ہیں،اس وقت ہم زمین کے چاند پر موجود ہیں۔

اچھا تو زمین کہاں ہے؟ ہم وہاں کب جائیں گے؟ ملکہ ازبیل اپنے آس پاس اب دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

ملکہ اپنے اوپر دیکھیں۔وہ جو چمکتا ہوا نیلے رنگ کا سیارہ ہمیں نظر آ رہا ہے،وہ زمین ہے۔ہم وہاں صرف کام کے وقت جائیں گے۔لیکن ہماری رہائش اس زمین کا چاند ہو گا۔فنان نے ملکہ ازبیل کو اپنے آگے کا ارادہ بتایا تھا۔

ملکہ آپ اگر مجھے چند لمحے دیں تو میں آپ کے رہنے کا بندوبست کر لوں۔ اس کے علاوہ ایسے حصار کی بھی ضرورت ہے۔ جو ہمیں سب کی نظروں سے اوجھل اور محفوظ رکھے۔فنان نے ملکہ سے اجازت لی تھی۔

ٹھیک ہے۔

ملکہ ازبیل نے جواب دیا۔لیکن اس کی نظریں اب بھی اس کائنات کی زمین کو دیکھ رہی تھیں۔اتنی خوبصورت اتنی روشن۔اس میں نیلے کے علاوہ بھی بہت سے رنگ جھلک رہے تھے۔ملکہ ایک ہی بات سوچ رہی تھی کے اگر یہ سیارہ اتنا خوبصورت ہے تو اس کے لوگ کتنے حسین ہو گے۔

ملکہ۔۔۔۔

اس سے پہلے کے وہ مزید اس کی خوبصورتی میں کھوتی ۔فنان انہیں واپس حقیقت کی دنیا میں لے آیا تھا۔وہ اس کی طرف پلٹی تھیں۔وہاں سفید رنگ کا ایک چھوٹا سا دومنزلہ گھر موجود تھا۔ بلکہ آپ گھر تو نہیں کہہ سکتے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں اوپر نیچے دو کمرے تھے۔ملکہ ان کمروں کی طرف بڑھی تھیں۔

اچھا تو ہم یہاں رہیں گے۔ملکہ اُس عمارت کا جائزہ لے رہی تھی۔

بالکل ملکہ آپ جب تک ان کمروں کے اندر رہیں گی کوئی نا آپ کومحسوس کر سکے گا نا کوئی دیکھ سکے گا۔ملکہ نے دیکھا کے وہاں ان کمروں کے اردگرد تھوڑی سی جگہ چھوڑ کر ایک کالا دائرہ لگا ہوا تھا۔

مطلب ہمیں اس دائرے کہ اندر رہنا ہے۔ملکہ نے تصدیق کروائی تھی۔

جی بالکل۔آپ اب اندر آ جائیں تب تک میں مزید معلومات کے لیے رابطہ کرتا ہوں۔

فنان نے ملکہ سے درخواست کی تھی اور خود کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ملکہ نیچے کے کمرے میں تھیں اور فنان اوپر کے کمرے میں جاچکا تھا تاکہ اپنے کام کا آغاز کرے۔کمرے میں پہنچ کر ملکہ ازبیل نے کھڑکی کھولی تھی اور مرکز نگاہ ایک بار پھر زمین ہی تھی۔ملکہ کو زمین کی خوبصورتی اور کشش اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کے یہاں اُس کے ساتھ کیا پیش آنے والا ہے لیکن یہ تو طے تھا کے اس زمین کا حسن ملکہ کو

محسور کر چکا ہے۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

رمنا اور فہد جانے کے لیے تیار تھے۔جانے سے پہلے وہ آخری بار یونیورسٹی آئے تھے۔ رمنا نے اپنی تحقیق کا ابتدائی مسودہ سر کو جمع کروانا تھا۔تا کہ اگر وہ ایک ماہ نا آسکی تو سر اسے کمیٹی میں جمع کروادیں گے۔

فہد کیا ہمیں جانا چاہیئے؟ رمنا ابھی تک عجیب سی کیفیت سے دوچار تھی۔ فہد مسکرایا تھا۔

رمنا جب فیصلہ کرلیا تو سوچنا کیسا۔ اگر آپ پراسراریت کھوجنا چاہتے ہوں تو جب تک آپ اسے کھوج نا لیں سکون نہیں ملتا۔ اس لیے جب تمہیں اسے کھوجنے کا موقعہ مل رہا ہے تو اسے کھوج لینا چاہیئے۔ یہ آنے والی زندگی میں سکون کے لیے ضروری ہے۔رمنا مسکرائی تھی وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

رمنا یہ سوچنا چھوڑ دو کے یہ انہونی میں کھوجنا نہیں چاہتا۔ یہ کھوج ہماری ساری زندگی کی یادگار بن سکتی ہے۔ایسی کھوج آپ نہیں کرتے بلکہ یہ کھوج آپ کو کھوج لیتی ہے۔ابھی ہم سب اسی کی زد میں ہیں۔تم بس آگے کا سوچو۔فہد کی بات پر رمنا نے سر ہلایا تھا۔مطلب اسی کھوج نے جو اسے کھوج رہی تھی بے چین کیا ہوا تھا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔اب جو ہونا ہے سو ہو جائے۔

بالکل درست رمنا۔ ہونی کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔چلو اب کیفے چل کر چائے پیتے ہیں۔ یہ یونیورسٹی میں ہماری آخری چائے بھی ہو سکتی ہے۔فہد اب بھی مذاق سے باز نہیں آیا تھا۔رمنا مسکرائی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے فہد، پھر تو میرے خیال سے دو کپ چائے اور سموسے بھی ہونے چاہیئے۔دونوں ہی مسکراتے ہوئے کیفے کی طرف چل پڑے تھے۔

ابھی دونوں کو وہاں بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی کے رمنا کے نمبر پر پروفیسر

صارم کی کال آنے لگی۔ پروفیسر صارم کی کال پر دونوں حیران ہوئے تھے۔رمنا نے کال ریسیو کی تھی۔فہد بھی اسی کی طرف متوجہ تھا۔

جی سر، جی سر، سر بس پندرہ منٹ میں۔اس کے ساتھ ہی کال ختم ہو گئی تھی۔

کیا کہا سر نے؟ فہد نے پوچھا تھا۔

پروفیسر صارم چاہتے ہیں ہم دونوں اسی وقت ان کے گھر ان سے ملنے آ ئیں۔ میں نے کہہ دیا ہے کے ہم آ رہے ہیں۔

سب خیریت ہے؟ فہد حیران ہوا تھا۔کیا بات ہو سکتی ہے کل شام تو ہم نکل رہے ہیں کچھی کے لیے۔

پتہ نہیں ان کا کہنا تھا کے آج شام ان کی ٹیم کے دو لوگ اور آ رہے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کے ہم ان کے آنے سے پہلے ان سے مل لیں۔میں نے کہا ہے کے ہم پندرہ منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔ویسے بھی سر کا گھر پاس ہی کالونی میں ہے۔رمنا نے تفصیل بتائی تھی۔دونوں ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

تمہارا کیا خیال ہے کیا بات ہو سکتی ہے۔؟رمنا تھوڑی حیران تھی۔مگر پروفیسر صارم کو انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔

رمنا حیران ہونے والی کونسی بات ہے۔ ہماری ٹیم میں جو دو لوگ ہیں وہ غیر ملکی ہیں ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات ہو جو صرف ہمارے درمیان ہونی چاہئے۔بہت اچھا کیا ہمیں تو پہلے ہی مل لینا چاہئے تھا۔

فہد کی بات سمجھ کر رمنا سر ہلانے لگی تھی۔وہ دونوں جیسے ہی پروفیسر صارم کے گھر پہنچے۔انھیں ملازم نے بیٹھک میں بٹھا دیا۔ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کے، پروفیسر بھی آ پہنچے۔جیسے ان کے ہی منتظر تھے۔

میں جانتا ہوں آپ دونوں حیران ہوں گے کے ایسی کیا بات ہے جو میں نے فون پر بتانے کے بجائے آپ دونوں کو یہاں بلایا ہے۔لیکن یہ معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔

گو کے حکومت کی اجازت سے سب ہو رہا ہے ،مگر اصل کہانی کسی بھی پتہ نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کے ہم کو بھی ساری کہانی پتہ ہو۔ میں چند باتیں آپ دونوں کو سمجھانا چاہتا ہوں جو میں بعد میں شاید نا بتا سکوں۔ دونوں مکمل توجہ سے ان کی بات سن رہے تھے۔

بچوں پہلی بات ، جب ہماری ٹیم میں ڈمور اور مکین شامل ہو جائیں گے تو ہم ہر بات کھل کر نہیں کر سکیں گے۔ یہ مت سوچنا کے اگر ہم اردو بولیں گے تو ان کو سمجھ نہیں آئے گی۔ وہ دونوں اس کا انتظام کر کے آئیں گے ، یہ میں جانتا ہوں۔ ہماری ٹیم میں دو لوگ ڈھاڈر ، کچھی ، بلوچستان کے بھی ہوں گے۔ ہمارے سارے مقامی انتظامات وہی دیکھیں گے۔ مکین آثار قدیمہ کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ ہمیں ہر دم ان کی ضرورت ہو گی۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کوئی بھی ایسی بات پتہ چلے جو انہونی ہو تو کوشش کرنا مجھ سے بات کیئے بغیر اس کا اظہار مت کرنا۔ یہ منصوبہ کوئی قانونی منصوبہ نہیں ہے۔ یہ بات ہم سب جانتے ہیں۔ لیکن یہ ایک مذہبی منصوبہ ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے اور شاید سیاسی بھی۔ لیکن اب یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کے یہ ایک خطرناک منصوبہ بھی ہے۔ اس منصوبے کو وہ لوگ عملی جامہ پہنا رہے ہیں جو حکومتوں سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ وہ ہمارے دشمن بن گئے تو اس کی قیمت ہماری جان ہو گی۔ اس لیے ان معلومات کو ٹیم ممبر کے علاوہ کسی کو مت بتانا۔ جو جانے گا وہ پھنسے گا۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں، ضروری نہیں کے ایسا ہو، لیکن جیسا یہ منصوبہ ہے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اب میں کچھ بنیادی معلومات آپ دونوں کو دینا چاہوں گا۔ ہو سکتا ہے یہ سب آپ نے پہلے بھی سن رکھا ہو لیکن میرا آپ کو بتانا ضروری ہے۔

مکین نسل سے یہودی ہے، اس کے علاوہ ڈمور کوئی کاروباری شخص ہے جو نوادرات کی خرید و فروخت کرتا ہے۔ ایک بات اور یاد رکھیں ہماری نگرانی شروع ہو چکی ہو گی۔ جو یہ سب کروا رہے ہیں وہ یہ سب کر رہے ہوں گے۔ ہم لوگ کچھی ڈسٹرکٹ کے علاقے ڈھاڈر میں جا رہے ہیں۔ جہاں پر پتھر کے زمانے کی ایک تہذیب پائی جاتی

ہے۔ اس کا نام مہر گڑھ ہے۔ اسی نام کا چھوٹا گاؤں بھی پاس ہی موجود ہے۔ یہ تہذیب پورے ایشیا میں پتھر کی سب سے پرانی تہذیب ہے۔ اس کا وقت نو ہزار سال سےچار ہزار پانچ سو سال کے درمیان ہے۔ اسے پہلی بار 1974 میں کھوجا گیا۔ اس پر کام کرنے والے فرانسیسی ماہر تھے۔ اس کہ بعد اسے 1997 میں دوسری بار کھوجا گیا۔ اس کے علاوہ کبھی اس پر کام نہیں ہوا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کے موہنجو داڑوں میں موجود تہذیب سے زیادہ قیمتی ہونے کے باوجود اس پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کی بہت سی وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی وجہ شاید یہ ہے کے وہ 1921 میں دریافت ہو چکی تھیں تب مہر گڑھ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اصل میں جو بات آپ کو میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ نہیں ہے۔ یہ سب تو ہر کوئی جانتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کے 1972 میں یا اس کے آگے پیچھے پاکستان کے مختلف حصوں میں اڑن تشتریاں دیکھی گئی تھیں۔ مہر گڑھ میں آثار قدیمہ کی کھدائی اسی کے بعد شروع ہوئی، اور یہ محض اتفاق نہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کے یہاں پر تابوت سکینہ کے ہونے کی افواہ بھی ہے۔ اس کی بہت سی تاویلیں دی جاتی ہیں۔ لیکن میری نظر میں سب سے اہم بات یہ ہے کے جب تابوت سکینہ لاپتہ ہوا تب مہر گڑھ کی تہذیب موجود نہیں تھی پھر اُس کی وہاں موجودگی کی افواہ؟ لازمی طور پر بلاسبب نہیں۔ تابوت سکینہ یہودیوں کے لئے صرف مذہبی حوالہ نہیں ہے۔ ان کا یقین ہے کہ اس کے بعد وہ ساری دنیا فتح کریں گے۔ اڑن تشتریاں ایک حقیقت ہیں لیکن امریکی اسے ایلین کی سواری قرار دیتے ہیں اور جو بھی ان پر تحقیق کرتا ہے وہ مارا جاتا ہے۔ اس کا یہی مطلب نکلتا ہے، جو ان کا راز جان جاتا ہے اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔ اب بہت سے لوگوں نے اس کے برموده ٹرائی اینگل اور ڈریگن ٹرائی اینگل مطلب شیطانی سمندر کے درمیان سفر کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ ویسے بھی ان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا جاتا ہے۔ پروفیسر صارم چند لمحوں کے لیے رکے تھے۔

ان کا مشن مہر گڑھ کی تہذیب کی جانچ نہیں ہے۔وہ صرف دو باتیں چاہتے ہیں۔ایک اگر تابوت سکینہ وہاں موجود ہے تو اسے نکال لیں۔دوسرا تابوت سکینہ کا گم ہونا اس وقت ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔یہ نہیں ہوسکتا کے ساری دنیا میں اس کی گونج نا سنائی دی ہو۔اس لیے وہاں سے اس کے بارے میں کوئی خبر مل سکتی ہے۔ایک اور خاص بات وہ نئی تحقیق ہے جس کے مطابق مہر گڑھ کے لوگوں نے ہجرت کی تھی۔ ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے شہر انھوں نے ہی بسائے تھے۔اس قدیم تہذیب کے بانی مہر گڑھ کے مہاجر تھے۔ لیکن وہ یہ بتانے میں ناکام ہیں کے انھوں نے وہاں سے ہجرت کیوں کی؟ اور اس کے بعد بھی وہ مہر گڑھ کیوں آتے جاتے رہے؟ ان سب کا کوئی نا کوئی گہرا تعلق ضرور ہے۔ چاہے وہ مہر گڑھ ہو یا تونسہ شریف چاہے اڑن تشتریاں اور چاہے برمودہ اور ڈریگن ٹرائی اینگل۔ایک بزرگ کے بقول یہ تابوت قیصرانی قبیلے کے علاقے غربن میں موجود ہے۔ موجودہ دور میں غربن پاکستان کے ضلع ڈیرہ غازیخان کی تحصیل تونسہ شریف ہے۔آپ نے شاید سنا ہو کے کچھ عرصہ پہلے اسلام آباد کے ایک ماہر فلکیات نے اڑن تشتریوں کی ڈیرہ غازیخان میں موجودگی کا دعوی کیا تھا۔اس کا کہنا تھا کے وہ اس وقت اپنے آبائی علاقے میں موجود تھا۔لیکن یہ سب وہاں جانے کے بعد پتہ چلے گا کے حقیقت کیا ہے۔

پروفیسر صارم نے اپنی بات ختم کی اور دونوں کو جانے کی اجازت دے دی تھی۔ پروفیسر صارم صرف دونوں کو منصوبے کی سنگینی کا احساس کروانا چاہتے تھے۔ دونوں کو اس سب کے بعد پریشان ہونا چاہئے تھا۔لیکن ہوا اس کے برعکس رہا تھا۔وہ مزید پر جوش ہو چکے تھے۔ ایک راز ہے جو کھلنے والا ہے۔جانے اس کے بعد کیا ہو۔لیکن جو بھی ہو، لگ تو یہی رہا تھا کے اُن کو اب کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔

❂ …… ❂ …… ❂

پروفیسر مکین اور ڈمور اسلام آباد پہنچ چکے تھے۔دونوں پہلی دفعہ یہاں نہیں آئے تھے لیکن اتنے خاص پراجیکٹ کے ساتھ پہلی بار آئے تھے۔ شام کا وقت تھا لیکن

اسلام آباد کا پرسکون شہر رات کا منظر پیش کر رہا تھا۔ان کا قیام ایک دن کے لیے پروفیسر صارم کے گھر پر ہی تھا۔

صارم اسلام آباد تو بالکل نہیں بدلا۔

پروفیسر مکین ، پروفیسر صارم سے مخاطب تھے۔ان دونوں میں کافی بے تکلفی تھی۔ وجہ تھی وہ پی ایچ ڈی میں اکھٹے تھے۔ پھر دونوں کو تابوت سکینہ کی تلاش میں ہونے والی تحقیق میں بھی دلچسپی تھی۔ تینوں پروفیسر صارم کے گھر پہنچ چکے تھے۔کھانا کھانے کے بعد تینوں کافی پی رہے تھے۔کل شام کو وہ کچھی کے لیے نکلنے والے تھے۔

احمد دین سے بات ہوگئی ہے،وہ ہمیں کچھی پہنچتے ہی ملے گا۔

پروفیسر صارم نے مکین اور ڈمور کو آ گاہ کیا تھا۔ڈمور کو ان سب سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی اسے صرف تابوت سکینہ سے دلچسپی تھی۔اسی بنا پر اب وہ پروفیسر صارم سے اس بارے میں معلومات لینا چاہتا تھا۔

پروفیسر صارم آپ کو کیا لگتا ہے کیا مہر گڑھ کی پرانی تہذیب میں تابوت سکینہ ہوسکتا ہے؟ اس کے بارے میں دوسرے نظریات پر آپ کا کیا خیال ہے؟

اس کے بارے میں بنیادی نظریات ذیادہ تر یہودیوں کی طرف سے ہی دیئے جاتے ہیں۔باقی اب آ ثار قدیمہ کے بھی مختلف نظریات ہیں۔جن کی بدولت اور بہت سے نظریات پروان چڑھے ہیں۔ کہتے ہیں،ہیکل سلیمانی کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داود علیہ السلام کی خواہش پر کی تھی۔ لیکن بیرونی حملہ آوروں نے اسے تین بار تباہ کیا،اور پھر اس کی تعمیر نا کی جاسکی۔اس بار میں ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ ہیکل سلیمانی کو جب تباہ کیا تو تابوت سکینہ جو اس کے اندر موجود تھا اپنے پہرے داروں سمیت ساتھ ہی دفن ہو گیا،اور مسجد اقصی اسی کے اوپر تعمیر کی گئی ہے۔اسی بنا پر مسجد اقصی کو گرا کر وہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں ۔تا کہ تابوت سکینہ ڈھونڈ کر اس کے اندر رکھ سکیں۔رہی بات مہر گڑھ میں تابوت سکینہ کی تو ابھی اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

یہ محض ایک خیال ہی ہے۔ایسا ہی ایک دعویٰ تونسہ شریف ،ڈیرہ غازی خان کے بارے میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان سب کا ابھی تک کوئی تعلق ثابت نہیں ہوسکا صرف روایات ہیں۔

جناب وہاں اور بھی کچھ مذہبی عمارتیں ہیں؟

ڈمور پرانے سارے نظریات کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔اسے بھی اب سارے معاملے میں نوادرات سے ہٹ کر بھی دلچسپی پیدا ہو رہی تھی۔ پروفیسر صارم مسکرائے تھے۔ڈمور عیسائی تھا جب کے مکین یہودی تھا اور صارم مسلمان تھا۔پروفیسر صارم کو اس کا مقصد سمجھ آ رہا تھا۔

کعبۃ صغیرہ بھی مسجد اقصیٰ کے قریب واقع ہے۔ جسے ڈوم آف دی راک کہا جاتا ہے۔یہ مقدس پتھر کے اوپر ایک گنبد ہے۔یہ مقدس پتھر ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے پہلے ہی یہاں موجود تھا۔مطلب ہیکل اس کے پاس ہی تھا۔۔جس کو پہلی بار حضرت عمر نے تعمیر کیا تھا۔ یہ پتھر یا چٹان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے۔دیوار گریہ بھی ان دونوں کے پاس موجود ہے۔اس دیوار کو یہودی ہیکل سلیمانی کی دیوار قرار دیتے ہیں۔جس کے پاس وہ دعا مانگتے اور اپنے عروج کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ علاقہ یہودیوں ، مسیحیوں اور مسلمانوں میں یکساں مقدس ہے۔ یہ صرف یہودیوں یا مسیحیوں کا قبلہ نہیں مسلمانوں کا بھی قبلہ اول بیت المقدس ہے۔

جبل نبوہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ڈمور نے پھر پروفیسر صارم سے سوال کیا تھا۔

جبہم پی ایچ ڈی کر رہے تھے 1970 میں، تب زیادہ تر کا خیال تھا کے تابوت سکینہ یا تو مسجد اقصیٰ کے نیچے ہے ،یا پھر جبل نبوہ اردن میں ہے۔ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کے بارے میں یہودیوں کا پرانا دعویٰ ہے کے اس کے نیچے ہیکل سلیمانی ہے۔ جبل نبوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے۔اُنہوں نے اس پہاڑ پر کچھ

عرصہ قیام کیا تھا۔ کچھ کا خیال تھا کے شاید تابوت سکینہ کو اس میں چھپا دیا گیا تھا۔ وہاں اب تاریخی چرچ اور کچھ مزید آثار قدیمہ موجود ہیں۔

بہت خوب ویسے واقعی ہی اگر یہاں تابوت سکینہ ہے تو یہ حیران کن بات ہے۔ کیونکہ یہ علاقہ فلسطین سے بہت دور ہے۔ ڈمور نے بھی اپنی حیرت کا اظہار کیا تھا۔

کل سے ہمارا طویل سفر شروع ہو گا۔ ہمیں آرام کرنا چاہیے۔ پروفیسر مکین نے بات ختم کی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے ان کی توجہ کہیں اور بٹے۔

بالکل آرام کرنا چاہیے۔ ڈمور نے بھی تائید کی۔

آج شاید سکون کی آخری رات تھی۔ جانے اس پراجیکٹ کے اختتام پر وہ سکون کی نیند سونے کے قابل بھی رہتے ہیں یا نہیں۔ یہ بات تو وقت ہی بتائے گا۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

رمنا اور فہد پروفیسر صارم کے گھر پہنچ چکے تھے۔ یوں تو ان کے جانے کا وقت شام کو تھا مگر پروفیسر صارم نے رات ہی ان کو جلد آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ دونوں جیپ میں آئے تھے۔ پروفیسر صارم نے ان کو بتا دیا تھا کے جس جگہ وہ جا رہے ہیں وہاں کی زمین پر جیپ یا پجارو اچھی چلتی ہے۔ ان کو انہیں دو میں سے کوئی ایک گاڑی لانی ہے۔ اگر ممکن ہو ورنہ وہ دوسری گاڑی کا بھی خود ہی بندوبست کر لیں گے۔ فہد نے پہلے رمنا کو لیا تھا اور اس کے بعد دونوں پروفیسر صارم کے گھر پہنچے تھے۔ جب دونوں ان کی بیٹھک میں آئے تب وہاں پہلے سے ہی پروفیسر صارم کے ساتھ دو غیر ملکی موجود تھے۔ وہ لازمی طور پر پروفیسر مکین اور ڈمور تھے۔

آ جاؤ دونوں، میں تمہارا بھی تعارف کروا دوں۔

پروفیسر صارم نے دونوں کو دروازے میں اجازت طلب نظروں سے کھڑا پایا تو اندر آنے کی دعوت دی۔ اس نے ابھی تک مکین اور ڈمور کو ان کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ پروفیسر مکین اور ڈمور اب سوالیہ نظروں سے پروفیسر صارم کو دیکھ رہے تھے۔ جو

اب اٹھ کر ان دونوں کو ان کی نشست پر بٹھا رہے تھے۔ سب ہی پروفیسر صارم کی طرف متوجہ تھے۔ جنھوں نے سب کا تعارف کروانا تھا۔

یہ پروفیسر مکین اور ان کے ساتھ ڈمور ہیں۔ یہ دونوں ہی آثار قدیمہ کے ماہر ہیں۔ رمنا اور فہد نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ ویسے بھی دونوں کو پہلے ہی ان کا غائبانہ تعارف کروایا جا چکا تھا۔

یہ فہد اور رمنا ہیں۔ دونوں قائداعظم یونیورسٹی میں ایم فل کے طالب علم ہیں۔ دونوں کی تحقیق کا موضوع مہر گڑھ کی پرانی تہذیب ہے۔ رمنا کے آباواجداد کا تعلق ڈھاڈر، کچھی سے ہے۔ یہ تابوت سکینہ کی وہاں موجودگی کے حوالے سے کام کرتی رہیں ہیں۔ اس آخری بات پر پروفیسر مکین نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ جوابی طور پر وہ بھی مسکرائی تھی۔

اب جب کے سب ہی آ چکے ہیں اور تعارف بھی ہو گیا ہے تو ہم کام کی بات پر آتے ہیں۔ پروفیسر صارم نے سب کو مخاطب کیا تھا۔ اتنے میں ملازم کافی دے کر جا چکا تھا۔

دیکھیں سڑک سے اسلام آباد اور کچھی کا فاصلہ کم از کم تیرہ گھنٹے کا ہے۔ اور اگر ہم کچھ دیر کھانے یا آرام کے غرض سے رکتے ہیں تو یہ پندرہ سے سولہ گھنٹے بنتا ہے۔ جو میرے حساب سے مناسب نہیں۔ لیکن ہمارے پاس اس کے دو متبادل بھی ہیں۔ ایک ٹرین اور دوسرا ہوائی جہاز۔ ٹرین اور ہوائی جہاز دونوں کی منزل کچھی کا قریبی شہر سبی ہو گا۔ جو پاکستان کا گرم ترین شہر ہے۔ وہاں ٹرین کا اسٹیشن بھی ہے اور نجی ہوائی اڈہ بھی۔ سبی اور کچھی کے درمیان چالیس سے پچاس منٹ کا سفر ہے، بذریعہ سڑک۔ اس کے علاوہ سبی میں بڑے ہوٹل اور بازار بھی ہیں۔ میں رہنے کے لیے کچھی سے زیادہ سبی کو ترجیح دوں گا۔

میں آپ کی بات سے متفق ہوں ہمیں سڑک کے بجائے کوئی اور راستہ اختیار

کرنا چاہئے ۔ایسے میں ٹرین سے بہتر جہاز ہے۔رہنے کے لیے بھی سبی کے ہی کسی ہوٹل کو بک کروانا چاہئے۔اگر کسی وقت کچھی میں بھی رہنے پڑے تو کوئی بات نہیں۔لیکن مستقل ٹھکانا سبی ہی بہتر ہے۔پروفیسر مکین نے تائید کی تھی۔

تو ٹھیک ہے ایک چھوٹے نجی طیارے کو کروا لیتے ہیں۔جس میں ہم اپنا ہر طرح کا سامان لے جائیں گے۔اب اور آگے آنے والے ہر طرح کی اخراجات کا میں ذمہ دار ہوں۔میرے پاس دو کارڈ موجود ہیں۔جن سے ہم بنک کی مشین سے پیسے نکلوا سکتے ہیں۔ایک میرے پاس رہے گا دوسرا پروفیسر صارم کے پاس۔تا کہ وہ پاکستان میں ہونے والے چھوٹے موٹے اخراجات پورے کر سکیں۔ڈمور نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

پروفیسر صارم آپ کے مقامی گائیڈ اور رابطہ کار اب ہمیں کہاں ملیں گے۔پروفیسر مکین کو بروقت ضروری بات یاد آئی تھی۔

آپ فکر مت کریں۔میں ان سے رابطے میں ہوں۔جب بھی ہم وہاں پہنچے تب وہ وہاں پر موجود ہوں گے۔

یہ ساری گفتگو انگریزی میں ہی کی جارہی تھی۔فہد اور رمنا کو سمجھ آنے کی حد تک پتہ چل رہا تھا کے وہ کیا کہہ رہے ہیں۔لیکن ان دونوں کی بول چال کی انگریزی اتنی اچھی نہیں تھی۔مگر وہ انگریزی میں بات کر سکتے تھے۔وہ سب آپس میں ایک دوسرے سے بات جیت کرنے لگے اور پروفیسر صارم نجی جہاز کا بندوبست کرنے کے لیے کمرے سے نکل گئے۔

❂ ...... ❂ ...... ❂

ملکہ ازبیل سو کر اٹھی تھی۔اس کے اٹھنے سے پہلے ہی کمرے میں ہر قسم کے کھانے کا مکمل انتظام تھا۔ملکہ کو یہاں کے پانی کا ذائقہ تھوڑا عجیب لگا تھا۔اور لگتا بھی کیوں نہیں وہ چاند کائنات کی ملکہ تھی اور یہ نظام شمسی تھا۔ایک بہت بڑی کائنات کا ایک

حصہ۔اس کی پوری چاند کائنات اس نظام شمسی سے کہیں چھوٹی تھی ۔جس پر صرف ایک ہی چاند سیارہ تھا۔ملکہ کھانے سے فارغ ہو کر ایک بار پھر کھڑکی سے باہر زمین کو دیکھ رہی تھی۔اس کی تو ساری کائنات ایک ہی جیسی تھی۔مگر یہاں تو زمین کے ہی بے انتہا رنگ تھے۔اور نجانے کتنے رنگ وہ دیکھنے والی تھی۔ملکہ کو ابھی کھڑکی میں کھڑے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کے فنان کی آواز سنائی دی۔وہ ملکہ سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔

فنان آجاؤ،ملکہ ازبیل نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

فنان کوئی معلومات ملیں کے کہاں ملنا ممکن ہے؟ جب ہم یہاں آنے کا منصوبہ بنا رہے تھے تب تم نے اس کی ممکنہ طور پر کچھ جگہوں پر موجودگی کا بتایا تھا۔ملکہ کی بات پر فنان مسکرایا۔

بالکل ملکہ میں نے رات بھر بہت سی جگہوں پر رابطہ کیا تھا۔میری معلومات کے مطابق فلسطین کے شہر یروشلم میں اس کی موجودگی کی سب سے زیادہ امید ہے۔تابوت سکینہ اس ہی شہر سے تعلق رکھتا تھا۔آخری بار اسے یہاں پر ہی دیکھا گیا تھا۔اسی بنا پر سب سے پہلے ہم اسی جگہ پر جائیں گے۔فنان نے ملکہ کو اپنے سفر کے آغاز کا منصوبہ بتایا تھا۔

بالکل ٹھیک ہے فنان ہم ایسا ہی کریں گے۔لیکن پہلے مجھے یہ بتاؤ اگر وہاں نا ہوا تو پھر ہم کیا کریں گے؟چاند کی ملکہ اپنی تسلی چاہتی تھیں۔ایک موقع جو ان کو ہزار سال بعد ملا تھا وہ نہیں چاہتی تھیں کے اس کو وہ ضائع کر دیں۔

ملکہ ہم ہر اس جگہ جائیں گے جہاں پر اس کے ملنے کی امید ہو۔

بہت خوب فنان، تو پھر ہم اپنے سفر پر کب نکل رہیں ہیں۔ ملکہ ازبیل مسکرائیں تھیں۔

میں اس خوبصورت دنیا کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔

ملکہ کی بات پر فنان نے مسکراتے ہوئے جھک کر حکم کی تعمیل کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اب ملکہ کو سمجھا رہا تھا کے ان کو کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔ ملکہ ازبیل دھیرے دھیرے سر ہلا رہی تھی۔ اسے یہ سب کچھ عجیب بھی لگ رہا تھا۔ وہ زمین پر اپنی اصل حیثیت سے نہیں جا رہی تھی۔ بلکہ وہ ایک عام انسان کے روپ میں وہاں کا سفر کرنے والی تھی۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

پروفیسر صارم نے سب کو اطلاع دی تھی کے وہ اسلام آباد ہوائی اڈے سے رات کے پچھلے پہر نکلیں گے۔ اور ان کا جہاز صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے سبی ہوائی اڈے پر اترے گا۔

صارم کیا ہمارے لیے گاڑیوں کا انتظام سبی جا کر کیا جائے گا یا اسلام آباد سے لے کر جائیں گے؟ ڈمور اب آگے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

بالکل ہم یہاں سے دو گاڑیاں لے کر جائیں گے۔ ایک فہد کی جیپ اور دوسری پجارو جو میں نے کرائے پر حاصل کی ہے۔

پروفیسر صارم کی وضاحت پر سب ہی مطمئن ہو گئے تھے۔ پروفیسر صارم نے سب کو آرام کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن کسی کو بھی آرام کرنے میں دلچسپی نہیں تھی۔ اُن کا نا سونے کا ارادہ جان کر پروفیسر صارم ان کو اپنے خاص کمرے میں لے گئے تھے۔ جہاں ان کا ایک الگ ہی جہان آباد تھا۔ گو کے ایسا سب ڈمور یا پروفیسر مکین کے لیے خاص نہیں تھا۔ لیکن فہد اور رمنا کی تو آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں۔ بہر حال ڈمور کی آنکھوں میں بھی ستائش تھی۔

پروفیسر صاحب لاکھوں ڈالر کا مال ہے۔ جب میں واپس جانے لگوں گا تو جو آپ چاہیں گے اتنا ملے گا۔ ڈمور نے ہنستے ہوئے آفر دی تھی۔

پروفیسر صارم مسکرانے لگے تھے۔ ایسی آفرز ان کے لیے نئی نہیں تھیں۔

پروفیسر مکین دیکھ لیں اگر آپ کو لگتا ہے کے کچھ ایسا یہاں ہے جو ہمارے کام

آ سکتا ہے تو ہم اسے ساتھ لے جائیں گے۔ویسے بھی سپیشل طیارہ جا رہا ہے ہم کچھ بھی لے جا سکتے ہیں۔میں نے سبی کے ایک اچھے ہوٹل میں ایک پورا حصہ بک کروالیا ہے۔ پورے ایک مہینے کے لیے۔

بہت اچھا کیا صارم ہماری گفتگو کسی اور کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہئے۔

پروفیسر مکین کو ہوٹل کا ایک پورا حصہ بک کرنے والی بات پسند آئی تھی۔ وہ پوری آزادی سے اپنی تحقیق کرنا چاہتا تھا۔ایسے خاص موقعے کسی بھی محقق کی زندگی میں بہت کم آتے تھے وہ اس موقعے سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔رات کے بارہ بج چکے تھے۔ دو گاڑیاں آگے پیچھے پروفیسر صارم کے گھر سے نکلیں تھیں۔پہلی گاڑی پجارو تھی جس کو پروفیسر صارم چلا رہے تھے۔ اس میں پروفیسر مکین اور ڈمور بھی ان کے ساتھ تھے۔ دوسری گاڑی جو جیپ تھی اسے فہد چلا رہا تھا اور زمنا اس کے ساتھ موجود تھی۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد ان کو سبی کے لیے نکلنا تھا۔محض چند منٹ میں وہ بڑی سڑک پر پہنچ چکے تھے۔ان کی گاڑیاں اب اسلام آباد کی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھیں،اور ذہن شاید اس سے بھی تیزی سے محو پرواز تھے۔ ہر ایک کی سوچ کا ایک ہی مرکز تھا۔

آگے کیا ہوگا؟

❁ ...... ❁ ...... ❁

ان کو سنبھلنے میں چند لمحے تو لگے تھے۔ دونوں نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تھی۔ دن کی روشنی کے باوجود اس جگہ ملجگا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ملکہ ازبیل اور فنان کو دیکھنے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔ دونوں نے ابھی بھی ایک دوسرے کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔وہ اس وقت ایک سیڑھی نما پتلی گلی میں موجود تھے۔ یہ گلی پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔اس کی چھت بھی پتھروں سے بنی تھی اور یہ ایک سرنگ نما گلی تھی۔اسے دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کے یہ پتھر کے زمانے کی بنی ہوئی ہے۔یہ گلی اس وقت مکمل خالی تھی۔ایک پراسرار سے خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔

یہ کونسی جگہ ہے؟ جیسے ہی وہ دونوں کچھ دیکھنے کہ قابل ہوئے تو ملکہ ازبیل نے فنان سے سوال کیا تھا۔ ملکہ ازبیل کو بالکل اندازہ نہیں ہو رہا تھا کے وہ اس وقت کہاں ہیں۔

ملکہ اس گلی کو داود کی گلی یا عبادت کے کاروان کی گلی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یروشلم کے مذہبی مقام کے بہت ہی پاس ہے۔ یروشلم کا یہ شہر ساڑھے چار ہزار سال پہلے آباد ہوا تھا۔ مگر ممکن ہی تھوڑی بہت آبادی یا رہائش اس سے پہلے بھی موجود ہو۔ فنان نے ملکہ کو معلومات دی تھیں۔

ملکہ ازبیل کیا ہمیں مزید جاننے کی ضرورت نہیں ہے؟

ملکہ ازبیل میں یہ صلاحیت تھی کے وہ جس بھی چیز کے اُوپر ہاتھ رکھتی تھی اُسے نظر آنا شروع ہو جاتا تھا کے اُس کے آس پاس ماضی میں کیا ہوتا رہا ہے۔ بلکہ وہ یہ بھی دیکھ سکتی تھی کے اُس کے وہاں موجود ہونے سے پہلے وہاں کیا تھا۔ ملکہ کے ہاتھ سے نکلنے والی سفید روشنی اُس چیز میں سے ہوتی ہوئی سفید دھواں میں سے نکل کر ملکہ کو وہ سب دیکھاتی تھی۔ اور ملکہ آپنے آپ کو اُس منظر کا حصہ محسوس کرنے لگتی تھی۔ فنان کے سوال کا مطلب ملکہ کو اچھے طرح سے پتہ تھا۔ ملکہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا اور آنکھیں بند کر کے اپنے ہاتھ دائیں جانب موجود دیوار پر رکھے تھے۔

ملکہ ازبیل کے آنکھیں بند کرتے ہی اُسے اردگرد دھواں پھیل گیا تھا۔ جیسے ہی ملکہ کی آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو وہاں ایک چٹیل میدان تھا۔ جہاں بہت سے لوگ لمبے کرتے پہنے اور سر پر کپڑا رکھے تعمیرات میں مصروف تھے۔ وہ چھوٹے پتھروں سے کمرے بنا رہے تھے۔ ایک بار پھر سفید بادلوں جیسا دھواں پھیلا تھا اور اس کے ختم ہوتے ہی منظر بدل گیا تھا۔ اب اردگرد اندھیرا پھیل گیا تھا۔ وہاں بہت سی پتھروں سے بنی عمارتیں موجود تھیں۔ یہ عمارتیں ایک منزلہ اور دومنزلہ تھیں۔ اردگرد پتھروں سے بنی گلیاں موجود تھیں۔ یہاں پر سامنے ایک بہت بڑی اور بلند عمارت نظر آرہی تھی جس کے

صحن میں کچھ لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں میں کچھ افراد کا حلیہ بہت عجیب تھا وہ باقی سب سے مختلف تھے۔ ایک شخص جو اُن میں شاید سب سے معزز تھا وہ اُنھیں ہدایت دے رہا تھا کے اس عمارت کے آس پاس زیر زمین راستے بناؤ جو خفیہ ہوں اور اس علاقے سے اور اس عمارت سے باہر جاتے ہوں۔ اس کے بعد رات کی تاریکی ہی میں کچھ لوگ سرنگیں کھود رہے تھے۔ ان سرنگوں کی تعداد چار سے پانچ تھی۔ یہ اس عظیم الشان عمارت کے چاروں طرف سے نکالے جا رہے تھے۔ ملکہ نے آنکھیں کھولی تھیں اور دیوار سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے تھے۔ وہ اب فنان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو اُس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

یہ گلی کم از کم چار ہزار سال پہلے تعمیر کی گئی تھی۔ یہ تعمیر انسانوں نے نہیں کی تھی یا اس تعمیر میں کوئی اور طاقت بھی شامل تھی۔ یہ ایک خفیہ راستہ تھا جس میں سے گزر کر عبادت گاہ میں جایا جاتا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ راستہ صرف بادشاہ یا خاص لوگ ہی استعمال کرتے ہوں یا صرف خاص مقصد میں ہی استعمال کیا جاتا ہو۔ یہ راستہ مقدس بھی مانا جاتا تھا۔ جو بہت سے مقدس اور خاص مقامات تک رسائی دیتا تھا۔ یہ پرانے یروشلم کے مرکزی دروازے جافا کے پاس شروع ہوتی ہے (جافا یا خلیل دروازے کے پاس داود مینار بھی ہے) اور ولنگ دیوار یا البراق دیوار تک جاتی ہے۔ اس دیوار کو یہودی ہیکل سلیمانی کا بچا ہوا حصہ قرار دیتے ہیں اور یہاں پر ہی ان کی عبادت یا دعا ہوتی ہے۔ ملکہ نے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا وہ مکمل تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔

حیرت ہے ملکہ، اتنی پرانی گلی اور اتنی اچھی حالت میں۔ فنان کے لہجے میں ستائش تھی۔

شاید پتھروں کی بنی ہے، جو بہت کم بوسیدہ ہوتے ہیں۔ ملکہ نے اپنی رائے دی تھی۔

اب دونوں کا رخ اوپر کی طرف تھا۔ وہ دونوں اب یروشلم کے ان مقدس

مقامات تک جا رہے تھے۔ جہاں کے بارے میں کہا جاتا تھا کے تابوت سکینہ یہاں دفن ہے۔ وہ دونوں دھیرے دھیرے بڑھ رہے تھے یہاں تک کے سرنگ ختم ہوگئی۔ وہ دونوں اس وقت ایک کھلے میدان جیسی جگہ کے قریب سے گزر رہے تھے۔ یہی جگہ اصل میں ان کی منزل تھی۔ دونوں اس وقت سیاہ لباس میں ملبوس تھے۔ ملکہ نے سفید رنگ کی مکمل فراک پہنی ہوئی تھی اور اس کے اوپر سیاہ رنگ کا پورے آستین کا پاؤں تک آتا ہوا لباس پہن رکھا تھا۔ فنان کا بھی اندر کا لباس مکمل سفید تھا اور اوپر سیاہ رنگ کا کوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ دونوں نے سیاہ رنگ کی جدید انداز کی ٹوپیاں پہن رکھیں تھیں۔ دونوں اپنے لباس اور وضع قطع سے یورپی یہودی لگ رہے تھے۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

اسلام آباد سے سبی جاتے ہوئے جہاز میں مکمل خاموشی طاری تھی۔ سب ہی اپنی جگہ سوچوں میں گم تھے۔ ہواباز نے سبی پہنچنے کا اعلان کیا تھا۔ وہ دس منٹ میں سبی ہوائی اڈے پر اترنے والے تھے۔

کیا پیرک صافی سبی کہ قریب ہی ہے؟ ڈمور نے سوال کیا تھا۔ وہ پروفیسر صارم سے مخاطب تھا۔

جی بالکل پیرک صافی، جہاں پانچ ہزار سال پرانی تہذیب کے آثار ہیں۔ وہ سبی سے محض چند کلومیٹر دور ہے۔ پروفیسر صارم نے ڈمور کی بات کا تفصیل سے جواب دیا تھا۔

ڈمور کی معلومات واقعی ہی کمال کی تھیں۔ فہد اور رمنا بھی حیران ہوئے تھے۔ اس کی معلومات ان سے کہیں زیادہ تھیں۔ پروفیسر مکین خاموش تھا۔ وہ لازمی طور پر یہ سب پہلے سے جانتا تھا۔

کیا ہم وہاں بھی جائیں گے؟ ڈمور نے ایک بار پھر پروفیسر صارم کو مخاطب کیا۔

جی بالکل اپنے اصل کام کے بعد آپ کو بلوچستان میں موجود ہر پرانی تہذیب کو جاننے کا موقع ضرور ملے گا۔ پروفیسر صارم نے تسلی دی تھی۔ ڈمور مسکرایا تھا۔

پھر تو یہ بہت خوبصورت سفر ہونے والا ہے۔

یہ سب سن کر فہد اور رمنا بھی خوش ہو گئے تھے۔ پروفیسر مکین مکمل خاموش تھے۔ جانے وہ کیا سوچ رہے تھے۔ ان کے چہرے کو دیکھ کر اندازہ نہیں ہو رہا تھا کے وہ ان سب باتوں کو کیسے دیکھ رہا ہے۔ سبی ہوائی اڈے پر چند ملازمین نے ان کا استقبال کیا تھا۔ وہ وہیں سے اپنی گاڑیوں میں، سامان سمیت سوار ہو کر ہوٹل کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ صبح کی مکمل روشنی سے پہلے وہ اپنے ہوٹل پہنچ چکے تھے۔ وہاں پہلے سے ہی احمد دین اور اس کا بیٹا سعد موجود تھے۔ اُن دونوں نے پروفیسر صارم اور باقی سب سے ملاقات کی تھی۔ پروفیسر صارم نے انہیں دن بارہ بجے دوبارہ بلایا تھا۔ تا کہ وہ اپنا سارا پروگرام تفصیل سے بنا سکیں۔ اس وقت وہ سب تھوڑا آرام کرنا چاہتے تھے۔

❂ …… ❂ …… ❂

تو یہ ہے ان کی مقدس دیوار۔ ملکہ ازبیل نے فنان سے کہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت تینوں الہامی مذہب کے مقدس مقام پر موجود تھے۔

جی ملکہ یہ دیوار براق یا دیوار گریہ کہلاتی ہے۔ اسے امید کی دیوار بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ یہودیوں کی عبادت کا مقام ہے جہاں ان کے خیال سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

تب ہی یہ یہاں گریہ زاری کر رہے ہیں۔ ملکہ نے فنان کی بات کی تائید کی تھی۔

میرے خیال سے ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے، اور بھی بہت سی جگہیں ہیں جہاں ہمیں جانے کی ضرورت ہے۔ فنان کو یہاں مزید کھڑے ہونا وقت کا ضیائع لگا تھا۔

فنان ابھی نہیں اگر ہم اتنی دور تک آ گئے ہیں تو اس دیوار کی حقیقت جانے

بغیر نہیں جائیں گے۔ آخر پتہ تو چلے یہ واقعی ہی ہیکل سلیمانی کی ہی دیوار ہے۔ یہ دیوار کب تعمیر کی گئی تھی اور کس نے کی تھی یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے۔

ملکہ کی بات میں دم تھا، وہ دونوں آہستہ آہستہ دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔ ملکہ کی ساری توجہ بڑی بڑی چوکور جیسی اینٹوں پر تھی جو پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ اس اونچی دیوار پر کہیں کہیں چھوٹی بوٹیاں اگی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ دیوار بالکل ایک جیسی نہیں تھی۔ نیچے کی دیوار تو بڑی چکور اینٹوں سے بنی تھی لیکن اوپر چھوٹی اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اوپر کی دیوار کو دیکھ کے لگ رہا تھا جیسے وہ بعد میں بنائی گئی تھی۔ فنان مستقل اردگرد نظر رکھے ہوئے تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے یہاں کوئی ان کی طرف متوجہ ہو۔ گو کے ان کا حلیہ بالکل دوسروں جیسا ہی تھا۔ اس وقت دونوں انسانوں کی شکل میں تھے۔ دیوار کے قریب پہنچ کر ملکہ ازبیل نے بھی دوسروں کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ فنان البتہ ابھی بھی چوکنا تھا۔ وہ ہر ایک پر نظر رکھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک ملکہ دیوار تھام کر کھڑی رہی تھی۔

ملکہ ازبیل کے سامنے ہر طرف سفید دھند چھائی ہوئی تھی۔ اسی دھند کے آگے وہ سب تھا جو ملکہ دیکھنا چاہتی تھی۔ سب سے پہلے ملکہ نے وہی میدان دیکھا تھا جو وہ کچھ دیر پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ اُس کے بعد اگلا منظر اس دیوار کے بننے کا تھا۔ کچھ لوگ اس دیوار کو مرکزی اور عظیم الشان عمارت کے گرد بنا رہے تھے۔ لیکن یہ دیوار اتنی اُونچی ہر گز نہیں تھی جتنی اس وقت نظر آ رہی تھی۔ پھر منظر دوبارہ بدلا تھا اور ایک بار پھر اسی دیوار کو مزید اُونچا کیا جا رہا تھا۔ وہ سب جلدی میں تھے۔ شاید یہاں کوئی حملہ ہونے والا تھا۔

یہ سب دیکھنے کے بعد ملکہ ازبیل نے دیوار سے ہاتھ ہٹا کر دائیں طرف چلنے لگیں۔ اب ان کا رخ قریب کی عمارت تھی۔ جیسے ہی وہ لوگوں سے تھوڑا دور ہوئے فنان نے ملکہ کو مخاطب کیا تھا۔

ملکہ اس دیوار کے بارے میں کیا کہیں گی آپ؟

یہ دیوار تین ہزار سال پرانی ہے یا نہیں، میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ یہ کبھی کسی عمارت کا حصہ نہیں تھی ۔ یہ اس جگہ موجود عمارت کی فصیل حصہ ہے۔لیکن یہ دیوار کافی پرانی ہے اور اسے دو بار تعمیر کیا گیا ہے۔ ملکہ نے اپنی رائے دی تھی۔

وہ دونوں اب ایک خوبصورت عمارت کے سامنے موجود تھے۔ یہ عمارت مسجد اقصی تھی۔ وہ اپنے حلیہ کی وجہ سے اندر نہیں جا سکتے تھے ۔ کیونکہ یہاں غیر مسلموں کا داخلہ منع ہے۔ وہ یہاں پر ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے جو ان کو مشکوک کر دے۔ وہ یہاں عام زائرین کی طرح ہی رہنا چاہتے تھے۔

اس جگہ کا پس منظر کیا ہے؟ ملکہ کی نظریں مسجد اقصیٰ پر تھیں اور اب وہ اس جگہ کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتی تھی۔

ملکہ یہ یروشلم کا پرانا شہر ہے، جسے القدس بھی کہتے ہیں۔ یہ سات سے آٹھ دروازوں کی فصیل میں واقع ہے ۔دراصل صرف یہی جگہ قدس تھی جسے بیت المقدس یعنی پاک گھر کہا جاتا تھا۔باقی شہر کو تو کافی بعد میں القدس کہا جانے لگا۔یہی جگہ بہت زیادہ مذہبی حیثیت رکھتی ہے الہامی مذاہب میں۔ یہاں اقصی، کعبتہ الصغر ی اور دیوار گریہ واقع ہیں ۔اس کے علاوہ قریب ہی گرجے بھی موجود ہیں جن کی تاریخ کافی پرانی ہے۔اقصی، کعبتہ الصغر ی کی یہ عبادت گاہ جس پہاڑی پر واقع ہے اسے کوہ صہیون کہتے ہیں۔ اقصی کی بنیاد یعقوب نبی نے رکھی تھی۔ کچھ اسے ابراہیم نبی سے منسوب کرتے ہیں۔ اور اسی کو مسجد اقصی کہا جاتا ہے۔ یہ بیت اللہ سے چالیس سال بعد بنائی گئی تھی۔ اس کی اور شہر کی تجدید سلیمان نبی نے کی تھی۔ اس ہی جگہ پر ہیکل سلیمانی بھی تعمیر کیا تھا جو بعد میں تباہ ہو گیا۔اسی وجہ سے یہودی قوم بیت المقدس کو مسمار کر کے ہیکل سلیمانی بنانا چاہتی ہے۔ اسی ہیکل سلیمانی میں سلیمان نبی نے تابوت سکینہ رکھا تھا، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کے ہیکل سلیمانی بنایا ہی تابوت سکینہ کے لیے گیا تھا۔ بعد میں سائرس نے یہودیوں کو دوبارہ شہر آباد کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ شہر اور بیت المقدس دوبارہ

آباد کیۓ گئے۔ لیکن یہاں پر تابوت سکینہ نہیں ملا جو تباہی کے بعد بابل کے لوگ لے گئے تھے۔ یہ تقریبا تینہزار سال پرانی بات ہے۔اس کا مطلب ہے کے تابوت سکینہ دو ہزار سات سو سال پہلے لا پتہ ہو گیا اور دوبارہ نہیں ملا۔ حالانکہ ہیکل سلیمانی دوبار دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا۔فنان نے ملکہ کو مکمل تاریخ سے آ گاہ کیا تھا۔

تو ہیکل سلیمانی سوائے دیوار کے اب موجود نہیں ہے؟ ملکہ نے تصدیق چاہی تھی۔

بالکل ملکہ یہ مسمار کر دیا گیا تھا۔عیسی نبی کی پیدائش اور تبلیغ اسی شہر کی ہے۔ یہاں کے لوگوں نے ان کے ہاتھوں اپنا مذہب تبدیل کیا اور اس جگہ پر کچھ گرجے تعمیر کر لئے۔کوئی نہیں جانتا کے یہ گرجے ہیکل سلیمانی والی جگہ پر تعمیر کیۓ گئے یا اُس کے پاس، لیکن یہودی اسے مسجد اقصی کی بنیادوں میں تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔مسلمانوں نے جب اس شہر کو فتح کیا، تب انھوں نے کعبتہ الصغر ی جسے ڈوم آف دی راک کہا جاتا ہے اس پر گنبد بنایا۔ جو اب بھی موجود ہے اور آپ سامنے دیکھ بھی سکتی ہیں۔دراصل یہ ایک چٹان پر بنایا گیا ہے۔ جو ابراہیم نبی کے بعد آنے والے ہر نبی کے لیے مقدس ہے۔ ابراہیم نبی سے لے کر محمد نبی تک سب کے لیے یہ خاص تھی۔اس کے علاوہ موجودہ مسجد اقصی بھی تب ہی بنائی گئی تھی۔

دونوں عمارتیں ہی شاندار ہیں۔ ملکہ نے ان کے فن تعمیر کی تعریف کی تھی۔

باتیں کرتے ہوئے اب وہ کعبتہ الصغر ی کے پاس پہنچ چکے تھے۔

ملکہ کبعتہ الصغر ی کے ساتھ یہ آپ جو چھوٹی سی عمارت دیکھ رہی ہیں ۔ یہ ایک تہہ خانہ ہے۔جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کے اصل بیت المقدس یہ ہے اور یہی وہ جگہ ہے جو یہودیوں اور مسیحیوں کے قبلے کے علاوہ مسلمانوں کا بھی قبلہ اول تھی۔ویسے زیادہ تر کے خیال میں یہ سارا حصہ جو مسجد اقصی، کعبتہ الصغر ی اور یہ میدان ہے۔سب ہی بیت المقدس میں آتا ہے اور یہ سارا ہی قبلہ ہے۔(قبلہ اول) اس کے

علاوہ یہ جو نیچے کی طرف صحن ہے۔ یہودی اس طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں۔ کچھ کے خیال میں شاید یہ ہی سب سے مقدس جگہ ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کے وہ اس سب پر قبضہ چاہتے ہیں اور یہاں ایک بڑی عبادت گاہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ جسے وہ پرانا نام دیں گے۔ (ہیکل سلیمانی) جس کا وہ ایک نقشہ بھی بنا چکے ہیں اور اسے صدیوں پرانا نقشہ قرار دیتے ہیں۔ملکہ سب سے خاص بات یہ ہے کے ہم اس تہہ خانے میں جا رہے ہیں۔یہاں پر ہمیں کئی راز مل سکتے ہیں۔فنان نے ملکہ ازبیل کو اپنا اگلا منصوبہ بتایا تھا۔

تو پھر انتظار کس بات کا ہے کوئی طریقہ نکالو وہاں تک پہنچنے کا۔ملکہ نے فنان کو نئی ذمہ داری سونپی تھی۔ وہ دونوں اب اس صحن کا کوئی تنہا گوشہ ڈھونڈ رہے تھے۔

ہمیں اب کعبۃ الصغر ی کے اندر ایک غار نما جگہ ہے وہاں پر جانا ہے۔اس کے بعد ہماری منزل وہ سرنگیں ہیں جو ان عمارتوں کے پاس ہی موجود ہیں۔جس سے وہ مسجد اقصی کی بنیادوں تک رسائی چاہتے تھے۔ان کے خیال سے پرانا معبد اس کے نیچے دفن ہے، تابوت سکینہ سمیت۔اس لیے وہ بہانے بہانے سے اسے کھودتے رہتے ہیں۔ ایک بار ان سرنگوں میں ایک گڑھا بن گیا تھا اور ایک افواہ گردش کرنے لگی تھی کے تابوت سکینہ اس گڑھے سے مل گیا ہے اور اسے خفیہ مقام پر منتقل کر دیا گیا ہے۔اس کے نا ملنے کا شور محض سچ چھپانے کے لیے ہے۔فنان نے ملکہ کو کچھ عرصہ پہلے ہونے والے واقعہ سے آگاہ کیا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے اس بات میں کوئی سچائی ہو سکتی ہے؟ ملکہ ازبیل اب اس کا خیال جاننا چاہتی تھیں۔

ملکہ میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔لیکن کچھ نا کچھ تو ضرور ملا ہوگا۔بغیر آگ کے دھواں نہیں پھیلتا۔ہمیں اس بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

چلو دیکھتے ہیں کے یہاں کیا ہے۔ملکہ کی بات سن کر فنان نے اردگرد نظر دوڑائی کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

ملکہ میرا ہاتھ تھام لیں۔

فنان نے اپنا ہاتھ ملکہ کی طرف بڑھایا تھا۔ملکہ نے ہاتھ تھام لیا تھا۔بس ایک لمحے کی دیر تھی۔وہ ویران گوشہ ایک بار پھر ویران ہو چکا تھا۔

....

وہ سب اس وقت ناشتہ کر کے فارغ تھے اور انتظار ہو رہا تھا احمد دین اور اس کے بیٹے سعد کا۔

کیا ہماری تیاری مکمل ہے؟ ڈمور پروفیسر صارم سے مخاطب تھا۔

شاید اس کو بہت جلدی تھی۔پروفیسر کمین نے اسے ایک نظر دیکھا تھا مگر کہا کچھ نہیں۔رمنا اور فہد کو اس کا رویہ بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔

آج ہمیں کسی تیاری کی ضرورت نہیں۔ہم صرف مہر گڑھ کا راستہ دیکھیں گے۔اسی نام سے موجود پاس کے گاؤں کی طرف جائیں گے۔ہوسکتا ہے باہر سے کھنڈرات بھی دیکھیں۔اس کے لیے ہمیں کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ہم اپنا اصل کام کل سے شروع کریں گے۔

پروفیسر صارم نے آج کا ارادہ بتایا تھا۔اتنے میں احمد دین اور سعد پہنچ گئے تھے۔پروفیسر صارم کو ابھی بہت سے باتیں طے کرنی تھیں۔اس لیے ان کے آتے ہی وقت ضائع کئے بغیر آگے کے معاملات پر بات ہونے لگی تھی۔یہ بات اسلام آباد میں ہی طے کر لی گئی تھی کے ان پانچ کے سوا کسی کو یہ نہیں پتہ چلنا چاہئے کے ان کی آمد کا اصل مقصد تابوت سکینہ کی تلاش ہے۔اس لیے پروفیسر صارم ان سے آگے کے منصوبے پر بات کر رہا تھا۔کیونکہ ان کی گفتگو اردو میں ہو رہی تھی اسی بنا پر کمین اور ڈمور کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ہم مجموعی طور پر پانچ لوگ ہیں اور اگر تم دو بھی شامل ہو تو یہ تعداد سات تک پہنچ جاتی ہے۔کیا ہمیں وہاں کام کرتے ہوئے انتظامیہ یا کسی اور کی طرف سے

مذاہمت کا سامنا تو نہیں کرنا پڑے گا؟ یہی پہلی پریشانی تھی جس کے بارے میں پروفیسر صارم سارا راستہ سوچتے ہوئے آئے تھے۔

اگر آپ کے پاس کسی ادارے کا اجازت نامہ ہے تو مسئلہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ مہر گڑھ ایک ویرانے میں ہے۔وہاں پر کبھی کبھار ہی کوئی آتا ہے۔ اگر ہم اپنی گاڑیاں پاس کی جھاڑیوں میں چھپا دیں تو کسی کو بھی ہماری وہاں موجودگی کی خبر نہیں ہوگی۔زیادہ عرصہ اگر ہمارا کام چلتا ہے تو ہمیں انتظامیہ کو مطمئن کرنا ہوگا۔ویسے اگر ہم پہلے ہی انتظامیہ سے بات کر لیں تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔دوسرا اگر کسی غیر ملکی ادارے کی طرف سے اجازات نامہ ہو کے، آپ ایک تاریخی جگہ کی کھدائی کرنا چاہتے ہیں تو بہت آسانی ہو جائے گی۔احمد دین کا اشارہ لازمی طور پر پروفیسر کین اور ڈمور کی طرف تھا۔وہ دیکھنے میں ہی غیر ملکی لگ رہے تھے۔

تو اس کے لیے ہمیں کیا کرنے کی ضرورت ہے؟ پروفیسر صارم نے سوال کیا۔اس سے پہلے تو وہ تنہا آتا تھا اور انہیں کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔اگر کبھی کسی نے پوچھا بھی تو جامعہ کا حوالہ کافی ہوتا تھا لیکن اس بار معاملہ الگ تھا دوسرا انہیں اس میں کافی دن لگ سکتے تھے۔

ہمیں بلوچستان کے آثار قدیمہ کی انتظامیہ سے باقاعدہ اجازت لینی چاہئے۔جس کے لیے ہمیں کوئٹہ جانے کی ضرورت ہے۔مجھے یقین ہے یہ اجازات ہمیں مل جائے گی۔اس طرح مقامی پولیس اور ضلعی انتظامیہ بھی ہماری مدد کرنے کی پابند ہوگی۔آج اگر آپ مہر گڑھ جانا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے چلتے ہیں۔لیکن کل آپ کوئٹہ چلیں جائیں۔احمد دین نے اپنا مشورہ دیا تھا۔

ٹھیک ہے کچھ سوچتے ہیں اس بارے میں ۔ابھی تو مہر گڑھ کے لیے نکلتے ہیں۔

پروفیسر صارم نے سب کو اشارہ کیا تھا اور خود بھی وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

ہوٹل سے نکلنے سے پہلے انھوں نے اپنے کمرے اچھے سے بند کئے تھے۔اس کے بعد وہ حصہ بھی بند کر دیا تھا، جو انھوں نے اپنے لیے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ڈمور نے اپنے پاس موجود جدید کیمرہ وہاں نصب کیا تھا۔ یہ کیمرہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا تھا۔ جسے آپ جہاں چاہیں نصب کر سکتے تھے۔اس سب کے بعد وہ ہوٹل کی عمارت سے باہر نکل آئے تھے۔

احمد دین اور سعد، تم رمنا اور فہد کے ساتھ ان کی جیپ میں جاؤ گے۔ ہم لوگ آپ کے پیچھے دوسری گاڑی میں ہوں گے۔

چاروں نے سر ہلایا تھا اور جیپ میں سوار ہونے لگے تھے۔ فہد اور رمنا اگلی نشتوں پر تھے۔ جبکہ پیچھےسعد اور احمد دین تھے۔انھوں نے اپنا موٹر سائیکل وہاں پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ پجارو میں آگے کی نشست پر پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین تھے۔ ڈمور پچھلی نشت پر تھا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ہوٹل سے باہر نکل آئی تھیں۔ یہ ہوٹل ہائی وے پر تھا۔سڑک کافی اچھی بنی ہوئی تھی، اس لیے ان کی رفتار تیز تھی۔

پھر کیا طے ہوا؟

گاڑی کے چلتے ہی پروفیسر مکین نے سوال کیا۔ویسے تو ڈمور بھی جاننا چاہتا تھا لیکن وہ اس کے لیے زیادہ پریشان نہیں تھا۔ کیونکہ اس نے ساری گفتگو محفوظ کر لی تھی۔ یہ سب نا صرف اس نے کہیں بھیجنا تھا بلکہ خود بھی مترجم سوفٹ ویر میں ڈال کر اس کا مطلب بھی جاننا تھا۔لیکن پھر بھی اسے یہ جاننے میں دلچسپی تھی۔ کیا وہ ان کو سچ بتا تا ہے یا نہیں۔

احمد دین کا خیال ہے پہلے ہمیں کوئٹہ جا کر اجازات لینی چاہیے۔ اس طرح ہمارے طویل کام میں رکاوٹ نہیں ہو گی۔ اس کے ساتھ ہمیں سرکاری طور پر مدد مل جائے گی۔ کام لمبا ہونے کی صورت میں ہمیں کوئی ڈر بھی نہیں ہو گا۔ پروفیسر صارم کو اندازہ تھا کے اسے ہر بات صاف رکھنی ہے۔اسی لئے سب کچھ بتا دیا۔

پھر کیا خیال ہے آپ کا؟

پروفیسر مکین پروفیسر صارم کی رائے جاننا چاہتے تھے۔ بہرحال وہ پاکستانی تھے۔ یہاں کے ماحول کو بہتر سمجھتے تھے۔ دوسرا وہ یہاں پر پہلے بھی آتے رہے تھے۔

میرے خیال سے ہمیں سب کچھ قانونی طور پر کرنے کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی ہمیں کونسا وہاں سے کچھ چرانا ہے۔ صرف معلومات ہی تو چاہئے۔ رہا مسئلہ تابوت سکینہ کا، کے اگر وہ ہمیں مل گیا تو پھر کیا ہوگا؟ یہاں ہم سب اس وعدے کے پابند ہیں جو آپ سے کر چکے ہیں۔ لیکن اسے باہر کیسے لے کر جانا ہے۔ وہ آپ کا کام ہے۔ ہم زیادہ سے زیادہ سبی ہوٹل تک آپ کی مدد کر سکیں گے۔

پروفیسر صارم نے سب کچھ واضع کر دیا تھا۔ انھیں اس تابوت سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ ڈمور اور پروفیسر مکین مطمئن ہو گئے تھے۔ دوسرا تابوت ملنے کی صورت میں اسے یہاں سے لے جانے کی ذمہ داری ڈمور کی تھی۔ وہ جانتے تھے وہ یہ سب بہت آرام سے کر لے گا۔

ٹھیک ہے، ہم کل کوئٹہ جا رہے ہیں تا کہ قانونی تقاضے پورے کر لیں۔

پروفیسر مکین نے بھی اپنا ووٹ اجازات لینے کے حق میں دے دیا تھا۔ ڈمور نے بھی کندھے اچکا کر اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا۔ وہ بولان پاس کے قریب سے گزرتے ہوئے ڈھاڈر پہنچ گئے تھے۔ سبی سے یہ تیس کلومیٹر کی دوری پر تھا۔ لیکن مہر گڑھ پہنچنے کے لیے مزید وقت لگا تھا۔ پھر بھی وہ پچاس منٹ میں مطلوبہ جگہ پہنچ چکے تھے۔ مہر گڑھ بالکل ویران جگہ پر تھا۔ مگر اس سے تھوڑا ہٹ کر ایک گاؤں نظر آ رہا تھا جس کا نام بھی مہر گڑھ تھا۔ احمد دین یہاں کا ہی رہنے والا تھا۔ یہ چھوٹا سا گاؤں مٹی اور گارے سے بنا ہوا تھا۔ اس کی آبادی بہت کم تھی۔ مہر گڑھ کے آثار قدیمہ کے آنے سے پانچ منٹ پہلے انہیں مہر گڑھ کا بورڈ بھی نظر آیا تھا۔ اردگرد کا علاقہ بنجر تھا۔ کہیں کہیں جھاڑیاں تھیں اور کچھ سر سبز بھی تھیں۔ یہ آثار قدیمہ پکی سڑک سے زیادہ دور نہیں تھے۔

یہاں سے کچھ ہٹ کر ایک دریا بھی گزرتا تھا۔شاید کسی زمانے میں وہ مہر گڑھ کے قریب سے بھی گزارتا ہومگر اس وقت یہ آثار قدیمہ ایک بیابان مقام تھا۔ جہاں کچھ ہٹ کر چند کھیت بھی تھے۔ انھوں نے آگے جانے یا گاڑی سے اترنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ سب صرف علاقے کی موجودہ صورتحال جاننا چاہتے تھے۔ فہد نے یہ سب پہلی بار دیکھا تھا۔ جبکہ باقی سب تو کبھی نا کبھی یہاں آ چکے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ دونوں ایک خاموش زیرِ زمین راہ داری میں کھڑے تھے۔ یہ کعبۃ الصغیری کی اندرونی راہ داری تھی جو مقدس چٹان کی طرف جاتی تھی۔ یہ ایک غار نما راستہ تھا جو ہر طرف سے پتھروں سے بنا ہوا تھا۔اس کے علاوہ وہاں ایک چھوٹا سا غار نما کمرہ بھی تھا۔ وہ دونوں اس راہ داری سے چلتے ہوئے وہاں پہنچ گئے تھے۔ جہاں کچھ لوگ عبادت میں مصروف تھے۔ وہ دونوں بھی وہاں دوزانوں بیٹھ گئے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی باقی سب وہاں سے جانے لگے تھے۔ ملکہ اور فنان اسی بات کے انتظار میں تھے۔ دونوں اب وہاں تنہا تھے۔ کمرے کی چھت کافی نیچی تھی ۔وہاں انہیں اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ملکہ ازبیل نے باہر نکلنے کے لیے قدم بڑھائے تھے۔ مگر جانے پھر کیا خیال آیا تھا اور ملکہ نے وہاں رک کر پاس موجود ستون پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

ملکہ کی آنکھیں بند تھیں اور وہ منہ میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ اتنے میں دو لوگ اور کمرے میں داخل ہوئے تھے لیکن ان دونوں پر کسی نے بھی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ آتے ہی عبادت میں مشغول ہو گئے تھے۔ جانے کونسے مذہب کے تھے فنان کو اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

ملکہ ازبیل کے آنکھیں بند کرتے ہی اُس کی اندر کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہاں ہر طرف سفیدی چھائی ہوئی تھی۔ اس سفیدی میں سے جو چیز ملکہ کو سب سے پہلے نظر آئی تھی وہ ایک بزرگ تھے۔ ایک سفید لمبی داڑھی والے ضعیف آدمی۔ وہ اپنی عبادت میں

مشغول تھے۔ اُنھوں نے ایک سفید چوغہ پہن رکھا تھا۔اس کے علاوہ اُن کے پاس ایک ڈنڈا رکھا ہوا تھا۔وہ غالباً ایک لاٹھی تھی جو شاید سہارے کے لیے تھی۔ اس کے بعد ایک اور منظر آیا تھا۔اس منظر میں بھی کچھ لوگ یہاں عبادت میں مصروف تھے۔ منظر ایک بار پھر بدلہ تھا اور اب یہاں کچھ لوگ بیٹھ کر کسی مسئلے پر بات جیت کر رہے تھے۔ جو لوگ اب یہاں موجود تھے ان کے لباس اور حلیے سے لگ رہا تھا کے وہ کوئی بڑی شخصیات ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ لوگ مذہبی پیشوا کے روپ میں بھی نظر آ رہے تھے۔

اس سے پہلے کے کوئی اور آتا یا کمرے میں موجود لوگ اپنی عبادت سے فارغ ہوتے، ملکہ ازبیل نے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔فنان بھی ملکہ کے پیچھے ہی باہر نکل گیا تھا۔اب ان کا رخ اس چٹان کی طرف تھا جس پر گنبد بنایا گیا تھا۔ چند لمحوں میں ہی وہ وہاں پہنچ چکے تھے۔ایک چٹان تھی جس کے چاروں طرف جنگلہ بنا ہوا تھا۔اس چٹان پر ایک گول کمرہ نما گنبد تھا۔عمارت میں اندر کی طرف بہت ہی خوبصورت نقش نگاری کا کام کیا گیا تھا۔اس کی اونچائی دو منزل کے برابر تھی۔اس کی خوبصورتی سے وہ دونوں بہت متاثر نظر آ رہے تھے۔ملکہ کی کوشش تھی کے وہ اس چٹان کو چھو کر اس کے بارے میں مکمل معلومات لے سکیں۔لیکن اس میں مسئلہ یہ تھا کے یہاں اس غار نما کمرے کی نسبت رش زیادہ تھا۔دوسرا یہاں کافی ملازم بھی آ جا رہے تھے۔ اندر تو ملکہ نے روح کے سکون کی دیوار قرار دی جانے والی اس دیوار کو چھو کر معلومات لے لی تھیں۔لیکن اب یہاں اسے یہ مشکل لگ رہا تھا۔

ابھی وہ اردگرد دیکھ ہی رہے تھے کے ان کی نظر ایک ایسے جوڑے پر پڑی جو شاید پہلی بار یہاں آیا تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور مقامی شخص بھی تھا جو ان کو ہر چیز کے بارے میں معلومات فراہم کر رہا تھا۔ملکہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔ وہ دیواروں پر موجود نقش نگاری کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں موجود ستونوں کے بارے میں بتانے لگا۔ آخر ملکہ ازبیل کی خواہش کے مطابق وہ ان جالیوں کی طرف آ

گیا جو اس چٹان کے گرد موجود تھیں۔ وہ جوڑا آگے ہو کر اس چٹان کو دیکھنے اور چھونے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی بات کا ملکہ کو انتظار تھا۔ اس نے ان کے ساتھ تھوڑا بیٹھتے ہوئے لمبا ہاتھ بڑھا کر چٹان کو چھو لیا تھا۔ اب وہ آنکھیں بند کر کے اس کے بارے معلومات لے رہی تھیں۔

سفید چادر سامنے سے ہٹی تھی اور سامنے کا منظر ملکہ کے لیے بے انتہا حیرت کا باعث تھا۔ وہاں ایک بارُعب شخص موجود تھا۔ وہ چٹان کے اُوپر کھڑا تھا اور بہت سے لوگ اس چٹان کے اردگرد موجود تھے۔ وہ شخص شاید اُن کو کسی بات کا درس دے رہا تھا۔ اس چٹان کے آس پاس بہت سے لوگ موجود تھے۔ ان میں بچے اور خواتین بھی تھیں۔ یہ چٹان ایک پہاڑی پر موجود تھی اور اس کے اردگرد بھی بہت سے پہاڑ تھے۔ انہی پہاڑوں پر ہر طرف چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہوئے تھے۔ منظر سفید دھند میں گم ہو گیا تھا اور اب وہاں ایک نیا منظر اُبھر رہا تھا۔ ہر طرف شور تھا گرد و غبار اُڑ رہا تھا، سامنے ہی کچھ لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں کوئی نقشہ تھا۔ وہ شاید کسی عمارت کی تعمیر کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہاں تعمیراتی کام تیزی سے جاری تھا۔ ایک ساتھ ہی وہاں کافی کچھ بن رہا تھا۔ ایک بار پھر منظر بدلہ تھا، اس چٹان پر ایک نوجوان بہت ہی سادہ حلیے میں موجود تھا۔ وہ شاید لوگوں سے اُن کے مسائل سن رہا تھا۔ لیکن اب کی بار عمارتیں تو اُس چٹان کے پاس موجود تھیں لیکن اُن کا مقام اور ہیت بدل چکی تھی۔ منظر ایک بار پھر سفید چادر سے سورج کی طرح طلوع ہوا تھا۔ اس دفعہ منظر رات کا تھا۔ رات کے اندھیرے کے باوجود ملکہ دیکھ سکتی تھی کے وہاں عمارتیں اور اُن کی ہیت ایک بار پھر بدل چکے تھے۔ بلکہ بہت سی نئی عمارتوں کا اضافہ بھی ہو چکا تھا۔ رات کی تاریکی میں دن کا سماع تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہاں کوئی محفل جاری ہو۔ وہاں سب کچھ اتنا روشن اور سحر انگیز تھا کے ملکہ کے لیے اُس منظر میں مزید رکنا ممکن نہیں تھا۔

ملکہ ازبیل کی توجہ اب کسی طرف نہیں تھی ۔لیکن فنان ہر طرف نظر رکھے ہوا تھا کسی وقت بھی صورتحال خراب ہوسکتی تھی۔ملکہ کو چٹان پر ہاتھ رکھے ہوئی کچھ دیر گزر چکی تھی۔فنان اب چاہتا تھا کے ملکہ پیچھے ہٹ جائیں ۔لیکن اس سے پہلے کے ملکہ ہاتھ ہٹا کر کھڑی ہوتی ،اس پر اسی جوڑے میں سے عورت کی نظر پڑ چکی تھی۔وہ کچھ حیران ہوکر صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی ۔اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتی فنان کو حالات کی نزاکت کا احساس ہوگیا تھا۔فنان نے کچھ بھی کہے بغیر ملکہ کا دوسرا ہاتھ تھام لیا تھا۔جیسے ہی اس عورت نے گھبرا کر ساتھ موجود مرد کو متوجہ کرنے کے لیے اپنا چہرہ دوسری طرف کیا،تب ہی فنان نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔دونوں مرد اور ساتھ موجود عورت نے جب دوبارہ وہاں دیکھا تو ان کے ساتھ تو جگہ خالی تھی، وہاں کوئی نہیں تھا۔اس نے اس عورت کو خوفزدہ کر دیا تھا اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ساتھ موجود مرد دوبارہ عمارت کی طرف متوجہ ہو چکے تھے ۔جبکہ وہ عورت خوفزدہ نظروں سے اپنے اردگرد دیکھ رہی تھی۔اسے اچھے سے یاد تھا کے ایک بہت ہی خوبصورت عورت اپنا لمبا سا ہاتھ آگے کی طرف نکال کر اس چٹان کو چھو رہی تھی۔نجانے ان جالیوں سے اس نے اندر ہاتھ کیسے ڈالا تھا اور اب کہاں غائب ہو چکی تھی۔وہ عورت سہم چکی تھی اور اپنے ساتھ موجود مرد کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔اسے یقین تھا کے جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ حقیقت ہے۔لیکن اس کا یقین کون کرے گا؟ بلکہ سب نے اس کا مذاق اڑانا تھا۔وہ بار بار خوفزدہ نظروں سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہی تھی،مگر اب اُس نے مزید کچھ نہیں کہا تھا۔

❂ ...... ❂ ...... ❂

وہ سب اس وقت ہوٹل کے ہال میں موجود تھے۔سارا حصہ بک ہونے کی وجہ سے ان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔احمد دین اوسعد جا چکے تھے۔ احمد دین کو صبح ان کے ساتھ کوئٹہ جانا تھا۔وہ سب ہی جا رہے تھے،کیونکہ ان سب کو اپنا اندراج کروانا تھا۔ممکن تھا کے کوئی سرکاری وفد ان کے کام کا جائزہ لینے یا معاونت کی غرض سے آ جائے۔ایسے

میں وہ کوئی رکاوٹ نہیں چاہتے تھے۔اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد ان کا مقامی انتظامیہ سے رابطے کا بھی ارادہ تھا۔پروفیسر مکین آج اچھے مزاج میں تھا۔ہلکی پھلکی بات جیت چل رہی تھی۔

پروفیسر صاحب ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟ڈمور نے پروفیسر مکین کو مخاطب کیا تھا۔وہ بھی شاید ماحول کی خوشگواری کا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

جی ضرور آپ کو کون روک سکتا ہے۔پروفیسر مکین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔باقی سب بھی ان دونوں کی طرف ہی متوجہ تھے۔

پروفیسر صاحب میں آپ کی ایک معاملے میں رائے لینا چاہتا ہوں۔ایتھوپیا کے ایک گرجا گھر میں تابوت سکینہ کی موجودگی کا دعوی کیا جاتا ہے۔وہاں اس گرجا گھر میں نا صرف ایک تابوت موجود ہے بلکہ اس تابوت کی شبیع اور بہت سے اتھوپین گرجا گھروں میں موجود ہیں۔اس کو تاریخی طور پر کیسے بیان کیا جاتا ہے۔اس سے ہٹ کر کیا اس میں کوئی سچائی ہے؟کیا کبھی آپ نے اس دعویٰ کو جانچنے کی کوشش کی ہے؟کوئی ٹھوس بنیاد ہے اس بات کی،کہ وہاں موجود صندوق،صندوق سکینہ ہوسکتا ہے۔

ڈمور کا سوال ایسا تھا جس میں رمنا کو بھی بہت دلچسپی تھی۔باقی سب بھی پروفیسر مکین کی تحقیق جاننے کے لیے پرجوش تھے۔

تم ایتھوپیا کے 'چرچ لیڈی میری زین' کی بات کر رہے ہو؟پروفیسر مکین نے تصدیق چاہی تھی۔

جی بالکل میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔ڈمور نے جواب دیا۔

ایتھوپیا کے علاقے عقسم میں واقعہ یہ چرچ بہت پرانا ہے۔لیکن خستہ ہونے کی بنا پر 1950 میں نیا بنایا گیا تھا جو پرانے چرچ کے قریب ہی ہے۔اس چرچ کی تعمیر تیسری بار کی گئی ہے۔یہ بہت ہی پرانا ہے۔کہا جاتا ہے اس جگہ پہلے بھی ایک بادشاہ کی عبادت گاہ تھی۔جب بادشاہ نے اور اُس کے ساتھیوں نے عیسائیت قبول کی تو

انھوں نے اسے چرچ میں تبدیل کر دیا۔ پرانے چرچ میں عورتوں کو آنے کی اجازات نہیں تھی۔ نئے میں وہ آ سکتی ہیں لیکن شاید صحن تک اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی چرچ میں تابوت سکینہ کی موجودگی کا اب بھی دعویٰ کیا جاتا ہے۔ تابوت سکینہ کو باقی دنیا میں آرک آف کونونٹ کہا جاتا ہے۔ البتہ مسلم دنیا میں قرآن کے حوالے سے تابوت سکینہ کہا جاتا ہے۔ ایک برطانوی پروفیسر نے اس پر 1992 میں میں اپنی ایک تحقیق میں کہا تھا کہ 1941 میں جب وہ ایک آرمی آفسر تھا۔ اس نے خود اس صندوق کا جائزہ لیا تھا جو لکڑی سے بنا ہوا تھا اور بالکل خالی تھا۔ مقامی طور پر اسے جتنی مرضی اہمیت دی جائے باقی دنیا میں اس دعویٰ کی کوئی اہمیت نہیں۔ پروفیسر مکین نے اپنے حوالے سے کوئی رائے نہیں دی تھی۔ لیکن اس سب کو بیان کرنے کا مقصد یہی تھا، کے وہ اسے ہی سچ سمجھتے ہیں۔

ملکہ بلقیس کہ حوالے سے بھی تو کچھ دعویٰ وہاں کے لوگ کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ دونوں کی کیا رائے ہے۔

رمنا نے پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم سے سوال کیا۔ ڈمور نے ایک بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ مطلب وہ بھی کافی تحقیق کر کے آئی تھی۔ ڈمور بھی یہی پوچھنے والا تھا۔ اس لیے وہ بھی ان دونوں کی طرف متوجہ تھا۔ فہد کو بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن ملکہ بلقیس کا زکر سن کر اُسے بھی دلچسپی ہو گئی تھی۔

ملکہ بلقیس کا سلیمان نبی کے پاس یروشلم جانا۔ ان کا دین قبول کرنا۔ اس کے ساتھ ان کی اطاعت کرنا۔ قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن ملکہ بلقیس کا ان سے شادی کرنا یا ان کے ہاں بیٹا ہونا۔ یہ سب ثابت نہیں۔ ملکہ بلقیس صبا نام کی ریاست پر حکومت کرتی تھی۔ ان کا دارالخلافہ شاید آج کے یمن میں تھا۔ اس بات پر پروفیسر صارم نے تفصیل سے وضاحت دی تھی۔

بالکل درست کہا آپ نے پروفیسر صارم۔ ان کا یہ دعویٰ کے ملکہ بلقیس کے

بعد ان کا اور سلیمان نبی کا بیٹا بادشاہ بنا تھا۔ اس علاقے کا جسے آج ایتھوپیا کہا جاتا ہے۔ وہ تابوت سکینہ کی وہاں موجودگی کی یہی دلیل دیتے ہیں، کہ ان کا بیٹا اپنے والد سلیمان نبی کو ملنے گیا تھا اور تابوت سکینہ لے آیا۔

پروفیسر مکین نے پروفیسر صارم کیبات میں مزید اضافہ کیا تھا۔ان کا اس پر حتمی انداز یہ بات عیاں کر رہا تھا کے وہ اس پر مکمل تحقیق کر چکے ہیں۔وہ اس روایت یا دعویٰ کو درست نہیں مانتے۔

مطلب آپ دونوں کے خیال میں تابوت وہاں نہیں ہے صرف دعویٰ کیا جاتا ہے۔ڈمور صاف جواب چاہ رہا تھا۔

میرا خیال سے اس کا یہی مطلب ہے۔ پروفیسر صارم نے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ کر جانے لگے۔ان کو جاتا ہوا دیکھ کر باقی سب بھی سونے کے لیے اٹھ گئے تھے۔ صبح ان کو کوئٹہ جانا تھا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

ملکہ ازبیل نے جب تک آنکھیں کھولیں وہ چاند پر اپنی عارضی قیام گاہ میں موجود تھے۔چاند کی ملکہ کو اندازہ ہو چکا تھا کے کیا ہوا ہوگا۔اس لیے اس نے فنان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ملکہ ازبیل خود تو پرسکون تھیں لیکن فنان بے چینی سے کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا۔ملکہ کو حیرت ہو رہی تھی کے وہ اتنا پریشان کیوں ہے۔

فنان تمہیں کیا ہوا ہے؟ ہم دوبارہ جا کر معلومات لیں گے۔حلیہ بدل لیں گے۔تم کیوں اتنے بے چین ہو رہے ہو؟

ملکہ میں جانتا ہوں کے ہم دوبارہ جا سکتے ہیں۔ اور یقینی طور پر جائیں گے بھی،لیکن میری پریشانی کی وجہ کچھ اور ہے۔

اگر وجہ یہ نہیں تو پھر کس بات سے خوف زدہ ہو؟ ملکہ حیران تھی کونسی چیز سے وہ بے چین ہے۔جب سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔

ملکہ زمین کے اس چاند پر جہاں ہم موجود ہیں وہاں زمین پر واقع ایک ملک امریکہ کا خفیہ ٹھکانا ہے۔ فنان نے اپنی پریشانی بتائی۔

تو اس سے ہمیں کیا مسئلہ ہے؟ ملکہ ازبیل حیران ہوئی۔

ملکہ مجھے شک ہے کے وہ ہماری موجودگی سے واقف ہیں یا کم از کم اسے محسوس کر رہے ہیں۔ ملکہ بالکل بھی پریشان نہیں ہوئی تھی۔

تمہیں یقین ہے؟

جی ملکہ۔ فنان نے حیران ہوتے ہوئے جواب دیا تھا۔

تو ٹھیک ہے میرے ساتھ آؤ۔

ملکہ نے قدم کمرے سے باہر بڑھا دئے تھے۔ فنان نا سمجھتے ہوئے بھی ملکہ کے پیچھے چل پڑا تھا۔ اس عارضی پناہ گاہ سے باہر نکل کر ملکہ نے اپنا ہاتھ زمین کو لگایا تھا، اور دوسرا ہاتھ فنان کی طرف بڑھا دیا تھا۔ جسے اس نے فوراسے بیشتر تھام لیا تھا۔ فنان سمجھ چکا تھا کے ملکہ کیا کرنے والی ہیں۔ وہ کوئی محفوظ جگہ تلاش کر چکی ہیں۔ چند لمحوں کا کھیل تھا۔ جب فنان کچھ دیکھنے کے قابل ہوا تو اس نے خود کو ایک غار میں پایا۔ ملکہ ازبیل بھی وہاں موجود تھی اور ایک چھوٹے سے تخت پر بیٹھی مسکرا رہی تھیں۔

ملکہ ہم اس وقت کہاں ہیں؟ فنان نے سوال کیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں ہوا تھا کے وہ اس وقت کہاں ہیں۔

ہم اس وقت زمین کے چاند پر ہی موجود ہیں۔ لیکن اس چاند کے اوپر نہیں اندر۔ ملکہ مسکرائی تھی۔

جوابی طور پر فنان کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آخر وہ چاند کائنات کی ملکہ تھی۔ بھلے وہ اپنی کائنات میں موجود نہیں تھی۔ پر تھی تو چاند پر ہی نا۔

اب بتاؤ یروشلم کا کیا کرنا ہے۔ کیا ہمیں وہاں دوبارہ جانا ہے؟ ملکہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ہمیں دوبارہ وہاں جانے کی ضرورت ہے۔ پہلے ہم مسجد اقصیٰ کے پاس موجود سرنگوں میں جائیں گے۔ جن میں وقتاً فوقتاً کھودائی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے بعد ہم شہر سے تھوڑا ہٹ کے جو داود نبی کا محل دریافت ہوا ہے، وہاں جائیں گے۔ اس کے بعد ہماری وہاں کی کھوج مکمل ہو جائے گی۔ پھر ہی فیصلہ ہو گا کے ہمارا اگلا قدم کیا ہو گا۔ فنان نے ملکہ کو تفصیلات بتائی تھیں۔

ٹھیک ہے پھر کب تک چلنا چاہئے؟ ملکہ اس کے منصوبے سے متفق تھی۔

ملکہ مجھے لگتا ہے کے ہمیں کچھ وقت تک انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس وقت وہاں شام ہونے والی ہے۔ تو ہم ابھی نہیں جائیں گے۔ میرے خیال سے ہمیں صبح کا انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

صبح کے وقت سب ہی تیار تھے۔ کوئٹہ کے لیے سفر کا آغاز شروع ہو گیا۔ احمد دین ان کے ہمراہ تھا۔ اس کے پاس مقامی معلومات ان سب سے زیادہ تھیں۔ سبی سے کوئٹہ کا سفر تین گھنٹے کا تھا۔ وہ سات بجے ہوٹل سے نکل آئے تھے۔ ان کو امید تھی وہ دس بجے اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ فہد کے لیے یہ سب بہت انوکھا تھا۔ اُس نے اس سے پہلے کبھی بلوچستان کا سفر نہیں کیا تھا۔ احمد دین ان کی جیپ میں ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اسے کوئٹہ کے بارے میں معلومات دے رہا تھا۔ رمنا کی مکمل توجہ سڑک کے پار ڈھلوانوں اور زمین پر تھی۔ اسے یہ سب ہمیشہ سے بہت پر کشش لگتا تھا۔ اس سرزمین کو زمین کا مارس ایسے ہی نہیں کہتے۔ اکتوبر کا اختتام تھا، گو کے سبی میں ابھی گرمی تھی لیکن کوئٹہ کا موسم یہاں سے مختلف تھا۔ جیسے جیسے کوئٹہ قریب آ رہا تھا موسم خوشگوار ہو رہا تھا۔

یہ سب بہت خوبصورت ہے۔ ڈمور نے تعریف کی تھی۔

تم نے ٹھیک کہا۔ مجھے 1976 کا سبی یاد ہے۔ آپ سبی کے ریلوے اسٹیشن

اور بس سٹاپ پر غیر ملکیوں کو عام دیکھ سکتے تھے۔ میں اپنے سارے خاندان کے ساتھ آیا تھا اور ہم نے ٹرین اور بس پر سبی سے کوئٹہ کا سفر کیا تھا۔ سبی میں دیکھنے کی اتنی جگہیں ہیں کے آپ کو کم از کم ایک ہفتہ درکار ہے۔ پروفیسر مکین نے پرانی یاد تازہ کی تھی۔ پروفیسر صارم اس بات سے واقف تھا لیکن ڈمور حیران ہو رہا تھا۔

کیا سب کچھ اتنا محفوظ تھا؟ ڈمور کے سوال پر پروفیسر مکین نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

آپ کبھی سیاحت کے غرض سے بھی تشریف لائیں یہاں۔ پروفیسر صارم نے لطیف سا طنز کیا تھا۔ وہ اس وقت اپنی توجہ گاڑی چلانے پر مرکوز رکھے ہوئے تھے۔ ڈمور نے دوبارہ کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اسے اندازہ تھا وہ دونوں اسے کیا جتا رہے تھے۔

سیاحت کے لیے کبھی پاکستان میں یورپ سے بسیں آیا کرتی تھیں۔ یہ سب تو افغان، روس جنگ کے بعد ختم ہوا تھا۔ پروفیسر مکین نے بھی اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

ڈمور نے پاکستان میں پہلی بار سفر 2000 میں کیا تھا اس لیے یہ سب اس کے لیے اچھنبے کا باعث تھا۔ کچھ دیر گاڑی میں مکمل خاموشی رہی تھی۔ لیکن ڈمور کو پتہ نہیں کس بات کی بے چینی تھی۔

کیا اجازات مل جائے گی؟ اگر پھر ہماری جاسوسی کی گئی تو؟

ڈمور ان دونوں سے ہی مخاطب تھا۔ گاڑی میں وہ تینوں ہی اس وقت موجود تھے۔ پروفیسر صارم نے جواب نہیں دیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے پروفیسر مکین نے پروفیسر صارم کو دیکھا تھا۔ پھر اپنا رخ موڑ کر پیچھے بیٹھے ہوئے ڈمور کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

پہلی بات، ہمارے پاس عالمی آثار قدیمہ کی کھوج کا اجازت نامہ موجود ہے اور مہر گڑھ عالمی ورثہ ہے۔ دوم، ہم وہاں نا چوری چھپے جا رہے ہیں نا کچھ چوری کر رہے ہیں۔ رہا مسئلہ کے اگر وہاں تابوت سکینہ ہوا تو تم اسے وہاں سے کیسے نکالو گے؟ تو یہ

تمہارا مسئلہ ہے۔ ہمارا کام صرف اُسے ڈھونڈنے یا زیادہ سے زیادہ ہوٹل پہنچانے تک ہوگا۔ باقی اگر وہ تابوت یہاں موجود بھی ہوا تو کہیں دبا ہوا نہیں ملے گا۔ بلکہ کسی خاص کمرے میں ہوگا۔ ہم جب اس کمرے تک پہنچیں گے ہمیں اندازہ ہو جائے گا۔ ویسے بھی وہاں موجود ہر چیز پہلے ہم ہی دیکھیں گے۔ جب تک کسی اور کو خبر ہوگی، اسے محفوظ کرنے کا تمہارے پاس کافی وقت ہوگا۔

پروفیسر مکین کافی سنجیدہ تھے۔ ڈمور مطمئن ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے اجازت نامہ لینے کا سن کر وہ اندر سے کچھ پریشان تھا۔ گیارہ بجے سے کچھ پہلے وہ صوبائی آثار قدیمہ کے دفتر میں موجود تھے۔ انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین کے حوالے بہت مضبوط تھے۔ پروفیسر مکین تو آثار قدیمہ کے ایک عجائب گھر کے نگران بھی تھے۔ ملکی اور غیر ملکی ماہرین کی موجودگی میں کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔ صرف ان کو واپسی پر اپنی رپورٹ جمع کروانی تھی۔ جس کا مقصد ان معلومات کو اکٹھا کرنا تھا۔ ویسے بھی 2000 کے بعد یہاں کوئی کھوج نہیں ہوئی تھی۔ عالمی ادارے مہر گڑھ کو کھویا ہوا خزانہ قرار دیتے ہیں۔ ایسے میں کسی عالمی کوشش سے ہر لحاظ سے فائدے کی امید تھی۔ مقامی مددگار کے طور پر احمد دین اور سعد کا نام دے دیا گیا تھا۔ اس لیے افسران کو اجازت دینے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کوئی رکاوٹ آتی بھی کیسے؟ اٹلی کے سفارت خانے سے محکمہ آثار قدیمہ کی وزارت کو ان کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ سب تو رسمی کاروائی تھی۔

واپسی پر پروفیسر صارم کے مشورے سے سب نے کھانا کھانے کے بعد کچھ خریداری کی تھی۔ کوئٹہ کا چکر لگایا تھا، اور واپسی کے لئے ایک لمبا اور مختلف راستہ اختیار کیا تھا۔ پتہ نہیں پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم ایسا کیوں کر رہے تھے۔ رمنا اور فہد کو سمجھ نہیں آیا تھا۔ فہد البتہ خوش تھا اسے کوئٹہ کی خوبصورتی دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی۔ فہد کو لوگوں کا اسے مڈل ارتھ قرار دینا، بالکل درست معلوم ہو رہا تھا۔ سبی کے ارد گرد کی خوبصورتی بھی

لاجواب تھی۔ ان کو تو صرف سبی کی گرمی سے ہی ڈرایا جاتا تھا۔ لیکن اس کی تاریخی اہمیت پر کبھی بات ہی نہیں کی گئی تھی۔ اس جگہ پر پہلے وقت میں اتنی سیاحت ہوتی تھی۔ مگر اب کسی کے سامنے سبی میں سیر کا نام بھی لیا جائے تو لوگ آپ کو پاگل ہی خیال کریں گے۔ یہاں پر سڑکیں کافی اچھی حالت میں تھیں۔ فہد کو کم از کم اس بات کی اُمید نہیں تھی۔ بلوچستان ایک پسماندہ صوبہ ہے۔ شاید اس کی وجہ سڑکیں نہیں، بلکہ تعلیم اور غربت ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

یروشلم میں صبح کا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ قدم با قدم یروشلم کی سڑکوں پر چہل قدمی کر رہے تھے۔ اردگرد گاڑیوں کی تعداد بہت کم تھی اور چلنے والے ویسے ہی نا ہونے کے برابر تھے۔ ملکہ ازبیل اور فنان نے آج حلیہ بدلا ہوا تھا۔ گو کے آج بھی وہ کوئی یورپی سیاح ہی لگ رہے تھے۔ سڑک پر چلتے چلتے اچانک ہی ملکہ رک گئی تھی۔ وہ حیران ہو کر اپنے دائیں جانب دیکھ رہی تھی۔ ملکہ کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے فنان نے اس سمت دیکھا تھا۔ وہ سڑک کنارے ایک چٹان نما پتھر کی طرف متوجہ تھیں۔ فنان نے آہستگی سے ملکہ کا ہاتھ تھاما تھا اور ان کا رکا ہوا سفر دوبارہ شروع ہو چکا تھا۔

ملکہ اسے تیرتی ہوئی چٹان یا پتھر کہتے ہیں۔ اس سے ملتی جلتی چٹانیں دنیا میں اور بھی کچھ جگہ پائی جاتیں ہیں۔ شاید ان پتھروں میں کوئی خاصیت ہوتی ہے۔

فنان نے ملکہ کو یروشلم کی تیرتی ہوئی چٹان کے بارے میں معلومات دی تھیں۔ کچھ آگے جا کر سڑک پر ویرانی دیکھتے ہوئے فنان نے ملکہ سے کہا۔

آپ تیار ہیں؟

دیر کس بات کی ہے۔ ملکہ ازبیل نے جواب دیا تھا۔ بس ایک لمحے کی بات تھی وہ دونوں ایک قلعے کی طرز پر بنی عمارت کی فصیل پر موجود تھے۔

یہ کونسی جگہ ہے؟ ملکہ ازبیل نے اردگرد دیکھا تھا۔

دوادنی کا محل۔فنان نے جواب دیا تھا۔

کیا یہاں تابوت سکینہ کی موجودگی ممکن ہے؟ ملکہ نے سوال کیا تھا۔وہ دونوں اس وقت اس قدیم آثارقدیمہ کی راہ داریوں میں چل رہے تھے۔ جوایسا لگ رہا تھا کسی پہاڑ پرواقع ہیں۔

ملکہ ممکن ہے۔ کیونکہ کچھ عرصہ پہلے یہاں کھدائی ہوتی رہی ہے۔لیکن بعد میں لوگوں کے دباؤ پر اس کھدائی کو روک دیا گیا تھا۔ یہاں کام کرنے والے کچھ ماہرین کا کہنا تھا کے وہ تابوت سکینہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔لیکن پھران کونجانے کیوں کام سے روک دیا گیا۔ایک خدشہ یہ بھی ظاہرکیا جاتا ہے کے شاید تابوت یہاں سے نکال کرمحفوظ کرلیا گیا ہے۔اور باقی افواہ اس حقیقت کو چھپانے کے لیے پھیلائی جارہی ہے۔فنان نےمفصل جواب دیا تھا۔

تمہارا کیا خیال ہے؟ ملکہ نے فنان سے پوچھا تھا۔

یہ تو آپ بتائیں گی۔فنان مسکرایا تھا۔

چلو دیکھتے ہیں۔ملکہ ازبیل بھی اس کی بات سن کرمسکرا پڑی تھی۔

صبح کا وقت تھا اس لیے یہ جگہ مکمل طور پر خالی تھی۔وہ دونوں اس پرانے محل کے کھنڈرات کی سیر کر رہے تھے۔اس کے ساتھ ملکہ ازبیل کوتلاش تھی ایسی جگہ کی جہاں سے انہیں اصل معلومات مل سکیں۔جلد ہی ان کا انتظارختم ہوگیا تھا۔ایک کھائی نما جگہ پر کچھ ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کی ایک چھوٹی دیوار تھی۔یقینی طور پر دیوار کا باقی حصہ یا تو نیچے دبا ہوا تھا یا پھر گر چکا تھا۔ابھی دیواران کی منزل ٹھہری تھی۔ملکہ ازبیل نے اپنا ہاتھ دیوار پر رکھا تھااوراس چھوٹی دیوار کے پاس بیٹھ کرآنکھیں بند کرلیں تھیں۔

سامنے سفید پردے کی ایک دبیز تہہ جمی ہوئی تھی۔مگر یہ صرف ایک لمحے کی بات تھی۔سفید پردہ چھٹ رہا تھا اور سامنے کا منظر واضح تھا۔ملکہ ازبیل کے آس پاس پتھر

کی اینٹوں سے بنا محل نمودار ہوا تھا۔ سامنے کا منظر صاف تھا جہاں ایک پرشکوہ ہال میں ایک پتھر کا تخت موجود تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی یوں لگ رہا تھا جیسے یہاں کوئی خاص بات ہونے جا رہی ہے۔ منظر بدلا تھا، اُسی پتھر کے تخت پر ایک بڑی عمر کا بزرگ بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے بہت سے لوگ موجود تھے، شاید یہ کسی بادشاہ کا دربار تھا۔ وہاں کسی خاص بات کو لے کر کچھ تکرار ہو رہی تھی۔ اگلا منظر تباہی کا تھا وہاں کوئی جنگ لڑی جا رہی تھی اور یہ خوبصورت عمارت تباہ ہو رہی تھی۔

اس سب سے زیادہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ملکہ دیوار چھوڑ کر کھڑی ہو چکی تھی۔ فنان اب ملکہ ازبیل کی طرف دیکھ رہا تھا کے وہ کیا بات بتاتی ہیں۔ چند لمحے کے جان لیوا انتظار کے بعد ملکہ نے بولنا شروع کیا تھا۔

یہ کھنڈر نبی داود کے محل کے ہیں۔ یہ اتنے ہی پرانے ہیں جتنے بنی داود خود۔ اسے داود بادشاہ کا محل کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے کا بادشاہ یہاں نہیں رہتا تھا۔ یروشلم شہر کو داود نبی نے فتح کیا تھا۔ اس کی قبر بھی کہیں آس پاس کے علاقے میں ہی موجود ہے۔ لیکن ایک بات یقینی ہے۔ اس عمارت میں کبھی بھی تابوت سکینہ نہیں لایا گیا۔ ہمیں نبی داود کی قبر پر بھی جانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ پہلے وقتوں میں قبروں کے اندر خزانے دفنائے جاتے تھے۔ ملکہ نے معلومات کے ساتھ ہی اگلے مقام کا تعین بھی کیا تھا۔ جہاں انہیں جانے کی ضرورت تھی۔ فنان خاموش تھا اس نے ملکہ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کا ارادہ تو سب سے پہلے مسجد اقصی میں جانے کا تھا۔ مگر وقت مناسب نا ہونے کی بنا پر وہ یہاں پہلے آ گئے تھے۔ اب ملکہ داود نبی کی قبر پر پہلے جانا چاہتی تھیں۔

وہ دونوں اس وقت ایک قدیم مگر صاف ستھری عمارت میں موجود تھے۔ یہاں پر کافی رش تھا ویسے بھی دن چڑھ چکا تھا۔ سیاح عمارت میں ہر جگہ موجود تھے۔ وہ دونوں بھی سب میں شامل ہو چکے تھے۔ ایک عجیب سی پراسراریت اور تقدس محسوس ہو رہا تھا۔

یہ عمارت شاید اتنی پرانی نہیں تھی مگر اس کے اندر کا حصہ جو سب سے نیچے تھا زیادہ قدیم تھا۔اوپر کی عمارت شاید بعد میں بنی ہو یا دوبارہ تعمیر کی گئی ہو۔یروشلم ایک پہاڑی علاقہ ہے اور اگر آپ نے پہاڑوں پر موجود عمارتیں دیکھی ہوں تو ان کی نیچی کی منزل کئی بار نیچے کے پہاڑ پر ہوتی ہے۔ آگے جاتے ہوئے سڑھیاں اترتے وقت ایک سرنگ کا احساس ہو رہا تھا۔یروشلم میں خاص طور پر قدیم شہر میں کئی سرنگ نما ٹنل موجود ہیں اور ایسا اکثر پہاڑوں پر واقع اور قدیم شہروں میں ہوتا ہے، جو اس شہر میں بھی تھا۔

یہاں پر کچھ تو خاص تھا اور شاید سب سے خاص وہ قبر اور اس میں موجود فرد تھا۔وہ دونوں بھی گھومتے ہوئے اس ہجوم کے ہمراہ قبر والی جگہ پر پہنچ چکے تھے۔یہ ایک چھوٹے کمرے میں موجود تھی ۔اس پر ایک چادر چڑھی ہوئی تھی۔اس کے اردگرد ایسا کچھ نہیں تھا کے اس قبر کو چھوا نہ جا سکے۔اس کمرے میں بیٹھنے کے لیے کرسیاں بھی موجود تھیں ۔اس کے علاوہ عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ جگہ مخصوص تھی۔بہت سے لوگ شاید عقیدت کے طور پر اسے چھو رہے تھے ۔ملکہ ازبیل بھی ایک عقیدت مند کی طرح اس میں شریک ہو چکی تھیں۔وہ زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے تھے۔

بند آنکھوں میں ملکہ جنازے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا بہت مقدس اور عظیم تھا۔ جو جاننا تھا وہ ملکہ ازبیل جان گئی تھی۔ اس سے زیادہ ضروری نہیں تھا۔جس عقیدت سے ملکہ نے قبر کو چھوا تھا اسی عقیدت سے ملکہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔وہ دونوں اب کوئی ایسی جگہ ڈھونڈ رہے تھے جہاں رش نا ہو۔ چلتے چلتے وہ ایک زیر زمین راستے کے ذریعے ایک قدیم گلی میں پہنچ گئے تھے۔فنان نے ذرا سی گلی کی اوٹ لی تھی۔ ابگلی ان نئے عقیدت مندوں سے خالی تھی۔ گو کے وہاں معمول کی گہما گہمی جاری تھی۔

❂ ...... ❂ ...... ❂

وہ سب ناشتہ کرنے کے بعد تیار تھے۔صرف احمد دین اور اس کے بیٹے سعد کا انتظار تھا۔وہ سب ہی مہر گڑھ جانے کے لیے بے چین تھے۔ڈمور اور پروفیسر مکین کے

پاس کافی سامان تھا۔ پروفیسر صارم نے بھی نقشے اور کچھ کتابیں اٹھا رکھیں تھیں۔ فہد اور رمنا کے پاس بھی کیمرے اور ٹارچیں تھیں۔ سب کے ہی پاس بیٹریاں اور کھانے پینے کا سامان تھا۔ دس منٹ کے انتظار کے بعد احمد دین اور سعد ایک موٹر سائیکل پر آتے ہوئے نظر آئے۔ موٹر سائیکل کو ہوٹل میں کھڑا کر کے وہ دونوں فہد اور رمنا کے ساتھ جیپ میں بیٹھ چکے تھے۔ جیپ اور پیراڈو آگے پیچھے ہی ہوٹل سے باہر نکلیں تھیں۔ چالیس منٹ کی مسافت طے کر کے وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے تھے۔ یہاں ایک طرف کھیت اور کچھ دور ہٹ کر چھوٹے سنگلاخ پہاڑ موجود تھے۔

مہر گڑھ کے ان آثار کے ایک طرف سرسبز جھاڑیاں بھی اُگی ہوئی تھیں۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے پتھریلی زمین سے ہوتی ہوئی انہیں جھاڑیوں کے پاس کھڑی کر دی گئی تھیں۔ گاڑیاں کھڑی کرنے کے بعد وہ سب باہر نکل آئے تھے۔ اردگرد کے کھیتوں میں کام کرنے والے کسانوں نے ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ یہ ان کے لیے خوش آئیند بات تھی۔ خاص طور پر ڈمور اس ساری صورتحال سے مطمئن تھا۔ پروفیسر صارم ہی دراصل اس ٹیم کو ہر بات سے آگاہ کر رہے تھے۔ اس لیے باہر نکلنے کے بعد بھی انھوں نے ہی سب کو ہدایات دی تھیں۔ رمنا، فہد، ڈمور اور احمد دین کا ایک گروہ تھا۔ دوسرے میں پروفیسر صارم، پروفیسر مکین اور سعد تھے۔

آج ہم صرف ہر جگہ اور ہر چیز کا جائزہ لینگے۔ سب اپنے کیمرے اور ڈائری تیار رکھیں۔ جو بھی کچھ خاص لگے اس کی تصویر لیں اور ساتھ ہر بات لکھتے جائیں۔ کسی بھی خلاف معمول بات پر آپ اس کورڈلیس سے ہمیں فوری آگاہ کریں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کے کبھی موبائل نیٹ ورک کام نا کرے۔ کوئی بھی خطرہ مول نا لیں اور خاص باتوں کا خاص دھیان رکھیں۔

یہ بات کہتے ہوئے پروفیسر صارم نے آنکھوں سے بھی دونوں کو سمجھانے کی کوشش کی تھی اور وہ سمجھ بھی گئے تھے۔ پروفیسر صارم نے ایک کورڈلیس اپنے پاس رکھا

اور اس کا دوسرا سیٹ فہد کو پکڑا دیا۔ پروفیسر صارم جانتے تھے کے پروفیسر کین اور ڈمور تو انگریزی میں بات کریں گے۔ لیکن رمنا اور فہد کی اردو میں کی گئی بات سعد اور احمد دین کو سمجھ آئے گی۔ اسی بنا پر ان کو اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں گروہ آگے پیچھے ہی اس نو ہزار سال پرانی تہذیب کے کھنڈرات میں داخل ہو گئے تھے۔ سعد آگے تھا اس کے پیچھے ڈمور پھر رمنا اور آخر میں فہد تھا۔

وہ سب اب دو ٹولوں کی شکل میں ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے۔ رمنا اور فہد زیادہ تر تصویریں اتار رہے تھے۔ ڈمور تصویروں کے ساتھ ساتھ ڈائری میں نوٹ بھی کر رہا تھا۔ احمد دین کی کوشش تھی کے وہ جس جگہ سے بھی گزریں وہاں موجود ہر خاص چیز کے بارے میں وہ ان کو آگاہ کرے۔ پروفیسر صارم اور پروفیسر کین ہر چیز کا خاموشی سے جائزہ لے رہے تھے۔ وہ دونوں زیادہ تر ان کھنڈرات کی ساخت اور ماہیت پر غور کر رہے تھے اور پھر آپس میں ان پر بات جیت کرتے تھے۔ سعد خاموشی سے ان کا سامان اٹھائے ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ گھنٹوں سے کام جاری تھا کسی کو بھی تھکاوٹ کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ بس جسے پیاس لگتی وہ پانی پی لیتا۔ آخر تین چار گھنٹے گزرنے کے بعد پروفیسر صارم نے ان سب کو گاڑیوں کے پاس بلایا تھا۔ وہ چاہتے تھے کے اب کچھ کھا پی لیا جائے۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

محض پلک جھپکنے کی دیر تھی وہ دونوں مسجد اقصیٰ کے اندر ممبر و محراب کے سامنے موجود تھے۔ دونوں کا حلیہ بھی اس وقت کچھ بدل چکا تھا۔ دونوں نے مکمل سیاہ لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ سردیوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس لیے یہ لباس مختلف ضرور تھا مگر موسم کے حساب سے ٹھیک تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے دو زانوں بیٹھ چکے تھے۔ اردگرد کچھ لوگ آ جا رہے تھے جن میں غیر ملکی مسلمان بھی تھے۔ ان کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔ ملکہ ازبیل مسجد کی اندرونی خوبصورتی دیکھنے میں محو تھی۔ اس کی نظروں میں ستائش تھی۔

ملکہ ہم زیادہ دیر یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔

فنان نے دبے لفظوں میں ملکہ کو آگاہ کیا تھا کے انھیں اپنا کام جلد کر کے یہاں سے نکلنے کی ضرورت ہے۔وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور باہر کی جانب چل دیے تھے۔ان کا رخ اب مسجد کا صحن تھا۔فنان کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ انہیں ابھی اس مسجد کے تہہ خانے اور سرنگ تک جانا تھا۔نسبتا تنہا گوشہ دیکھ کر وہ دونوں ایک اونچی جگہ دیکھ کر بیٹھ چکے تھے۔فنان ملکہ کی طرف متوجہ تھا۔ابھی تو بہت سی معلومات باقی تھیں جو ملکہ ازبیل نے ابھی تک نہیں بتائی تھیں۔

قبر یقینی طور پر کسی مقدس ہستی کی ہے۔لیکن کون ہے؟ اس کے بارے میں میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔لیکن اس کے اندر کوئی دوسری چیز موجود نہیں۔اور ہاں داود نبی کے محل میں کبھی ایک خاص چھوٹی چٹان بھی ہوتی تھی۔جو نبی داود سے منسوب تھی اور تخت داود کہلاتی تھی۔وہ اب برطانیہ نامی علاقے میں موجود ہے۔ملکہ کی نظریں اب کعبتہ الصغر ی کو دیکھ رہی تھیں۔

یہ عمارت زیادہ پرانی نہیں لیکن اس میں موجود وہ چٹان جو فاونڈیشن چٹان کہلاتی ہے بہت قدیم اور خاص ہے۔وہاں پاس موجود کمرہ جہاں عبادت ہو رہی تھی گزرے وقتوں میں کسی مقدس عبادت گاہ کا حصہ رہا ہے۔ملکہ ازبیل نے بات ختم کی تھی۔

ملکہ کیا آپ نے وہاں موجود ستارے کے نشان پر غور کیا؟ یہ نشان اور بھی کچھ جگہوں پر موجود ہے۔فنان جو کافی دیر سے دیکھ رہا تھا اب ملکہ ازبیل سے اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

یہ ستارہ داودی ہے اور داود نبی جو کے بادشاہ بھی تھا یہ شاید اس کی مہر کا نشان تھا۔ملکہ ازبیل نے وضاحت دی تھی۔

ملکہ کیا یہ تکون کے نشان سے کوئی مماثلت رکھتا ہے؟ کیونکہ تکون کے نشان کا

بھی انہیں سب سے تعلق ہے شاید۔ ستارہ داودی انہیں دو تکونوں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔
فنان شاید اس بات کو اتنا سادہ نہیں لے رہا تھا۔

ہاں کوئی نا کوئی تعلق تو ہے ان سب کا۔ تم شاید ایک علامت بھول گئے ہو۔
تکون میں ایک آنکھ۔ ملکہ ازبیل مسکرائی تھی۔

ملکہ پھر ان سب کا کیا مطلب ہے؟ فنان کا سوال بے ساختہ تھا وہ تو یہ سب
جان کر مزید الجھ گیا تھا۔

یہ بات ابھی راز ہے۔ شاید آگے جا کر یہ راز بھی کھل جائے۔ ملکہ ازبیل نے
بات ختم کی تھی۔

ان دونوں کو یروشلم میں اپنے آخری مشن پر جانا تھا۔ مطلب مسجد اقصیٰ کے
نیچے کے حصے میں۔ اب فنان کی باری تھی۔ اسے مسجد اقصیٰ کے اس نیچے کے حصے میں
جانا تھا۔ جس کی غیر قانونی کھدائی ہوتی رہتی تھی۔ فنان نے اردگرد نظر ڈالی تھی۔ بھلا ان
کی طرف کون متوجہ تھا۔ فنان نے ملکہ ازبیل کا ہاتھ پکڑا تھا اور دونوں ایک سرنگ نما
سیڑھیوں پر موجود تھے۔ اس جگہ مکمل خاموشی تھی، ہر طرف ہلکے پیلے رنگ کی مدھم سی
روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے خاموشی سے نیچے اترنے لگے
تھے۔ یہ ایک خفیہ راستہ تھا۔ وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک جگہ جا کر
سیڑھیاں ختم ہو گئی تھیں۔ وہاں آس پاس اور بھی سیڑھیاں اور راستے تھے۔ عجیب سی
بھول بھلیاں تھیں۔ فرش اونچا نیچا تھا اور درمیان میں ایک گڑھا پڑا ہوا تھا۔

ملکہ یہاں پر ہی کھدائی کی گئی تھی۔ کہا جا رہا تھا کے یہاں سے طابوت سکینہ کو
نکال لیا گیا ہے۔

ملکہ ازبیل نے فنان کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اور آگے بڑھ کر اس گڑھے کے
کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد ملکہ نے نیچے بیٹھ کر اس گڑھے کے
کنارے کو تھام لیا تھا۔ ایک لمحے کی دیر تھی ملکہ نے نا صرف آنکھیں کھول لیں تھیں بلکہ

وہ کھڑی ہو چکی تھی۔

وہ یہاں تھا، اور اسے نکال کر محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ملکہ نے بے قراری سے فنان کی طرف آتے ہوئے کہا تھا۔

کیا؟ واقعی ہی یہ سچ ہے۔ کیا شمشاد کی لکڑی سے بنا وہ خاص تابوت تابوت سکینہ مل چکا ہے اور اسے محفوط کر لیا گیا ہے۔ فنان کے لہجے میں بھی بے تابی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
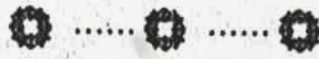
کھانا کھانے اور چائے پینے کے بعد وہ پھر اپنی مہم کے لیے تیار تھے۔ پروفیسر صارم نے سب کو منع کیا ہوا تھا کوئی بھی خاص بات ہو وہ ہوٹل جا کر ہی کریں گے۔ صرف کسی ہنگامی مسئلہ پر بات ہوسکتی ہے۔ پروفیسر صارم نے سب سے کہا تھا کے اب صرف دو گھنٹہ مزید یہاں رک سکتے ہیں۔ کیونکہ دو بج چکے ہیں۔ ان کو لازمی طور پر چار بجے کے بعد یہاں سے نکلنا ہے۔ وجہ صرف یہی تھی کے یہ ویران علاقہ تھا۔ ہر طرف پھیلی ہوئی دھوپ اب سمیٹ رہی تھی۔ اس کی تپش بھی کافی کم ہو چکی تھی۔ وہ سب دوبارہ اپنے کام میں مصروف تھے۔

چار بجتے ہی پروفیسر صارم نے دوسرے گروہ کو اشارہ دے دیا تھا کے وہ اپنا کام پورا کر لیں۔ وہ خود بھی واپس جانے کی تیاری کرنے لگے۔ آج انھوں نے صرف اردگرد جگہ کو پرکھا ہی تھا۔ اس سے زیادہ ان کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ ساڑھے چار بجے تک وہ سب اپنا کام سمیٹ کر گاڑیوں میں بیٹھ کر بسی کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ ہوٹل پہنچ کر سب ہی آرام کے غرض سے اپنے اپنے کمروں میں پہنچ گئے تھے۔ احمد دین اور سعد تو ہوٹل پہنچے ہی اپنے گھر کے لیے نکل پڑے تھے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد کی ملاقات تو روزانہ کے لئے طے تھی اور آج تو ان کے کام کا پہلا دن تھا۔

سب ہی اس وقت پروفیسر صارم کے کمرے میں موجود تھے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے ہر تصویر کو اس لیپ ٹاپ میں محفوظ کیا تھا۔ یہ لیپ ٹاپ ڈمور کے پاس

تھا۔ اس کے علاوہ وہ جتنی بھی وڈیو بنا کر لائے تھے وہ سب بھی وہاں محفوظ کر لی گئی تھیں۔ کمرے میں ایک بڑا پروجیکٹر موجود تھا۔ جو ڈمورا اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اب وہ سب تصویریں اور وڈیو اس پر چل رہی تھیں۔ جو وہاں سامنے دیکھنے سے نظر نہیں آ رہا تھا وہ یہاں نظر آ رہا تھا۔

یہاں پر تو بہت کم کام ہوا ہے۔ مجھے نہیں لگتا ہم اس مقصد میں اتنے آرام سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ فہد نے اپنا خدشہ بیان کیا تھا۔

ایک حد تک تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن ہمارے بنیادی مقصد کے لیے اتنا ہی کافی ہے جتنا کام ہو چکا ہے۔ پروفیسر کمین نے فہد کو جواب دیا۔ پروفیسر کمین کو اندازہ ہوا تھا کے فہد کو اس بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں۔

فہد دراصل مہر گڑھ نو سے دس ہزار سال پرانی تہذیب ہے۔ مطلب یہ جنوبی ایشیا میں پتھروں کے زمانے کی بھی سب سے پرانی تہذیب ہے۔ اس جگہ پر اوپر تلے سات بار شہر کو بسایا گیا ہے۔ اس وقت صرف اوپر والی پرت پر ہی کھدائی اور تحقیقات ہوئی ہیں۔ یروشلم پر بابل کا حملہ ہوا تھا اور ان کو میسا پوٹیمیا یعنی بابل، موجودہ عراق میں غلام بنا کر لے جایا گیا۔ تب سے ہی تابوت سکینہ لاپتہ ہے اور وہ دوبارہ کبھی نہیں ملا۔ تابوت سکینہ کے لاپتہ ہونے کا واقعہ دو ہزار چھ سو سال پرانا ہے۔ یہ شہر جب بے آباد ہوا وہ ساڑھے چار ہزار سے لے کر تین ہزار سات سو سال کے درمیان کا عرصہ ہے۔ لیکن تب کہا جاتا تھا کے تابوت سکینہ یہودیوں کے پاس ہی تھا۔ ویسے بھی یروشلم کو آباد ہی ساڑھے چار ہزار سال پہلے کیا گیا تھا۔ اُس وقت مہر گڑھ اُجڑ رہا تھا۔ یہ حیران کن اور تھوڑا پریشان کرنے والی بات ہے۔ پروفیسر کمین مسکرائے تھے۔

تم شاید یہ بھی نہیں جانتے کے دوسرے قدیم شہروں کے برعکس یہ شہر کسی حملے، حادثے یا وبائی امراض کی بنا پر ویران نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اسے آہستہ آہستہ لوگوں نے خود خالی کیا تھا۔ اس کی ایک وجہ شاید دریا بولان کا بار بار شہر میں داخل ہونا ہو سکتا ہے۔ لیکن

شہر میں کسی تباہی کے اثرات نہیں ہیں۔ مہر گڑھ کو اپنی مرضی سے چھوڑا گیا تھا لیکن اس کی ابھی تک کوئی معقول وجہ پتہ نہیں چل سکی۔ مہر گڑھ کی تہذیب اور وادی سندھ کی تہذیب میں کہیں پر بھی مذہبی آثرات نہیں ملے اور نا ہی یہ کوئی جنگجو قوم تھی۔ مہر گڑھ کے باسیوں نے ہی وادی سندھ کی تہذیب کی بنیاد رکھی تھی ۔جو پانچ ہزار سال سے لے کر دو ہزار تین سو سال قبل تک قائم رہی۔ وادی سندھ کی تہذیب سارے پاکستان، انڈیا اور افغانستان کے کچھ حصوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ مہر گڑھ کا بغیر کسی معقول وجہ کے چھوڑ دینا، اور اب تک اس علاقے کا ویران رہنا۔ یہ سب اتنا سادہ نہیں جتنا نظر آ رہا ہے۔ کیا تم نے ایک بات پر غور کیا؟ پروفیسر مکین چند لمحوں کے لیے رکے تھے۔

موہنجوداڑو ،اور ہڑپہ کے شہر تابوت سکینہ کے لاپتہ ہونے کے بعد جلد ہی بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہ ہوئے تھے یا شاید مہر گڑھ کی طرح خود ہی اُجڑ گئے تھے ۔آپ یہ کہہ سکتے ہیں کے یہ آگے پیچھے ہی ہوا تھا۔ یہ سب اپنے اندر کچھ تو خاص لیے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ ایک بزرگ کے بقول یہ تابوت قیصرانی قبیلے کے علاقے غربن میں موجود ہے۔ غربن پاکستان کے ضلع ڈیرہ غازیخان کی تحصیل تونسہ شریف میں ہے۔ پھر اسی علاقے میں اڑن تشتریاں دیکھنے کا بھی دعوی کیا گیا تھا۔

پروفیسر مکین نے اپنی بات مکمل کی تھی۔ فہد یہ سب سن کر بہت حیران ہوا تھا۔ لیکن باقی سب شاید کچھ نا کچھ اس بارے میں پہلے ہی جانتے تھے ۔لیکن رمنا کو ان کا وادی سندھ کی تہذیب کی تباہی اور تابوت سکینہ کے گم ہونے کے اوقات میں موجود اتفاق نے ضرور چونکایا تھا۔ اب وہ سب باقی تصویریں اور وڈیو دیکھ رہے تھے۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

کیا واقعی ہی ایسا ہو چکا ہے؟ فنان بے تابی سے ملکہ ازبیل کے جواب کا منتظر تھا۔ ملکہ نے اسے جواب دینے کے بجائے ایک بار پھر نیچے بیٹھ چکی تھی اور دوبارہ اس کے ہاتھ گڑھے کے کناروں کو چھو رہے تھے۔ ملکہ کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر بے

چینی تھی اور محض چند لمحوں میں ہی فنان کا تجسس سے برا حال ہو چکا تھا۔

ایک بار پھر سفید پردے پر ایک فلم چل پڑی تھی۔اسی جگہ جہاں وہ موجود تھی وہاں بہت سے لوگ تھے۔کھدائی جاری تھی اور یہ سب خفیہ طور پر ہو رہا تھا۔منظر ایک بار بدل گیا تھا۔اب وہاں موجود سب لوگوں کے چہروں پر خوشی تھی اور اس کی وجہ اُن کی کامیابی تھی۔ وہ ایک تابوت نکالنے میں کامیاب ہوئے تھے۔آخر ملکہ ازبیل نے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اب تھوڑی پر سکون لگ رہی تھی۔

ملکہ کیا وہ تابوت نکال لیا گیا ہے؟ فنان سے صبر نہیں ہوا تھا۔ اسی لیے اس نے ایک بار پھر پوچھ لیا تھا۔

یہاں سے ایک صندوق ضرور ملا ہے لیکن وہ شمشاد کی لکڑی سے نہیں بنا بلکے چاندی کا ہے۔وہ صندوق تابوت سکینہ نہیں ہے بلکے سلیمان نبی کے زمانے کا ایک صندوق ہے۔جس میں کالے جادو کی کتابیں ہیں اور ان میں سب سے خاص کتاب کپالہ نام کی ہے۔اس کتاب کے بارے میں اس وقت مشہور تھا کے یہ شیطان کی لکھی ہوئی ہے اور اسے اگر کوئی انجان شخص پڑھ لے تو وہ مارا جاتا ہے۔ملکہ نے یہ سب بتانے کے بعد اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا اور کہا کے ہمیں جانا ہے۔

ملکہ کہاں؟ فنان کا سوال بے ساختہ تھا۔

ہم وہاں جائیں گے جہاں یہ صندوق محفوظ کیا گیا ہے۔ ملکہ نے مختصر جواب دیا تھا۔

چند لمحوں کا کھیل تھا۔ مسجد اقصی کا تہہ خانہ اور یہ سرنگ اب مکمل خاموش اور خالی تھی۔ یہ جگہ جانے کتنے راز اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔ وہ دونوں اس وقت ایک چھوٹے سے کمرے میں موجود تھے۔اسے دیکھ کر اتنا تو پتہ چل رہا تھا کے یہ کوئی خفیہ کمرہ ہے لیکن اس کے علاوہ کسی بھی بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ویسے بھی ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔کمرے کے وسط میں ایک شیشے کا چھوٹا بکس تھا۔جس میں ایک چاندی

سے بنا ہوا چھوٹا سا صندوق تھا۔

یہی ہے وہ۔ ملکہ ازبیل نے اس شیشے کے بکس کے قریب جا کر تصدیق کی تھی۔

انہیں جلدی کچھ کرنا تھا کیونکہ کسی بھی وقت کوئی آ سکتا تھا۔ دوسرا وہاں اردگرد بہت سے آلات تھے۔ مطلب نگرانی کا مکمل انتظام تھا۔ملکہ نے فنان کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا تھا اور اسے تاکید کی تھی کے کسی چیز کو ہاتھ نا لگائے۔ اس کے بعد ملکہ نے آنکھیں بند کر کے اس شیشے کے اُوپر اپنے ہاتھ رکھ دیئے تھے۔ایک لمحے کے لیے اس میں ہلکا سا سفید دھواں پھیلا تھا۔ملکہ نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ اس کے بعد ایک صندوق ملکہ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ صندوق ہو بہو اس صندوق جیسا تھا جو اس شیشے کے بکس میں موجود تھا۔

فنان ہمیں ابھی یہاں سے واپس اپنے ٹھکانے پر جانے کی ضرورت ہے۔

ملکہ ازبیل نے کوئی بھی بات کئے بغیر یہاں سے نکلنے کا اشارہ دے دیا تھا۔ فنان نے آگے بڑھ کر ملکہ کا ہاتھ تھاما تھا اور دونوں پلک جھپکتے میں اپنے ٹھکانے پر موجود تھے۔

ملکہ کیا ہمیں اسے لینا چاہیے تھا؟ اسکی ہمیں کیا ضرورت تھی؟ فنان ملکہ ازبیل کے اس فیصلے سے حیران تھا۔ملکہ آرام سے بیٹھ چکی تھیں اور اس کے سوالوں پر مسکرا رہی تھیں۔

تم نے ٹھیک کہا یہ وہ نہیں جو ہمیں چاہیے ۔لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کے اس سے صرف ہر ایک کا نقصان ہی ہو گا۔ جو لوگ اس کے مالک تھے ان کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ اگر وہ اس کتاب کو پڑھ لیتے تو وہ اس کا غلط استعمال کرتے ۔اسی بنا پر میں اس چاندی کے صندوق کو وہاں سے لے آئی ہوں۔ وہاں بالکل ویسا ہی صندوق اور اُس میں کتاب رکھ دی ہے تا کہ ان کو اندازہ نا ہو سکے کے وہاں کچھ بدلا گیا ہے۔

ملکہ ازبیل کی وضاحت پر فنان مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ اب کھول کے اس کتاب کو دیکھنا چاہ رہا تھا۔ چاندی کا صندوق کھولا گیا تو اس میں کافی چھوٹی بڑی کتابیں موجود تھیں مگر نمایاں کتاب ایک ہی تھی۔ اس کتاب کی جلد بھی چاندی کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے اندر کے صفحات کسی کھال کے بنے ہوئے تھے، جو سرخ رنگ کی تھی۔

ملکہ اس کا اب کیا کرنا ہے؟ فنان نے ملکہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

تم بہتر جانتے ہو کے اسے کہاں ہونا چاہئے۔

ملکہ نے مسکراتے ہوئے جگہ چھوڑ دی تھی۔ وہ اب آرام کرنا چاہ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ چاندی کا صندوق محفوظ مقام پر پہنچ چکا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ سب دس بجے تک دوبارہ مہر گڑھ کے کھنڈرات میں موجود تھے۔ کل کی نسبت آج سب ہی زیادہ پر جوش تھے۔ ان کھنڈرات سے تھوڑی دور ایک گاؤں کا نام بھی مہر گڑھ تھا۔ شاید اسی مناسبت سے اس جگہ اور تہذیب کو مہر گڑھ کا نام دیا گیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کے پہلے وہ سب کہیں نا کہیں ابہام اور وسوسوں کا شکار تھے لیکن اب ایسا نہیں تھا۔ وہ خصوصی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ یوں تو آج بھی انھوں نے صرف اس جگہ کا جائزہ ہی لینا تھا لیکن آج کا جائزہ تفصیلی تھا۔ سب سے پہلے تو انھوں نے یہ یقین کیا تھا کے ان کے آس پاس تو کوئی موجود نہیں ہے۔

اس کے بعد ڈمور نے ایک پلاسٹک کے کالے بکس میں سے تین چھوٹے چھوٹے کھلونے نکالے تھے۔ جو دیکھنے میں ایک چڑیا کی مانند نظر آ رہے تھے۔ فہد اور رمنا گو کے ٹیکنالوجی کے طالب علم نہیں تھے لیکن اتنا تو جانتے تھے کے یہ ڈرون ہیں۔ جو مختلف کاموں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اب پتا نہیں ان کا کیا مقصد تھا۔ ڈمور نے ایک ریموٹ جس کے اوپر کے سرے پر ایک سکرین بنی ہوئی تھی، وہ پروفیسر صارم کو تھما دیا تھا اور دوسرا خود پکڑا تھا۔ جب کے تیسرا اس نے فہد کو دیا تھا۔

یہ ڈرون کو کنٹرول کرنے کا آلہ ہے۔ جو سکرین نظر آ رہی ہے وہ آپ کو ڈرون کے کیمروں کی وڈیو دیکھائے گی۔ نیچے موجود بٹنوں سے آپ اس ڈرون کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا رہے گا کے ہمارے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ تیسرا آلہ جو میرے پاس ہے اس ڈرون کا ہے جو ہماری گاڑیوں کے پاس ہے تاکہ کوئی گڑبڑ نا ہو سکے۔

ڈمور نے تفصیل بتائی تھی۔ آج ٹیم میں تبدیلی کی گئی تھی۔ پروفیسر صارم، رمنا، ڈمور اور سعد کی پہلی ٹیم تھی۔ جب کے دوسری ٹیم میں پروفیسر مکین، فہد اور احمد دین تھے۔ پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم ان ٹیموں کے سربراہ تھے۔ کیونکہ اب باقاعدہ اصل کام کا آغاز ہونے جا رہا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

اپنے سفر پر نکلنے کے لیے فنان اور ملکہ ازبیل ایک بار پھر تیار تھے۔ اس بار ان کی منزل تھی اردن کی ایک پہاڑی جبل نبوہ۔ صبح کی روشنی پھیل چکی تھی۔ چوٹی زیادہ اونچی نہیں تھی۔ اس وجہ سے چڑھائی زیادہ مشکل نہیں تھی۔ اس وقت لوگ کی آمد ورفت کم تھی وہ بھی جانے والوں میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کا حلیہ مقامی لوگوں جیسا ہی تھا۔ اس بار بھی دونوں نے کالے لباس کا ہی انتخاب کیا تھا۔ فنان نے سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی اور ملکہ نے ایک کالا اسکارف لے رکھا تھا۔ دونوں قدم با قدم اوپر کی طرف جا رہے تھے۔ مقامی حلیہ کی وجہ کسی نے بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

ملکہ یہ پہاڑی نبی موسی سے منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کے اس پہاڑ پر موسی کے خدا سے ملاقات کی تھی اور اسی پہاڑی پر ان کی قبر بھی ہے۔ ویسے یروشلم کے پاس ایک قبر ہے جو موسی نبی سے موسوم ہے۔ لیکن مسیحی اور مسلمان یہاں کے ہی کسی غار کو ان کا مدفن مانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کے یہاں پر تابوت سکینہ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے چھپایا گیا تھا۔ مذہبی نقطہ نظر سے یہ ساری جگہ بہت اہم ہے۔ یہاں پر ایک پرانا

گرجا گھر بھی ہے۔اس کے علاوہ چھ مقبرے اور کافی غاریں بھی موجود ہیں۔فنان نے اس کی تاریخی اہمیت بیان کی تھی۔

بہت خوب اب دیکھ بھی لیتے ہیں کے یہاں تابوت سکینہ موجود ہے یا نہیں۔ ملکہ ازبیل نے جواب دیا تھا۔

دیکھ کر لگ رہا تھا کے ملکہ ازبیل اس خوبصورت جگہ سے متاثر ہو رہی تھی۔ پہاڑی کے اوپر سے اردگرد کا نظارہ ویسے بھی دل لبھانے والا تھا۔دونوں اب خاموشی سے ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے۔ان کو اپنے مطلب کی جگہ کی تلاش تھی۔پہلے دونوں وہاں موجود گرجے میں گئے تھے۔ وہاں کچھ دیر رکنے کے بعد ان کی اگلی منزل غار تھی۔ جب وہ غار میں داخل ہوئے تو وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔اس غار کے فرش پر جانوروں اور پرندوں کی رنگین تصویریں بنی ہوئی تھیں۔اس کے بعد دونوں ایک ایسی غار میں داخل ہوئے جہاں پتھر کی ایک چوکور چٹان تھی۔ یہ چٹان تراشی ہوئی تھی اور شاید اس کے اوپر کوئی پانی ڈالنے کی جگہ بنی ہوئی تھی ۔اس پر کچھ تحریر بھی تھا۔دونوں نے اس پر خصوصی توجہ دی ۔ایسا لگ رہا تھا کے دونوں کو جس خاص جگہ کی تلاش تھی وہ یہی ہے۔

ملکہ نے فنان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ملکہ کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ ملکہ ازبیل نے آگے بڑھ کر اس چٹان کو تھام لیا تھا۔ ہمشہ کی طرح ملکہ کی آنکھیں بند تھیں۔فنان جانتا تھا کے ملکہ آنکھیں بند کیوں کرتی ہیں ۔ کیونکہ ملکہ وہ حقیقت دیکھتی تھیں جو اس جگہ سے وابستہ تھی۔اسے یہ بھی پتہ تھا کے ملکہ اپنے ماحول سے بے خبر کیوں ہوتیں ہیں ۔اور اس کی وجہ یہ تھی کے ملکہ جو دیکھ رہی ہوتی تھیں خود بھی اسی ماحول کا حصہ بن کر اپنے موجودہ ماحول سے کٹ جاتی تھیں۔اسی بنا پر فنان اپنی معلومات کی نسبت ملکہ کی معلوت پر زیادہ بھروسہ کرتا تھا۔

ملکہ ازبیل کے آنکھیں بند کرتے ہی ہر طرف دھواں پھیل گیا تھا۔ دھواں کے بادلوں میں نظر آنے والا منظر بہت خوبصورت تھا۔ ہر طرف سبزہ تھا۔ دور دور تک مکمل

خاموشی تھی۔ سرسبز پہاڑ کے آس پاس خوبصورت وادیاں اور پہاڑ تھے۔ وہاں ایک بزرگ موجود تھے جو وہاں اپنی عبادت میں مشغول تھے۔ ایک بار پھر سامنے دُھند چھا گئی تھی۔ اگلا منظر دیکھنے والا تھا، وہاں تابوت سکینہ موجود تھا۔ تابوت سکینہ اسی غار میں تھا جہاں ملکہ ازبیل موجود تھی۔ وہاں پر اور بھی چند لوگ تھے،اس کے علاوہ غار سے باہر اور اس سرسبز پہاڑی پر بہت سے افراد موجود تھے۔ ان میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ منظر پھر بدلا تھا وہاں اُس غار میں ایک شخص تنہا موجود تھا۔ غار کے باہر اور پہاڑ پر کچھ لوگ مختلف کاموں میں مشغول تھے۔ دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس پہاڑی پر بہت سے غار اور ہیں جن میں گھر بنا کر کچھ لوگ رہ رہے ہیں۔ منظر پھر بدل گیا تھا اور یہ اب بہت سوگوار تھا۔ کسی کی تدفین ہو رہی تھی جس میں محض چند لوگ موجود تھے۔

ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ فنان ملکہ ازبیل کے آس پاس ہی چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ کبھی خود سے ہی بات کرنے لگتا تھا تاکہ دیکھنے والا سمجھے کے وہ ملکہ سے بات کر رہا ہے۔ فنان دیکھ رہا تھا کے دونوجوان منتظر تھے کے وہ اس جگہ سے ہٹیں تاکہ وہ بھی اس چوکور چٹان کو قریب سے دیکھ سکیں۔ ان کا انتظار ختم ہو گیا تھا۔ ملکہ نے آنکھیں کھولیں تھیں اور بغیر ادھر ادھر دیکھے وہ وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ کھلی فضا میں آ کر دونوں کھڑے ہو گئے تھے۔ ملکہ ازبیل خاموش تھیں لیکن فنان سے رہا نہیں گیا۔

ملکہ کیا اس بات میں کوئی سچائی ہے۔ جو کہا جاتا ہے کے ارمیا نبی نے دو ہزار چھسو سال پہلے تابوت سکینہ کو بابل والوں کے حملے سے پہلے یہاں چھپا دیا تھا؟ فنان اس بات کی حقیقت جاننا چاہتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ دونوں اس پہاڑی سلسلے میں موجود تھے۔

نہیں۔ تابوت سکینہ یہاں نہیں ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کے اسے یہاں لایا گیا تھا اور ہو سکتا ہے کے وہ کچھ عرصے یہاں کسی غار میں محفوظ بھی کیا گیا ہو۔ لیکن اب وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ ایسی کوئی کڑی نہیں ملی کے اب وہ کہاں ہے۔ ملکہ ازبیل نے

تفصیل سے جواب دیا تھا۔ وہ دونوں دوبارہ نیچے کی طرف جانے لگے تھے۔

ملکہ کیا نبی موسیٰ یہاں مدفون نہیں ہیں؟ میرے حساب سے وہ یہاں اسی پہاڑی کی کسی خفیہ غار میں ہی دفن ہیں۔

یہاں کوئی تو مقدس ہستی دفن ہے۔ لیکن کون ہے یہ یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ کیونکہ اُس کے جنازے میں چند ہی لوگ تھے۔ وہ بھی اُس کے قریبی تھے جو اُسے ذاتی رشتے سے بلا رہے تھے۔ وہ دونوں اب کافی نیچے پہنچ چکے تھے۔ اُنھوں نے ایک درخت کی اوٹ لے لی تھی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کے یہاں سے نکلنے کا وقت آ گیا ہے۔

کیا خیال ہے ملکہ ہم طوطن خامن کے اہرام کا بھی چکر نا لگا لیں؟ فنان نے اگلے مقام کا نام لیا تھا۔ جو ملکہ ازبیل کے لیے غیر متوقعہ تھا۔

لیکن تم نے اس کا پہلے زکر نہیں کیا۔ ملکہ ازبیل حیران ہوئی تھی۔

ملکہ مصر نام کی جگہ پر، وہاں کے ایک فرعون کا اہرام ہے۔ اُن کے بادشاہوں کو فرعون کہا جاتا تھا اور اُن کی تدفین کے لیے اہرام تعمیر کیے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کے یہاں پر تابوت سکینہکو اس کے اہرام میں دفن کیا گیا تھا۔ وہی طوطن خامن ہے، وہ اپنے خاندان کا آخری فرعون تھا۔ جس پر اس کے خاندان کا اختتام ہو گیا تھا۔ مشہور ہے کے اُس کا اہرام جادوائی طاقتوں کا گڑھ ہے۔ ایک روایت ہے کے اسی بنا پر تابوت سکینہ کو وہاں رکھا گیا تھا۔ اُس کی وفات تین ہزار تین سو سال پرانی بات ہے۔

فنان نے ملکہ کو وضاحت دی تھی۔ یہ سب سن کر ملکہ نے سر ہلا کر اس خیال سے متفق ہونے کا اشارہ دیا تھا۔ فنان نے ایک نظر اپنے چاروں طرف دیکھا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے نئی منزل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ان سب کا سارا دن مہر گڑھ میں بہت مصروف گزرا تھا۔ وہ سب یہ سوچ کر گئے تھے کے وہ وہاں پر ایسے نمونے ڈھونڈیں گے کے اندازہ کیا جا سکے، وہاں کوئی تہہ

خانہ تو موجود نہیں۔ظاہری بات ہے کے جو تہہ خانے کی چھت ہو گی وہ زیادہ وزنی نہیں ہو گی۔اُس پر جو سامان استعمال کیا گیا ہو گا وہ ہلکا اور تھوڑا ہو گا۔انہیں اپنے کام کا آغاز کیئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کے مقامی انتظامیہ کی ایک ٹیم آ گئی۔وہ صرف یہ جاننے آئے تھے کے اُنکو کوئی مسئلہ تو درپیش نہیں۔لیکن ان کی دوڑیں لگ گئی تھیں۔سب سے پہلے تو انھوں نے اپنے ڈرون چھپائے تھے۔کیونکہ ایسا کرنے کو انھیں پروفیسر صارم نے بولا تھا۔آپس میں رابطے کے لیے جو وائرلیس وہ رکھتے تھے اس سے ہی ایک دوسرے سے رابطے میں تھے۔پروفیسر صارم کو شک تھا کے ان میں کوئی خفیہ تنظیم کا بندہ بھی ہو سکتا ہے۔

دوبارہ کام کا آغاز ہوا لیکن ان کو پھر اپنا کام روکنا پڑا،اور اس بار پولیس آئی تھی۔پروفیسر صارم نے ان سے مل کر ہر طرح کی تسلی کروا دی کے ان کو کوئی مسئلہ نہیں۔ اگر ایسا ہوا تو وہ ان سے رابطہ کرے گا۔ان کے جانے کے بعد سب نے مل کر چائے پی کچھ دیر آرام کیا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔آج شاید ان کا دن ہی خراب تھا۔ایک بار ان کو پھر کام روکنا پڑا اور اس بار وجہ نہایت حیران کن اور پریشان کرنے والی تھی۔

وہ سب اپنے کام میں مصروف تھے جب ان کے سروں سے کچھ ہی اوپر بجلی چمکی تھی۔عجیب بات یہ تھی کے اس وقت آسمان پر کہیں بھی بادل موجود نہیں تھے۔سورج اپنی پوری آب وتاب سے روشن تھا۔دوسری انوکھی بات یہ تھی کے صرف بجلی چمکی تھی گرجی نہیں تھی۔بجلی کی چمک اتنی زیادہ تھی کے وہ سب گھبرا کر اپنی گاڑیوں کی طرف دوڑے تھے۔کسی نے بھی وائرلیس کے ذریعے سے ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ نہیں کیا تھا۔وہ سب ہی گھبرا گئے تھے۔گاڑیوں کے پاس پہنچ کر کچھ دیر تو انھوں نے اپنے حواس بحال کیئے تھے۔پھر سب ہی نیچے زمین پر بیٹھ گئے تھے اور پانی پینے لگے۔آخر فہد نے ہی ہمت کی تھی کچھ کہنے کی۔

یہ کیا ہوا ہے؟ روشنی اتنی زیادہ تھی کہ کسی تصدیق کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ سعد اور احمد دین بھی گھبرائے ہوئے لگ رہے تھے۔

میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آخر پروفیسر کمین نے اپنی رائے دی تھی۔

ہمیں کیمرے میں چیک کرنے چاہئے۔ رمنا نے بروقت اس طرف توجہ دلوائی تھی۔

میرے خیال سے سب تھک گئے ہیں۔ آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ ہمیں اب ہوٹل چلنا چاہئے۔ پروفیسر صارم نے ان کو واقعہ کی سنگینی کا احساس دلایا تھا۔

کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا تھا اور وہ اپنا سامان سمیٹ کر گاڑیوں میں سوار ہو گئے تھے۔ راستے بھر کوئی نہیں بولا تھا۔ آج سب ہی سڑک کی دوسری طرف دیکھ رہے تھے۔ ہوٹل پہنچتے ہی سعد اور احمد دین واپسی کے لیے تیار تھے، جب پروفیسر صارم نے ان کو روکا تھا۔ باقی سب ہوٹل کے اندر چلے گئے تھے۔ پروفیسر صارم نے کچھ سوچ کر پچیس ہزار روپے احمد دین کے ہاتھ پر رکھ دئے تھے۔ نا احمد دین نے کچھ پوچھا نا پروفیسر صارم نے کچھ کہا۔ پتا نہیں آگے کیا ہونے والا تھا۔

کیا تھا وہاں۔۔۔ مہر گڑھ میں کچھ تو ہے۔۔۔۔۔ وہ کیا ہے؟

❁ ...... ❁ ...... ❁

کمرے میں مکمل سناٹا تھا اور چار سو اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ فنان اور ملکہ ازبیل اس وقت اپنے اصلی روپ میں تھے۔ دونوں کو اپنا روپ بدلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ حکومت مصر نے مقبرہ بند کر رکھا تھا۔ ملکہ نے ہاتھ ہلایا تھا اور مقبرہ روشن ہو گیا تھا۔ کمرے کی چار دیواری پر مختلف تصوریں بنیں ہوئی تھیں۔ دونوں اردگرد موجود سامان کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہاں کئی صندوق تھے۔ انسانوں اور جانوروں کے کئی بت موجود تھے۔ وہاں پر چار پانچ صندوق تھے اور ان سب کے علاوہ ایک بڑا بکس بھی تھا۔ جس میں طوطن خامن کی ممی موجود تھی۔ وہ دونوں مقبرے میں موجود ہر چیز کو دیکھ رہے تھے۔

وہاں تین یا شاید چار کمرے موجود تھے۔ دونوں ہی پر سکون تھے نا وہاں کوئی تھا اور نا ہی کسی کے آنے کی امید تھی۔

ملکہ میرا خیال ہے یہاں کچھ بھی اور ہمارے مطلب کا نہیں۔ ہمیں صندوقوں کی جانچ کرنے کے بعد یہاں سے نکلنا چاہیے۔

ضرور۔ ملکہ نے جواب دیا تھا۔

ملکہ ازبیل سب سے پہلے اس بڑے بکس کے پاس کھڑی تھی۔ جسے دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کے اس میں ممی ہے۔ اس کی وجہ تھی اس کے اوپر بنی ہوئی انسانی تصویر۔ سب سے پہلے ملکہ ازبیل نے اسی پر اپنے ہاتھ رکھے تھے۔

سفید بادل آنکھوں کو کچھ بھی دیکھنے سے دور رکھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی وہ بادل ختم ہوئے سامنے کا منظر صاف تھا۔ کچھ لوگ ایک مسالے لگی ہوئی لاش پر پٹیاں لپیٹ رہے تھے۔ وہاں گنتی کے ہی افراد تھے جو سب کے سب رو رہے تھے۔ اُن کا ماتم فرعون کی محبت میں تھا۔ وہ نا صرف ماتم کر رہے تھے بلکہ اُس فرعون کی تعریف کر رہے تھے جس نے پرانے مذہب کو بحال کیا۔ اس کے ساتھ ہی اُنھیں اس بات کا غم تھا کے نوجوان فرعون کی کوئی اولاد نہیں۔ اس وجہ سے اب اگلا فرعون کسی اور خاندان کا ہوگا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جانتے ہیں کے اس کے بعد کون فرعون بنے گا۔ لیکن وہ اُسے پسند نہیں کرتے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی ملکہ نے آنکھیں کھول کے اپنے ہاتھ اس کے اوپر سے اٹھا لئے تھے۔

بے چارہ نوجوان بادشاہ۔ ملکہ کے چہرے پر تاسف تھا۔

بہت کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن صحت اور قسمت نے اجازت نہیں دی۔

ملکہ وہاں سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اب اس کے مرکز نگاہ وہ صندوق تھے جو اس مقبرے میں موجود تھے۔ وہ باری باری سب کو چھو رہی تھی۔ ان تمام صندوقوں کی جانچ کرنے میں ملکہ کو بہت تھوڑا وقت لگا تھا۔ اب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر فنان کے

قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ کچھ تھا اس مقبرے میں جو وہ اپنی طبعیت میں ایک گہری اداسی محسوس کر رہی تھی۔

ملکہ کیا آپ بتا سکتی ہیں کے اس مقبرے میں اتنی اداسی کیوں ہے؟ مجھے یقین ہے اس کی کوئی نا کوئی خاص وجہ ضرور ہے۔ فنان کی سوالیہ نظر ملکہ پر جمی ہوئی تھیں۔

تم نے سچ کہا ایسا ہی ہے۔ یہاں موجود فرعون شاید سب سے کم عمر فرعون ہے۔ وہ کسی بدعا کے زیر اثر تھا۔ جس بنا پر وہ اپنی زندگی نہیں جی پایا اور اس کا خاندان ختم ہو گیا۔

ملکہ کیا اس کی وجہ تابوت سکینہ کی بے حرمتی یا اس کی چوری تو نہیں؟ فنان اس سب کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔

یہ سچ ہے کے جنھوں نے پہلی بار اس کو چوری کیا وہ لوگ تابوت سکینہ کی بے حرمتی کی وجہ سے بہت مشکل میں آ گئے تھے۔ لیکن بابل کے لوگوں کے ساتھ کیا ہوا یہ ابھی راز ہے۔ کیونکہ یہ کبھی پتہ نہیں چل سکا کے وہ تابوت اُس حملے کے بعد گیا کہاں۔ لیکن طوطن خامن کا خاندان اس وجہ سے ختم نہیں ہوا۔ جب یہ خاندان ختم ہوا اُس وقت تابوت سکینہ اپنی جگہ پر موجود تھا۔ لیکن اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کے وہ اپنے ماں باپ کے اعمال کی وجہ سے بے موت مارا گیا۔ کوئی کالی گھٹا ہمیشہ اس پر چھائی رہی اور مرنے کے بعد بھی اس سب سے اس کا پیچھا نہیں چھوٹا۔

ملکہ کی بات نے فنان کو بھی تھوڑا افسردہ کر دیا تھا۔ اسے اس اندیکھے فرعون پر ترس آیا تھا۔ چاہے آپ فرعون ہی کیوں نا ہوں مشکل وقت کسی کو بھی مجبور اور لاچار کر سکتا۔

ملکہ ان صندوقوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا ان میں کوئی بھی صندوق وہ نہیں جس کی ہمیں تلاش ہے؟

نہیں۔ یہ صندوق دیکھنے میں بھی اس صندوق سے مشابہت نہیں رکھتے۔ جس

کے بارے میں کہا جاتا ہے کے وہ شمشاد کی لکڑی سے بنا ہے اور اس کے اوپر دو فرشتوں کی شبیح بنی ہوئی ہے۔ ملکہ نفی میں سر ہلایا تھا۔

پھر اب ہمیں چلنا چاہئے یہاں سے۔ فنان نے ملکہ ازبیل کی بات سن کر واپسی کا ارادہ کیا تھا۔

تم نے ٹھیک کہا۔ ہمیں یہاں سے واپس نکلنے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہاں کچھ ایسا خاص ہے جسے میں محفوظ کرنا چاہوں گی۔ ملکہ نے جواب دیا تھا۔ ملکہ کی بات سن کر فنان حیران ہوا تھا۔

ملکہ کیا اہم ہے یہاں؟

یہ جو چھوٹا صندوق دیکھ رہے ہوں تم۔ اسے اپنے خاص ٹھکانے پر پہنچا دو۔

ملکہ نے نشاندہی کی تھی اور ساتھ ہی اس کو اگلا حکم بھی دیا تھا۔ چند لمحوں میں وہ صندوق وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد ملکہ نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا تھا اور وہاں بالکل ویسا ہی ایک چھوٹا صندوق موجود تھا۔ بالکل ویسے ہی قیمتی زیورات اور چاقو اس کے اندر موجود تھے۔ جیسے غائب ہونے والے صندوق میں تھے۔ اس کے علاوہ ہو بہو ویسی ہی انگوٹھی اپنے چھوٹے سے بکس سمیت اس کے اندر موجود تھی۔ وہاں سے نکلنے سے پہلے دونوں نے ایک بار پھر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی۔ ساتھ ہی فنان نے ملکہ کا ہاتھ پکڑا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ دونوں اپنے عارضی ٹھکانے میں پہنچ چکے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

آج مہر گڑھ کے کھنڈرات پر ہونے والے واقعے سے سب ہی پریشان تھے۔ پروفیسر صارم نے رات کو ہونے والی بیٹھک اسی وجہ سے زرا جلدی بلالی تھی۔ وہ اندازہ کرنا چاہتے تھے کے اس تحقیق اور تلاش میں کون کتنا سنجیدہ ہے۔ اتنا تو وہ یقین سے کہہ سکتے تھے کے پروفیسر کین کہیں نہیں جانے والے اور امید تو انہیں اس بات کی بھی تھی کے ڈمور جی دار ہے اور ویسے بھی جنھوں نے اسے بھیجا ہے کچھ سوچ کر ہی بھیجا ہو گا۔

انہیں ڈر صرف فہد کی طرف سے تھا۔ رمنا کے بارے میں بھی وہ پر امید تھے۔ وہ جانتے تھے کے اگر احمد دین اور سعد نہیں بھی آتے تب بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ کبھی بھی باہر بات نہیں کریں گے۔ لیکن رمنا اور فہد میں سے کوئی چلا گیا تو بات چھپی نہیں رہے گی۔ انھیں رمنا اور فہد کو اس سب میں شامل کرنے پر افسوس ہو رہا تھا۔ لیکن وقت گزر چکا تھا۔

جیسے ہی سب پروفیسر صارم کے کمرے میں پہنچے، سب سے پہلے ڈرون کی محفوظ کی گئی ریکارڈنگ دیکھی گئی۔ تینوں ڈرون کی ریکارڈ کی گئی وڈیو میں کچھ بھی نہیں تھا۔ سوائے تیز روشنی کے اور اتنا تو وہ سب پہلے سے ہی جانتے تھے۔ ریکارڈنگ ختم ہو چکی تھی اور ان سب کے پاس الفاظ بھی۔ لیکن کسی نا کسی کو تو بولنا تھا۔ یہ بوجھ یقینی طور پر پروفیسر کیمن اور پروفیسر صارم کے کندھوں پر تھا۔ پروفیسر کیمن نے آخر بات شروع کی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کے پروفیسر صارم بات شروع نہیں کرنا چاہتے۔

یہ تو آپ سب جان ہی چکے ہیں کے ڈرون ریکارڈنگ میں کچھ نہیں آیا۔ لیکن ایک بات ضرور پتہ چلی ہے کے روشنی کسی چیز سے آ رہی تھی جو وہاں موجود تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کسی کے بھی دیکھنے سے پہلے وہ چیز جادو کی طرح غائب ہو گئی۔ پروفیسر کیمن کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کے فہد بیچ میں ہی بول پڑا۔

کیا وہ اڑن تشتری تھی؟ فہد کی بات پر سب نے ہی اسے دیکھا تھا۔

ہو سکتا ہے یہ ناممکن نہیں۔ پاکستان کے اسی علاقے میں پہلے بھی اڑن تشتری دیکھی جانے کی باتیں ہوتی رہی ہیں۔

پروفیسر صارم نے جواب دیا تھا۔ کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا سب کو ہی اندازہ ہو رہا تھا کے کوئی بڑی قوت ان کی نگرانی کر رہی ہے۔ لیکن کون؟ یہ شاید کسی کو بھی پتہ نہیں تھا یا کوئی تھا جو یہ سب پہلے سے ہی جانتا تھا۔ جانے آگے کیا ہونے والا تھا۔ لیکن سب ہی اپنے فیصلے پر قائم تھے اور یہی بات پروفیسر صارم کے اطمنان کے لیے کافی تھی۔ اسے اب صرف احمد دین اور سعد کا جواب چاہیئے تھا۔ جو کل ان کے آنے یا نا آنے پر

منحصر تھا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

ملکہ ازبیل اپنے اگلے سفر کے لیے بہت بے چین تھی۔ لیکن جانے ایسی کونسی تیاری تھی جس میں فنان اتنا مصروف تھا کے اس نے دو دن کا وقت لیا تھا۔ ملکہ کو شاید اندازہ نہیں تھا کے اگلا مقام ان کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔ فنان تھوڑا پریشان تھا ایک تو ابھی تک تابوت سکینہ کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ دوسرا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کے کوئی ان کا پیچھا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بات صرف یہاں تک ہی نہیں تھی۔ ان کا اگلا سفر بھی ایک بہت پراسرار مقام پر تھا۔ فنان ہر طرح کی معلومات اور حفاظتی تدابیر اختیار کئے بغیر وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔ آخر وہ شیطانی سمندر میں موجود ڈریگن مثلث /اژدہا مثلث کہلانے والی جگہ جانے والے تھے۔ ڈریگن مثلث مشن کی کامیابی کے بغیر برمودہ مثلث کے مشن پر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ دونوں جگہوں پر کوئی بہت ہی طاقتور اثرات تھے۔ یہی بات فنان کو خوفزدہ کر رہی تھی۔

دو دن کے انتظار کے بعد ملکہ کا صبر جواب دیا گیا تھا۔ اس نے فنان سے وضاحت طلب کر لی۔ ملکہ نہیں چاہتی تھی کے اس کی غیر موجودگی میں اس کی چاند کائنات پر کوئی مصیبت آ جائے۔ ملکہ کو ایک اور خوف بھی تھا خفیہ دروازہ کھل چکا تھا۔ ایک کائنات سے دوسری کائنات میں جانے کے لیے۔ ظاہر ہے یہ دروازہ صرف اس کی کائنات کا نہیں کھلا تھا۔ بلکہ ساتوں کائنات کا کھلا تھا۔ جیسے وہ اس کائنات میں آ ئی تھی۔ اگر کوئی اس کی کائنات میں چلا گیا تو کیا ہو گا؟ فنان ملکہ کی پریشانی سمجھ رہا تھا۔ لیکن یہاں پر بھی کوئی عام بات نہیں تھی۔ ملکہ کے اصرار پر فنان کو وضاحت دینی پڑی تا کہ ملکہ فیصلہ کرے کے اسے ڈریگن مثلث جانا بھی ہے یا نہیں۔ ڈیگن مثلث اور برمودہ مثلث فنان کی سوچ سے زیادہ پراسرار جگہیں تھیں۔ جہاں جانے سے وہ گھبرا رہا تھا۔

ملکہ میں آپ کی پریشانی جانتا ہوں۔ لیکن جہاں ہم نے اب جانا ہے وہ جگہ

بہت غیر معمولی ہے۔میں چاہتا ہوں پہلے آپ کو اس بارے میں ساری معلومات دوں، پھر آپ فیصلہ کریں کے وہاں جانا ہے یا نہیں۔میں ایک بات آپ کو پہلے ہی بتا دوں ضروری نہیں کے وہ ساری معلومات درست ہوں۔وہاں سب کچھ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔ایسا بھی ممکن ہے کے ہم وہاں جا کر واپس نا آ سکیں۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو کھل کر کہو۔

فنان کی بات سن کر ملکہ ازبیل حیران تھی۔ بھلا اسے کیا خطرہ اور اسے کون روک سکتا ہے۔کیا فنان اس کی طاقتوں سے واقف نہیں؟ ملکہ فلحال خاموش رہ کر اس کی بات سننا چاہتی تھی۔فنان کو معمولی بات پریشان نہیں کر سکتی۔اتنا تو وہ بھی جانتی تھی۔

ڈریگن مثلث کہلانے والا یہ مقام اپنے اندر بہت کچھ ایسا سموئے ہوا تھا جو زمانہ قدیم سے ہر کسی کی سمجھ سے باہر تھا۔اژدہا مثلث جسے ڈریگن ٹرائی اینگل بھی کہتے ہیں ، دراصل برمودہ ٹرائی اینگل کی طرح کا ایک پراسرار مقام ہے جو بحرالکاہل میں جاپان اور فلپائن کے نزدیک واقع ہے۔یہ جاپان کے ساحلی شہر یوکوہاما، ماریانا جزائر اور فلپائن کے جزیرے گوام کے درمیان واقع ہے۔اس سمندر کو جاپانی لوگ مانواومی کہتے ہیں۔جس کے معنی شیطان کا سمندر ہے۔ڈریگن مثلث کو بھی برمودہ مثلث کی طرح ہی غیر فطری واقعات کا گڑھ مانا جاتا ہے۔ بلکہ اسے برمودہ مثلث کی بہن بھی کہا جاتا ہے۔یہاں پر بجلی اور روشنی کی طاقت والی سواریاں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ جو نا انسان بنا سکتے ہیں نا چلا سکتے ہیں اور اس کا مطلب ان دونوں جگہوں پر کوئی اور ہی طاقت ہے۔ چین کی پرانی دیومالائی کہانیوں میں اس کو ایک پرانے غرق ہوئے شہر کا مقام قرار دیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ کہا جاتا تھا کے یہ سمندر بڑے بڑے اژدھوں کا مسکن ہے۔جن کی حرکت کی بنا پر سمندر میں طوفان آتا ہے جو بحری جہازوں کو غرقاب کر دیتا ہے۔اسی بنا پر اسے ڈریگن یا اژدھا مثلث کہا جاتا ہے۔یہاں غرقاب شہر کو شیطان کی کارستانی مانا جاتا تھا۔اسی بنا پر اس سمندر کو شیطانی سمندر کہا جاتا ہے۔وہاں دن اور رات مختلف

تھے۔ وہاں کچھ ایسا تھا جسے وہاں کی حکومت چھپاتی ہے یا وہ خود بھی نہیں جانتی۔ وہ اس کے پراسرار ہونے کو بھی تسلیم نہیں کرتی تھی۔ ڈریگن مثلث میں بھی برمودہ مثلث کی طرح آلے اور مشینیں اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ یہاں پر ہر وقت دھند اور بادل چھائے رہتے ہیں۔ یہاں اکثر طوفان آتے ہیں جو بحری جہاز کو ڈوبو دیتے ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ 1950 میں جاپان کی حکومت نے اس جگہ کو جہاز رانی کے لیے خطرناک قرار دے دیا۔ 1952 میں جاپانی حکومت نے نو سائنسدانوں اور عملے کے بائیس افراد پر مشتمل ایک بحری جہاز روانہ کیا تا کہ وہ یہ تحقیق کر سکے کے اس پانی میں کیا مسئلہ ہے۔ لیکن یہ بحری جہاز اپنے سواروں سمیت لاپتہ ہوگیا۔

فنان کی معلومات پریشان کن تھیں۔ ملکہ نے چند لمحے سوچنے میں لگائے تھے۔ پھر شاید کوئی فیصلہ کرلیا تھا اوراب وہ فنان سے مخاطب تھی۔

پہلی بات تو یہ طے ہے کے ہم وہاں جائیں گے۔ مجھے کہیں جانے کا کوئی خوف نہیں۔ برمودہ کی بات ابھی تم رہنے دو۔ اگر وہ بھی ایسی ہی کوئی جگہ ہے تو اس بارے میں فیصلہ ہم اس شیطانی سمندر سے واپس آنے کے بعد کریں گے۔ تم مجھے صرف اتنا بتاؤ کے وہاں کوئی جزیرے بھی ہیں یا صرف سمندر ہی ہے۔

ملکہ وہاں جزیرے بھی ہیں۔ لیکن میں یہ پتا نہیں لگا سکا کے ہمیں جزیرہ پر جانا بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر جانا ہے تو کس جزیرہ پر۔ فنان نے ملکہ پر واضح کر دیا تھا کے وہ یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا اور وہاں سب کچھ اس کی طاقت اور علم سے باہر ہے۔ چند لمحوں کی خاموشی دونوں کے درمیان آ ئی تھی۔ آخر ملکہ فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔

فنان اپنا ہاتھ دو۔

ملکہ جانے کے لیے تیار تھی۔ فنان کے چہرے پر پریشانی کی جگہ مسکراہٹ نے لی تھی۔ ملکہ ازنبیل کے چہرے پر جھلکتا عزم اور پراعتماد انداز نے فنان کی ساری پریشانی

ختم کر دی تھی۔ بس ایک لمحے کی دیر تھی چاند کے اندر موجود چاند کی ملکہ کا عارضی پڑاؤ اپنے مکینوں کی واپسی کا منتظر تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

صبح جانے کے لیے سب ہی تیار تھے۔ کسی کو امید نہیں تھی کے احمد دین اپنے بیٹےسعد کے ساتھ آئے گا۔ لیکن خلاف توقع احمد دین وہاں موجود تھا۔ اس کے مطابق سعد کو آج گھر میں کچھ کام ہے کل سے وہ بھی آئے گا۔ سبھی نے اسی پر شکر کیا تھا کے وہ کام ادھورا چھوڑ کر نہیں گئے۔ انہیں مقامی معاملات سنبھالنے کے لیے ان کی ضرورت تھی۔ گاڑیاں ڈھاڈر، مہر گڑھ کی طرف رواں دواں تھیں۔ وہاں پہنچ کر پروفیسر صارم نے پروفیسر مکین سے مشورے کے بعد ایک ٹیم کی شکل میں کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ احمد دین اور فہد کو گاڑیوں کے پاس ہی نگرانی کرنے کی ذمہ داری دی تھی۔ کسی بھی ہنگامی صورت میں وہ ان سے رابطہ کر سکتے تھے۔ کل ہونے والے واقعے نے ان کو مزید محتاط کر دیا تھا وہ صرف ڈرون پر بھروسہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دن بھر کوئی بھی اہم بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ دن بھر نمونے اکھٹے کرتے رہے تھے۔

پروفیسر صارم کا خیال تھا کے وہ آس پاس کی بھی کچھ جگہوں پر اپنی جانچ کریں گے۔ ہوسکتا ہے کے انہیں وہاں کچھ آثار مل جائیں۔ اس بات سے ڈمور کو کچھ اختلاف تھا۔ اس کا کہنا تھا کے یہی جگہ مرکز ہے۔ اگر کچھ ہوا بھی تو مرکز میں ہی ہوسکتا ہے۔ پروفیسر مکینکے خیال سے بھی بات میں دم تھا۔ اس لیے انہوں نے بھی اپنی بات پر اصرار نہیں کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کے جس مقصد کے لیے وہ آئے ہیں اس میں مزید دریافت شامل نہیں۔ انہیں تو بس شمشاد سے بنے تاریخی تابوت کی تلاش تھی۔

ویسے ترکی کے کسی غار میں بھی اُس کی موجودگی کی روایت موجود ہیں۔ یہ روایت ہے بھی اسلامی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟

ڈمور کا سوال چبھتا ہوا تھا۔ وہ شاید یہاں سے ہٹ کر کسی اور جگہ پر تلاش کے

مشورے سے خوش نہیں تھا۔ پروفیسر مکین کو اندازہ ہو گیا تھا۔اس لیے پروفیسر صارم کے جواب دینے سے قبل ہی وہ بول پڑا تھا۔

بالکل روایات ہیں اس بارے میں۔کہا جاتا ہے کے وہ ترکی کے ایک شہر شاید اپی دوکیا کی غار میں محفوظ ہے اور کسی خاص کی آمد پر وہ اُسے ملے گا۔اگر اس بات میں صداقت ہے تو پھر ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اُسی خاص کو ملے گا جس کے لیے چھپایا گیا ہے۔یقینی طور پر یہ بھی باقی روایات کی طرح ایک روایت ہے لیکن اس میں ایک بات مختلف ہے۔ وہ یہ کے تابوت خفیہ ہے اور یہ صرف خاص پر ہی ظاہر ہوگا۔ صاف مطلب ہے کے اسے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد کسی نے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔آج کا دن جانچ اور نمونے اکھٹے کرنے کا آخری دن تھا۔ اس کے بعد ان کو اپنی تحقیق اور معلومات کی بنیاد پر کھدائی شروع کرنی تھی۔ پروفیسر صارم کے خیال سے انہیں مزدوروں کی بھی ضرورت تھی۔لیکن کل والے واقع کے بعد وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کے یہ سب ممکن بھی ہوگا یا نہیں۔احمد دین اور سعد کو تو وہ جانتے تھے،اُن سے بات باہر نہیں نکلے گی۔ لیکن اگر دوسرے مزدوروں کی موجودگی میں کوئی بھی بات ہوئی،تو پوری دنیا میں بات پھیل جانی تھی۔ظاہر ہے ڈمور یہ کبھی نہیں چاہے گا۔کوئی نہیں جانتا تھا کے آج رات ہونے والی بیٹھک میں وہ کیا فیصلہ کریں گے۔لیکن وہ اپنا پہلا مرحلہ مکمل کر چکے تھے۔ اسرار ابھی باقی تھا لیکن اسراریت میں وہ داخل ہو چکے تھے۔

❂ …… ❂ …… ❂

فنان کو آنکھیں کھولنے میں چند لمحے لگے تھے اور ان کو وہاں پہنچنے میں اتنا ہی وقت لگا تھا۔جیسے ہی فنان کچھ دیکھنے کے قابل ہوا تھا،تو وہاں اس کی آنکھوں کو خیرہ کرتا منظر تھا۔ملکہ ازبیل بہت سکون سے اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

ملکہ ہم کہاں ہیں؟ فنان نے خوشگوار حیرت سے اردگرد دیکھا تھا۔کیا

خوبصورت نظارہ تھا۔

تمہیں کیا لگ رہا ہے؟ ملکہ نے الٹا سوال کیا تھا۔

فنان ہنس پڑا تھا۔وہ دونوں اس وقت ہر بات کو بھلا کر وہاں کی خوبصورتی کو دیکھ رہے تھے۔وہ دونوں اس وقت شیطانی سمندر کے ایک ویران جزیرے پر موجود تھے۔یہ جزیرہ مکمل طور پر پودوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ہر طرف عجیب سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔یہ خوشبو یقینی طور پر جنگلی پودوں اور پھولوں کی تھی جن سے یہ جزیرہ بھرا ہوا تھا۔یہ جزیرہ رقبے کے لحاظ سے بہت چھوٹا تھا اور سمندر کی سطح سے بہت زیادہ اونچا نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے یہ کوئی مستقل جزیرہ نا ہو۔ایسے چھوٹے جزائر بڑے سمندروں میں ظاہر ہوتے اور ڈوبتے رہتے ہیں۔جزیرے پر بادل چھائے ہوئے تھے۔اس کے اردگرد پانی میں جھاگ ہی جھاگ تھی۔اسی بنا پر آس پاس کا پانی نیلا یا ہرا ہونے کے بجائے سفید نظر آرہا تھا۔کافی دیر وہ دونوں اس جزیرے کی دلکشی اور حسن سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

کیا خیال ہے،آگے کیا ہونا چاہیے؟تمہاری معلومات کیا کہتی ہیں اس بارے میں۔

ملکہ نے فنان کو مخاطب کیا تھا۔وہ بھی شاید اس جگہ کے قدرتی حسن میں کھو گیا تھا۔ملکہ کے سوال نے اسے چونکا دیا تھا۔اسے شاید وہ یاد آ گیا تھا جسے پہلے وہ بھلائے بیٹھا تھا۔

ملکہ جو معلومات تھیں میرے پاس،اور جو کچھ مشہور ہے یہاں کے بارے میں وہ سب میں آپ کو بتا چکا ہوں۔اس سب سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔ ایک بات جو تب میں آپ کو بتا نہیں سکا تھا اور مجھے تب پورا یقین بھی نہیں تھا۔ وہ یہ ہے کے اس زمین میں موجود اس جگہ پر میری ساری طاقت بے بس ہے۔میں یہاں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔جو کرنا ہے وہ آپ کو کرنا ہے۔

فنان نے ملکہ کو جواب دے کر شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔ وہ آگے کے سفر میں ملکہ ازبیل کی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی طاقت سمندر میں نہیں چل رہی تھی اور وہ بھی ایسے سمندر میں جہاں انسانی طاقت بھی جواب دے جاتی ہے۔

تم پریشان نا ہو فنان میں سمجھ سکتی ہوں ۔ اس جگہ جو ہے وہ خاص ہے اور یہاں طاقت بھی خاص ہی چلتی ہے۔

ملکہ اس وقت ایک اونچی چٹان پر کھڑی تھی اور اپنے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی ۔ کچھ دیر دونوں کے درمیان گہری خاموشی چھائی رہی۔ فنان جانتا تھا کے ملکہ ازبیل اب آگے کی گتھی سلجھانے کی تیاری کر رہی ہے۔ اردگرد کا جائزہ لینے کے بعد ملکہ ازبیل اس اونچی چٹان سے نیچے اتر آئی تھی۔ ملکہ ازبیل کو اب کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جس کے ذریعے سے وہ معلومات حاصل کر سکے۔ ظاہر ہے اس جگہ پر جو سب سے پرانی چیز ہوسکتی تھی وہ پتھر اور چٹانیں ہی تھیں۔ ملکہ ازبیل یقینی طور پر کسی ایسی چٹان کی تلاش میں تھی جو مضبوط ہو۔ تب ہی لمبے عرصے تک اس کی یہاں موجودگی کا یقین کیا جاسکتا تھا۔ ملکہ کی تلاش جلد ہی ختم ہوگئی تھی۔ ان کی مطلوبہ جگہ بالکل جزیرے کے وسط میں تھی ۔ جہاں گھنے درختوں کے جھنڈ میں بہت سی ابھری ہوئی چٹانیں تھیں۔ ان ابھری ہوئی چٹانوں میں ایک چٹان جو سب سے بڑی اور گول تھی وہی ملکہ ازبیل کی مرکز نگاہ تھی۔

چٹان کے پاس پہنچ کر ملکہ نے اس اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا تھا۔ ملکہ کی آنکھیں بند تھیں اور وہ اپنے اطراف سے بے نیاز ہوچکی تھی ۔ باہر کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملکہ ازبیل کی اندر کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ آنکھوں پر بے تحاشہ دباؤ تھا، سامنے سفید بادل تھے۔ ملکہ ازبیل کو دیکھنے میں شدید دشواری کا سامنا ہو رہا تھا۔ آخر سامنے سے سفید بادل چھٹ گئے تھے، اور نظر آنے والا نظارہ غیر متوقعہ طور پر حسین تھا۔ چاروں طرف سمندر کا نیلا پانی تھا، اور اس پانی میں ہر طرف رنگ برنگی مچھلیاں تیر

رہی تھیں۔ چٹان پر ہرے رنگ کی کائی جمی ہوئی تھی۔ چٹان کی جمی کائی پر کچھوے موجود تھے اس کے علاوہ اور بھی کچھ جاندار تھے جو اس چٹان پر اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے۔ منظر بدلا تھا۔اس بار جو سفید دُھند سے نمودار ہوا تھا وہ منظر پہلے منظر سے مختلف تھا۔ چٹان پر بہت سے پرندے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر طرف سبزہ اور پھول تھے۔وہاں پاس ہی کچھ لوگ تھے جو اُس جزیرے پر موجود تھے۔ وہ سب شاید مسافر تھے،اور آرام کے لیے اس جزیرے پر رکے ہوئے تھے۔ وہ سب شاید کسی خاص بات کا زکر کر رہے تھے۔ ان میں کچھ لوگ خوفزدہ تھے۔

فنان مکمل چوکنا ہو کر چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا۔ویسے تو وہ دیکھ ہی چکے تھے کے یہ جزیرہ مکمل طور پر خالی تھا۔یہاں نا انسان تھے اور نا ہی بڑے جانور موجود تھے، جو ان کو کوئی خطرہ ہوتا۔لیکن یہ سمندر خود سب سے بڑا خطرہ تھا۔آخر وہ لوگ اس وقت شیطانی سمندر میں موجود تھے۔معلومات لینے میں ملکہ ازبیل نے کافی وقت لیا تھا۔ یقینی طور پر اہم معلومات تھیں،جس بنا پر وقت بھیز یادہ لگا تھا۔ملکہ ازبیل چٹان کو چھوڑ کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔فنان بھی ملکہ کے پاس آ گیا تھا۔جانے اب آگے کیا تھا؟ کچھ لمحے مزید گزرے تھے ۔ملکہ ازبیل شاید اپنے آپ کو تیار کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اس وقت مکمل سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

ہماری اگلی منزل ڈریگن مثلث کا مرکز ،ایزوشیما ہے۔ایزوشیما ایک آباد آتش فشاں جزیرہ ہے۔اس جزیرے کو بہت عرصے سے بدھ مت کے مذہبی مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ہمیں ڈریگن /اژہادہ مثلث کے بارے میں ساری معلومات وہیں سے مل سکتی ہیں۔اس کے علاوہ شیطانی سمندر کا راز بھی وہاں پر ہی چھپا ہوا ہے۔مین نہیں جانتی کے ہمیں وہاں تابوت سکینہ ملے گا یا نہیں،لیکن وہاں اس دنیا کا کوئی گہرا راز دفن ہے۔اب تمہارا کیا خیال ہے کے ہمیں وہاں تابوت سکینہ کے لیے جانا چاہئے یا نہیں؟

ملکہ ازبیل کے سوال پر فنان مزید پریشان ہوا تھا۔اسے تو خود اندازہ نہیں تھا

کے اس خوبصورت زمین میں کون کونسے پراسرار راز چھپے ہوئے ہیں۔
ملکہ یہ آپ بہتر جانتی ہیں۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے اس جگہ کے بارے میں یہی سنا ہے کے یہاں بحری جہاز غائب ہو جاتے ہیں اور مشینیں اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ یہاں پر بجلی اور سفید بادل ہیں جن کا راز کوئی نہیں جانتا اور ناہی کسی کو جاننے کی اجازت ہے۔ فنان نے کسی بھی قسم کی رائے دینے سے معذرت کر لی تھی۔
تو ٹھیک ہے فنان، تیار ہو جاؤ ہم ایزوشیما جزیرے پر جا رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں وہاں کیا راز چھپا ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ تابوت سکینہ سے بھی گہرا راز ہو۔
ملکہ ایک عزم کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس کا چہرے اس کے آہنی عزم کا پتہ دے رہا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

آج ان کے پاس زیادہ تصویریں یا وڈیو نہیں تھیں۔ ان کے پاس زیادہ تر نمونے تھے۔ جن کی جانچ کرنی تھیں۔ اسی بنا پر رات کو ملاقات میں تھوڑی دیر ہو گئی تھی۔ انھوں نے تین جگہوں کی نشاندہی کی تھیں۔ ساری تصویریں اور وڈیو انہیں جگہوں کی تھیں۔ وہاں ہر ایک تصویر پر تبصرہ ہو رہا تھا۔ لیکن یہ زیادہ تر پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم کے درمیان تھا۔ رمنا اور فہد تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ ڈمور کے پاس کافی معلومات تھیں، مگر وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم کافی دیر آپس میں یہ طے کرتے رہے کے کونسی جگہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ کس جگہ کی کھدائی پہلے ہونی چاہیے۔ ان دونوں نے کافی دیر کی بات جیت کے بعد آخر یہ طے کرلیا کے کس جگہ پر کھدائی پہلے ہوگی اور کس جگہ پر بعد میں۔ اور کہاں وہ سب سے آخر میں قسمت آزمائی کریں گے۔ اصل مشکل تو یہی تھی کے ان کو یہ کھدائی خفیہ طور پر کرنی تھی۔ کسی اور کو شامل کرنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اب سب کچھ

جب ان کو خود کرنا تھا تو اس میں وقت زیادہ لگنا تھا۔ مگر ان کے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔

جب سب کچھ طے ہو گیا تو ڈمور نے اپنے تھیلے میں سے ایک زنجیر نما مشین نکالی۔ اس زنجیر کے سامنے ایک نوکیلی سی موٹی سوئی نما مشین تھی۔ جس کے بارے میں ڈمور نے بتایا کے جب ان کو کسی جگہ پر شک ہو کے وہاں کوئی کمرہ یا تہہ خانہ ہو سکتا ہے۔ تب وہ اس زنجیر نما مشین کو اندر بھیج سکتے ہیں۔ جو یہ پتہ لگا سکتی ہے کے اندر کوئی کمرہ ہے یا نہیں۔ اس مشین کو ایک ریموٹ سے کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اندر کے مناظر بھی قید کر سکتی تھی۔ پروفیسر صارم کو یہ خیال اور مشین پسند آئی تھی۔ ان کے خیال سے یہ ان کے کافی کام آنے والی تھی۔

پروفیسر مکین تھوڑا غصے میں تھے۔ اس نے اس کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا؟ لیکن سب خاموش ہی رہے۔ آخر خفیہ مشن پر وہی تو تھا۔ باقی وہ سب تو اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ اسی بنا پر کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔ سارے منصوبے پر ایک بار پھر غور کرنے کے بعد وہ سب اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ کل کا دن بہت خاص تھا۔ اصل کام تو اب شروع ہونے والا تھا۔ جانے کیا پراسراریت تھی۔ جو سب کو ابھی سے بے چین کر رہی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ دونوں ایزوشیما جزیرے پر پہنچ چکے تھے۔ وہ اس وقت ایک چٹان کی اوٹ میں کھڑے تھے۔ اس وقت یہ جگہ سنسان تھی۔ آسمان پر سفید بادل چھائے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں دھوپ بھی تھی لیکن اس میں شدت نہیں تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ یہاں پرندے اور چھوٹے جانور بھی نظر آ رہے تھے۔

یہ جزیرے بے آباد نہیں ہے۔ ملکہ ازبیل نے تصدیقی انداز میں فنان سے کہاں تھا۔

اس کے ساتھ ہی دونوں نے خود کو سب کی نظروں سے چھپا لیا تھا۔ وہ نہیں

جانتے تھے کے یہاں عام لوگ موجود ہیں بھی یا نہیں۔خود کو سب کی نظروں سے اوجھل کر کے وہ اس جزیرے کو دیکھنے لگے تھے۔ یہ جزیرہ رقبے میں کافی بڑا معلوم ہو رہا تھا۔ یہاں کہیں کہیں راستے اور چھوٹی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔اکا دکا لوگ بھی آ جا رہے تھے۔ان لوگوں کو دیکھ کر لگ رہا تھا کے ان میں عام لوگ بھی ہیں۔ جو صرف سیر کے غرض سے آئے ہیں۔

لگتا ہے یہ کوئی دیکھنے کا مقام ہے۔ یہاں کچھ تو ایسا ہے جو لوگ اسے دیکھنے کے لیے آ رہے ہیں۔ کیونکہ نا لوگ مقامی لگ رہے ہیں نا یہاں مستقل آبادی کے آثار ہیں۔فنان نے اپنی رائے دی تھی۔

میرا بھی یہی خیال ہے۔ملکہ ازبیل اس سے متفق تھی۔

آؤ سامنے کے پتھریلے راستے کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں کافی لوگ اکھٹے ہو کر جا رہے ہیں۔

ملکہ نے سامنے کی طرف اشارہ کر کے فنان کو متوجہ کیا تھا۔ وہ دونوں اب پتھریلے راستے کی طرف چل پڑے تھے۔لیکن دونوں نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔اس کی پہلی وجہ یہاں کی پراسراریت اور دوسرا یہاں لوگ بہت کم تھے۔اگر ان کو کوئی دیکھ لیتا تو مصیبت بھی کھڑی ہو سکتی تھی۔ان سب کے سفر کا اختتام بہت پرانے پتھروں سے بنے کمروں اور غاروں پر ہوا تھا۔

یہ جگہ لازمی طور پر کافی پرانی ہے۔فنان نے انہیں دیکھتے ہی اپنی رائے دی تھی۔

ملکہ ازبیل نے سر ہلا کر تائید کی تھی۔ اور اب وہ خود ایک غار کی طرف بڑھ رہی تھی۔ فنان جانتا تھا ملکہ اب یہاں کے بارے میں معلومات لینا چاہتی ہے۔ وہاں آنے والے ادھر ادھر پھیل گئے تھے۔ کچھ لوگ وہاں اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ ضرور یہاں اپنے مذہبی جذبات کی تسکین کے لیے آئے تھے۔اس جگہ پر کافی غار اور

پتھروں سے بنے سنسان کمرے تھے۔ ملکہ نے ایک بڑے غار کا انتخاب کیا تھا۔ جو ملکہ ازبیل کے خیال میں سب سے پرانا تھا۔

بند آنکھوں کے آگے سے دُھند کی دیوار ہٹی تھی اور سامنے سب کچھ صاف دِکھنے لگا تھا۔ بہت ہی لمبے لمبے لوگ تھے جو اپنے ہاتھوں اور اُوزاروں سے ان غاروں کو تعمیر کر رہے تھے۔ اُن کے قد بہت بڑے تھے مگر دیکھنے میں وہ انسان ہی لگ رہے تھے۔ اُن کے کام کرنے کے انداز سے لگ رہا تھا کے وہ یہ سب پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔ منظر بدلا تھا وہاں اس وقت بھی چہل پہل تھی لیکن وہ شاید کسی کی نگرانی کر رہے تھے۔ غار میں کوئی تھا۔ لیکن کون؟ ایک بار پھر منظر بدل گیا تھا۔ ہر جانب عام انسان پھر رہے تھے۔ وہ اس غار میں آ جا رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کے اندر کوئی مہمان ہے۔ جس سے ملنے کے لئے بہت سے لوگ آ رہے ہیں۔

اس سب کے دوران فنان اپنے آس پاس کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ اپنا کام مکمل کر کے ملکہ نے فنان کو اشارہ کیا تھا وہ اب اس سے بات کرنا چاہتی تھیں۔

یہ غار اور کمرے دس سے پندرہ ہزار سال پرانے ہیں۔ ان کو کسی فرد کے لیے بنایا گیا تھا یا اس نے ان کو خود تعمیر کروایا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کے وہ بعد میں یہاں آیا ہو۔ لیکن وہ جو کوئی بھی تھا یہاں قید تھا۔ قید ہونا والا کوئی معمولی فرد نہیں تھا۔ وہ کوئی بہت بڑی طاقت تھا۔ اگر قید ہونے والا بہت بڑی طاقت تھا تو اسے قید کرنے والا کتنی بڑی طاقت ہوگا۔ جو شاید اس زمین پر کسی کے پاس نہیں۔ ملکہ ازبیل کی معلومات حیرت انگیز تھیں۔

ملکہ اب وہ قید طاقت کہاں ہے۔ کیا آزاد ہو چکا؟ فنان کا سوال فطری تھا۔ کیونکہ یہ جگہ اب مکمل طور پر ویران تھی۔

شاید وہ آزاد ہو گیا یا شاید وہ اس پورے جزیرے پر قید ہے۔ مطلب ممکن ہے وہ اس جزیرے سے باہر نہیں جاسکتا لیکن جزیرے پر آزاد ہے۔ ملکہ ازبیل کی بات

سن کر فنان پر دہشت طاری ہوئی تھی۔ان دونوں کو اب سمجھ آ رہا تھا کے یہاں اتنی پراسراریت کیوں ہے۔

ملکہ اس سمندر کو جس میں یہ جزیرہ ہے، شیطانی سمندر کہتے ہیں۔تو کیا۔۔۔

فنان نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی۔ملکہ اس کی بات سمجھ چکی تھی۔

ہوسکتا ہے یہاں کوئی کالی طاقت ہو۔جو یہاں رہتی ہو اور ڈریگن اژدہا مثلث کہلانے والے اس علاقے جو شیطانی سمندر میں ہے۔اس کا حکم اور طاقت چلتی ہو۔ملکہ ازبیل جیسے خودکلامی کے انداز میں بات کر رہی تھی۔

ملکہ کیا وہ طاقت ابھی تک اسی علاقے میں قید ہے یا آزاد ہو کر کہیں بھی آ جا سکتی ہے؟ کیا وہ طاقت ختم ہو چکی ہے یا ابھی بھی موجود ہے؟

فنان کے سوال پر ملکہ ازبیل نے اسے ایک نظر دیکھا تھا۔اس سے پہلے کے ملکہ اسے کوئی جواب دیتی وہاں عجیب سے گڑگڑاہٹ ہونا شروع ہو گئی تھی۔زمین ہل رہی تھی اور عجیب سے دھماکوں کا شور مچ گیا تھا۔وہاں موجود لوگوں نے خوف سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔ملکہ ازبیل نے فنان کا ہاتھ تھاما تھا اور وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

آج وہ وقت سے پہلے ہی مہر گڑھ پہنچ چکے تھے۔احمد دین اور سعد وہاں پہلے سے ہی موجود تھے۔ان کو دیکھ کر پروفیسر صارم کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔کچھ دیر رک کر انھوں نے اپنا منصوبہ ایک بار پھر دہرایا تھا۔مزدور نہ بلانے کے فیصلے کی وجہ سے نظر رکھنے کے لیے ایک بار پھر ڈرون کا سہارا لیا گیا تھا۔مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر وہ اس جگہ کا جائزہ لینے لگے۔

میرا خیال ہے کے پہلے کھدائی کی ضرورت ہے۔اس کے بغیر ہم کوئی مشین استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔پروفیسر مکین نے رائے دی تھی۔وہ لازمی طور پر پروفیسر صارم سے مخاطب تھے۔

میرا بھی یہی خیال ہے۔

پروفیسر صارم نے تائید کی تھی اور ساتھ ہی وہ آس پاس کی مختلف جگہوں کی نشاندہی کرنے لگے تھے۔ جہاں شروع کی کھدائی ہونی تھی۔ پہلے حصے میں انہیں زیادہ تر کھدائی اوپر کے ہی حصوں پر کرنی تھی کیونکہ یہی طے ہوا تھا۔ ویسے بھی زیادہ امید تابوت سکینہ کی ممکنہ موجودگی کی اوپر والے آباد شہر پر تھی۔ کھدائی شروع ہوگئی تھی۔ وہ سب بری طرح اس میں مصروف ہوگئے تھے۔ وہ دو مقامات پر ایک وقت میں کھدائی کر رہے تھے۔ کام کرتے ہوئے انہیں لگ بھگ دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ایک طرف پروفیسر مکین اور دوسری طرف پروفیسر صارم موجود تھے۔ وہ اب تھکنے لگے تھے۔ ظاہر سی بات ہے احمد دین اور سعد کے علاوہ باقی سب مزدور نہیں تھے۔

رمنا جو پروفیسر صارم کے ساتھ کھدائی کر رہی تھی، وہ اجازات لے کر گاڑیوں کے پاس جانے لگی۔ دراصل ان لوگوں نے پاس ہی موجود کھیتوں کے آغاز میں ایک عارضی غسل خانہ بنا رکھا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ منہ دھونے کے لیے بیسن بھی موجود تھا۔ ساتھ ہی ایک ٹینکر بھی تھا۔ جہاں استعمال کے لیے پانی موجود تھا۔ گو کے وہ جگہ زیادہ دور نہیں تھی، لیکن تھوڑا ہٹ کر تھی۔ فہد نے اسے اکیلے جاتے ہوئے دیکھا تو ضرور تھا، لیکن وہ چاہ کر بھی اس کے ساتھ نہیں جا سکا تھا۔ کیونکہ وہ اور ڈمور پروفیسر مکین کے ساتھ مصروف تھا۔ جس جگہ وہ کھدائی کر رہے تھے، وہ کسی کمرے کی دیوار معلوم ہو رہی تھی۔ اس جگہ پر کھدائی کے لیے احتیاط کی ضرورت تھی۔ اسی بنا پر فہد کام ادھورا چھوڑ کر رمنا کے ساتھ نہیں جا سکا۔ وہ پریشان تو ہوا اسے جاتا دیکھ کر لیکن کچھ کر نہیں پایا۔

رمنا خلاف توقع جلدی واپس آ گئی۔ یہ دیکھ کر تھوڑی دور کام سے میں مصروف فہد کو تسلی ہوگئی تھی۔ فہد تو دوبارہ مصروف ہوگیا لیکن پروفیسر صارم نے محسوس کر لیا تھا کے کچھ ہوا ہے جو رمنا جیسی بہادر لڑکی گھبرائی ہوئی ہے۔ اس نے رمنا کو پرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ پروفیسر صارم احمد دین ادسعد کے سامنے بات نہیں کھولنا چاہتے

تھے۔ مزید کچھ دیر کھدائی کے بعد وہ سب نڈھال ہو گئے تھے۔ ایسے میں پروفیسر مکین نے کام روکتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ہمارا گاڑیوں کی طرف چل پڑے۔ جاتے جاتے پروفیسر صارم کو اشارہ دے دیا کے وہ کچھ کھانا پینا اور آرام کرنا چاہتے ہیں۔ پروفسر صارم بھی اپنے ساتھی لے کر گاڑیوں کے پاس موجود عارضی آرام گاہ میں پہنچ گئے تھے۔

ان لوگوں نے اپنی گاڑیوں کے پاس ایک چھوٹا سا ٹینٹ لگا رکھا تھا۔ جہاں کرسیاں اور میز موجود تھے۔ آج اس جگہ پر کچھ اور کھدائی کا سامان بھی تھا جو وہ ساتھ لائے تھے۔ اس کام کے لیے انھوں نے ایک ٹرک نما گاڑی منگوا لی تھی، جسے سعد لے کر آیا تھا۔ ان کا خیال تھا کے سارا سامان اس گاڑی پر لاد کر سعد اور احمد دین اپنے ساتھ لے جائیں اور ہر روز صبح ان کے آنے سے پہلے پہنچ کر عارضی کیمپ لگا ئیں۔ آج اصل کام کا پہلا دن تھا۔ اس سے پہلے تو وہ صرف گھوم پھر کر معلومات اور نمونے اکھٹے کرتے رہے تھے۔ کچھ دیر تک وہ سب کھاتے پیتے رہے تھے۔ کام کے بارے میں زیادہ بات جیت نہیں ہوئی تھی۔ ویسی بھی چند گھنٹوں کی کھدائی سے کیا ہونے والا تھا۔

رمنا تم اتنا گھبرائی ہوئی کیوں تھی؟ کیا ہوا تھا؟

پروفیسر صارم نے سوال اس وقت کیا تھا جب احمد دین اور سعد کھانا کھا کر سامان کی دیکھ بھال کرنے کے لیے ذرا دور ہٹے تھے۔ پروفیسر صارم کی بات پر ڈمور، فہد اور پروفیسر مکین چونکے تھے۔ کیونکہ وہ دوسری طرف ہونے کی بنا پر کچھ نہیں جانتے تھے۔ رمنا سب کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ سب کیسے بتائے۔

جو سچ ہے وہ بتاؤ گھبرا کیوں رہی ہو۔ پروفیسر مکین نے اس کا تذبذب محسوس کر کے اسے حوصلہ دیا تھا۔

میں جب ہاتھ دھو رہی تھی تو میں نے اپنے سر کے اوپر بادل دیکھے تھے۔ میں

حیران تھی کے ہر طرف دھوپ ہے تو اچانک یہ بادل کیسے۔ پھر جب میں نے اوپر دیکھا تو ان بادلوں میں مجھے ایک چوکور سی کوئی چیز نظر آئی تھی۔ وہ دھات کی بنی ہوئی اور کافی بڑی تھی۔ اس چوکور سی چیز کے درمیان میں ایک آنکھ بنی ہوئی تھی۔ میں نے صرف اتنا ہی دیکھا اور ڈر کے وہاں سے دوڑ لگا دی۔ جب میں گاڑیوں کے پاس پہنچی اور مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی بادل نہیں تھے۔

رمنا اب بھی خوفزدہ لگ رہی تھی۔ کچھ دیر وہاں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ فہد رمنا کو تسلی دے رہا تھا۔ اور باقی سب اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے۔

ہمارا پیچھا ہو رہا ہے اور ہم پر نظر رکھی جا رہی ہے۔ یہ بات ہم سب جانتے ہیں۔ بس یہ جاننے کی ضرورت ہے کے وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اور وہ ہیں کون؟ لازمی طور پر وہ کوئی بڑی قوت ہے۔ پروفیسر صارم کی بات پر سب سر ہلانے لگے تھے۔

کہیں یہ وہی قوت تو نہیں جنھوں نے ہمیں یہ کام سونپا ہے؟ ڈمور کی بات سن کر سبھی چونکے تھے سوائے پروفیسر مکین کے۔

بالکل یہ وہی لوگ ہیں۔ مجھے اس بات کا پہلے ہی اندازہ تھا۔ میں حیران ہوں تو صرف اس بات پر کے وہ یہ خود کیوں نہیں کر رہے۔ یہ جگہ تو ویسے بھی ویران ہی ہے۔ یہاں جو کچھ ہوگا وہ اتنی جلدی باہر نہیں آ سکتا۔ پروفیسر مکین کی بات پر اب مزید پریشانی پھیل گئی تھی۔

چلو اس سے یہ بات تو پتہ چلتی ہے کے وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں دیں گے۔ پروفیسر صارم نے بات ختم کی تھی۔

لیکن آپ یہ بھی مت بھولیں کے اگر ہم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو وہ ہمیں ختم بھی کر سکتے ہیں۔ اس کی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوگی۔ ڈمور دور کی کوڑی لایا تھا اور سب ہی یہ سن کر ساکت ہو گئے تھے۔

یاد رکھنے کی بات تو یہ بھی ہے کے ہم کام ادھورا نہیں چھوڑ سکتے۔ جو ہوگا وہ

دیکھا جائے گا۔ کیونکہ کام نا کرنے پر وہ ہمیں ضرور ختم کردیں گا۔ ویسے تو شاید بچنے کی کوئی امید باقی ہو۔

فہد کی بات میں دم تھا۔ باقی سب بھی فہد کی بات، سے متفق تھے۔ پروفیسر نے سب کو دوبارہ کام پر لگنے کو کہا تھا اور باقی گفتگو رات کے لیے سمیٹ لی گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

گڑگڑاہٹ کچھ دیر بعد رک گئی تھی لیکن وہاں اس وجہ سے کافی ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔

ملکہ یہ کیا تھا؟

وہ دونوں اس وقت ایک چھوٹی چوٹی پر سب کی نظروں سے اوجھل موجود تھے۔ ملکہ ازبیل نے اسے جواب دینے کے بجائے پاس موجود چھوٹی چٹان کو تھام لیا تھا۔ ملکہ ازبیل کے آنکھیں بند کرتے ہی وہاں موجود دھواں نے ملکہ ازبیل کو ایک راستے کی طرف رہنمائی کی تھی اور آخر وہ جگہ دکھائی دی تھی جہاں کی ملکہ کو تلاش تھی۔ چند لمحوں کے جاپ کے بعد ملکہ نے آنکھیں کھولیں تھیں۔ فنان منتظر نظروں سے ملکہ ازبیل کو دیکھ رہا تھا۔

یہ آواز یہاں موجود آتش فشاں کے گڑھے سے آرہی تھی اور زمین کا ہلنا وہاں آئے زلزلہ کی وجہ سے تھا۔ شاید وہاں ایک بار پھر لاو پھوٹا ہے اور یہ یہاں ایک عام سی بات ہے۔ ملکہ ازبیل نے اسے تسلی دی تھی۔

ملکہ وہ کالی طاقت والا پورا معاملہ کیا ہے۔ ہماری بات ادھوری رہ گئی تھی۔

فنان اصل بات جاننا چاہتا تھا۔ جو لاوہ کے پھٹنے کی وجہ سے ادھوری رہ گئی تھی۔

وہ طاقت موجود ہے اور اس کا اثر اردگرد موجود اس سارے سمندر پر ہے۔ یہ جزیرہ اس طاقت کا اب بھی گڑھ ہے۔ لیکن میں یہ نہیں جانتی کے وہ طاقت قید ہے یا نہیں۔ کیونکہ پہلے بھی اس طاقت کا زور اس جزیرے سے باہر سمندر پر چلتا تھا۔ تو شاید

وہ پہلے قید ہو اور اب کافی لمبے عرصہ پہلے آزاد ہو گئی ہو۔لیکن اتنا میں جانتی ہوں اس طاقت کو میں نے اس سمندر سے باہر زمین میں اور کہیں محسوس نہیں کیا۔ملکہ نے وضاحت دی تھی۔

ملکہ کیا آپ بھول گئیں؟ برمودہ مثلث میں بھی اسی قسم کی طاقت کا زکر ہے۔ فنان نے ملکہ کو یاد کروایا تھا۔

مجھے بالکل یاد ہے۔لیکن ابھی ہمیں یہاں اس شیطانی سمندر کی کھوج کرنی ہے۔

ملکہ تو اب ہم کیا کرنے جارہے ہیں؟ فنان نے ملکہ سے آگے کا منصوبہ پوچھا تھا۔

ہم پہلے اس آتش فشاں کو دیکھیں گے جو آگ اگلتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کے وہاں کیا ہے۔مجھے پورا یقین ہے وہاں ہم اس کالی طاقت کے بارے میں کچھ تو سراغ لگا سکتے ہیں۔

ملکہ ازبیل نے اپنے اگلے قدم کے بارے میں فنان کو اطلاع دی تھی اور ساتھ ہی فنان کا ہاتھ تھام کر وہ اس چوٹی سے اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ گئے تھے۔سامنے کے میدان میں آگ کا ایک گڑھا تھا۔جس سے کسی چشمے کے پانی کی مانند آگ پھوٹ رہی تھی۔فنان کی آنکھوں میں تو حیرت تھی۔ ملکہ ازبیل بھی تجسس سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

شام ہونے سے قبل ہی ان لوگوں نے اپنا کام ختم کر کے سامان سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ان سب کا یہی خیال تھا کے ان کو شام سے پہلے ہی اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانا چاہیے۔ویسے بھی وہ لوگ حد سے زیادہ تھک چکے تھے۔ایسے میں بلاوجہ وہاں رکنا بے فائدہ ہی تھا۔ڈھاڈر سے سبی اپنے ہوٹل پہنچنے تک وہ سب خاموش ہی رہے تھے۔

اب وہ پانچوں ایک ہی گاڑی میں جاتے تھے۔ جیپ کو ہوٹل میں ہی کھڑا کردیا گیا تھا۔ کیونکہ اب احمد دین اور سعد نے چھوٹے ٹرک پر ہی آنا تھا۔سارا راستہ کوئی نہیں بولا تھا۔ لیکن ایک بات طے تھی کے آج رات بہت سی باتوں سے پردہ اٹھنے والا تھا۔ڈمور کو دیکھ کر اندازہ ہورہا تھا کے وہ سب کچھ کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ بس مناسب وقت کا انتظار کررہا ہے۔ پروفیسر مکین بھی اپنی ساری تحقیق آج بتانے والے تھے اور ساتھ ہی پروفیسر صارم کے ارادے بھی کچھ ایسے ہی لگ رہے تھے۔اس وقت سب ہی خود کو کسی مہماتی فلم کا کردار محسوس کررہے تھے۔ جس میں بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے، کہ کوئی راز راز نا رہے اور سب کو سب کچھ پتہ ہو۔

شام سے پہلے ہی وہ ہوٹل پہنچ چکے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کے وہ سب آہستہ آہستہ اس پراسراریت میں داخل ہورہے ہیں، جس کو وہ کھوجنے نکلے تھے۔ یہ راز بھی شاید ان پر ہی منکشف ہوتا ہے جو اس میں داخل ہوتے ہیں۔ ماضی اتنا ہی پراسرار اور اندیکھا راز ہوتا ہے جتنا یہ تھا۔ان کی کھوج کوئی معمولی کھوج نہیں تھی۔شاید وہ ایک نیا جہان تلاش کررہے تھے۔ وہ ایک ایسی کھوج میں تھے جس کی کھوج میں خود کھوج تھی۔ وہ ایک ایسا ماضی کریدنے نکلے تھے، جسے ماضی خود کرید رہا تھا۔سب ہی وقت سے پہلے پروفیسر صارم کے کمرے میں موجود تھے۔آج بہت کچھ کھلنے والا تھا۔ بہت سی باتوں کو دھرایا جانا تھا۔آج کی رات خاص تھی۔سب ہی شاید خوف سے آزاد ہورہے تھے۔ ان سب کا اصل سفر تو اب شروع ہونا تھا۔سب کے آجانے کے بعد پروفیسر مکین نے بات کا آغاز کیا تھا۔

میرے خیال سے ہمیں ایک بار پھر سب کچھ ابتدا سے کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے بات ڈمور کریں گے۔ کیونکہ اس مہم کا آغاز انھوں نے ہی کیا ہے۔ چاہے اس کے لیے انہیں کسی اور نے پیسے دیئے ہیں۔ اصل بات وہی جانتے ہیں۔اب جب کے ہم اس سب میں پھنس چکے ہیں۔تو وہی ہمیں اس کے شروع کے

سرے تک پہنچائیں گے۔ کیونکہ جب تک آغاز واضح نا ہو اختتام ممکن نہیں ہوتا۔

پروفیسر کین کی بات کی سب نے تائید کی اور ان میں ڈمور خود بھی شامل تھا۔

سب ہی بے چینی سے ڈمور کے جواب کے منتظر تھے جانے کونسا انکشاف ہونے والا تھا۔

ڈمور نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بات کا آغاز کیا تھا۔

جیسا کے آپ سب جانتے ہیں میرا بھی تعلق پروفیسر کین کی طرح اٹلی سے ہی ہے۔ میرے والد ایک مزدور تھے۔ لیکن وہ کوئی عام مزدور نہیں تھے۔ بلکہ وہ آثار قدیمہ کے ماہر مزدور تھے۔ انھوں نے اپنی ساری عمر اٹلی میں آثار قدیمہ کی کھدائی کرنے میں گزاری تھی۔ بلکہ اپنے بعد کے سالوں میں وہ دوسرے مزدوروں کی نگرانی کرتے تھے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کے وہ خود چھوٹے موٹے ماہر بن گئے تھے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کے میرا بچپن آثار قدیمہ کے قصے سنتے گزرا ہے۔ اسی بنا پر مجھے ان سب کا شوق پیدا ہوا۔ میرے والد ایک ایماندار انسان تھے۔ جس کام میں باقی لوگوں نے مال بنایا میرے والد نے اس میں کبھی کوئی ہیرا پھیری نہیں کی۔

ہم تین بہن بھائی تھے۔ میرے بڑے بھائی کی چھوٹی عمر میں بیماری سے موت ہو گئی۔ میری والدہ کے انتقال کے بعد میری بہن نے پسند کی شادی کر لی اور دوبارہ ہم سے کبھی نہیں ملی۔ اپنے چھوٹے مکان میں صرف میں اور میرے والد رہ گئے تھے۔ میری تنہائی کا خیال کر کے میرے والد مجھے ساتھ لے جانے لگے۔ ان کا کام کئی دنوں اور ہفتوں پر محیط ہوتا تھا۔ وہ مجھے اکیلا چھوڑنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔ یہاں سے ہی میرے اس کام کا آغاز ہوا جس سے میں اب وابستہ ہوں۔

میری عمر سترہ سال تھی جب میں نے اپنے والد کے ساتھ جانا شروع کیا تھا۔ میں وہاں چھوٹے موٹے کام کرتا اور اپنے والد کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ کئی بار خوش ہو کر مجھے کھدائی کروانے والے نوادرات میں سے کچھ نا کچھ دے دیتے تھے۔ ایسے بہت سے چھوٹے موٹے نوادرات میرے والد نے بھی جمع کر رکھے تھے۔ میرے والد کے ساتھ

کام کرنے والے ایک مزدور سے مجھے پتہ چلا کے ہمارے شہر میں کچھ نودرات بیچنے اور خریدنے والے دکانیں موجود ہیں ۔جس پر انھیں فروخت کر کے کافی پیسے مل جاتے ہیں۔ میں نے اس مزدور سے ان دکانوں کا پتہ تو پوچھ لیا۔لیکن جانتا تھا میرے والد کو ان سے بہت محبت ہے۔ وہ کبھی بھی ان کم قیمتی معمولی نوادرات کونہیں بیچے گا۔لیکن جلد ہی اس کا موقعہ آ گیا۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرنے کے بعد میرے والد بے روزگار ہو گئے ۔کیوں جس شخص کے ساتھ میرے والد کام کرتے تھے وہ شخص پنشن لے کر اپنے عہدے سے سبکدوش ہو گیا۔ نئے آنے والے نے بہت سے مزدوروں کو نکال کر اپنے مزدور رکھ لئے۔میرے والد کو کام نہیں مل رہا تھا۔ہم دونوں باپ بیٹا چھوٹی موٹی مزدوری کرنے لگے جو کبھی ملتی تھی اور کبھی نہیں۔ایسے ہی ایک دن میں مزدوری ڈھونڈ رہا تھا لیکن مجھے کرنے کو کوئی کام نا ملا۔ آخر تھک ہار کر میں نے ایک تفریح کے میدان سے مشروب والی بوتلیں اکھٹی کرنا شروع کر دیں۔ تا کہ کم از کم میں شام کو کچھ کھانے کے لیے ہی لے جاؤں۔میں نے شام تک کافی بوتلیں اکھٹی کر لیں اور ان کو ایک کباڑیئے کے پاس لے گیا۔

جب میں بوتلیں فروخت کر کے وہاں سے نکل رہا تھا تو مجھے اپنے والد کے ساتھ کام کرنے والا مزدور مل گیا۔وہ مجھ سے میرے والد کی خیر خیریت پوچھنے لگا۔ میرے پوچھنے پر اس نے مجھے بتایا کے سامنے جو نوادرات کی دکان ہے وہ اس پر کچھ فروخت کرنے آیا تھا۔وہ اس کے بعد وہاں سے چلا گیا اور پاس کی دکانوں سے مختلف کھانے پینے کی چیزوں کی خریداری کرنے لگا۔یہ سب دیکھ کر میرے دل میں ایک بار پھر نوادرات بیچنے کا خیال آیا۔لیکن پھر وہی مسئلہ والد کبھی نہیں مانیں گے۔

میں خاموشی سے کھانے کا کچھ سامان خرید کر گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر پہنچ کر والد کو کھانا دیتے ہوئے اور بات کرتے ہوئے بھی میرا ذہن نوادرات میں ہی اٹکا رہا۔

آخر مجھے ایک خیال سوجھ ہی گیا اور میں خوشی سے اچھل پڑا۔ مجھے اب انتظار تھا تو اپنے والد کے سونے کا تھا۔ والد کے سوتے ہی میں خاموشی سے ساتھ والے کمرے میں چلا گیا اور وہ نوادرات نکال کے ایک تھیلے میں ڈالنے لگا۔ جو میں نے پچھلے دو سالوں میں اکھٹے کیئے تھے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تو نہیں تھی لیکن پھر بھی کافی تھے۔ میں نے سوچ لیا تھا کے والد صاحب کو نہیں بتاؤں گا۔ ویسے بھی وہ کونسا میرے سامان کی تلاشی لیتے تھے جو ان کو کوئی شک ہوگا۔

اگلے دن میں نے سر درد کا بہانہ کیا اور والد سے کہا کے میں دوپہر کو مزدوری کے لیے جاؤں گا۔ وہ میری بات مان کر اکیلے ہی گھر سے نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد مجھے جب یقین ہوگیا کے وہ گلی سے آگے نکل گئے ہوں گے۔ میں بھی اپنا نوادرات کا تھیلا اٹھا کر بازار کے لیے نکل گیا۔ غرض کے مجھے دکاندار نے ان نوادرات کے عوض اچھی خاصی رقم دے دی۔ اور ساتھ ہی کہا کے، میں اگر اسے ایسے ہی مزید نودرات لاکر دیتا رہوں تو وہ مجھے دوسروں سے زیادہ رقم دے گا۔ میں اس سب سے بہت خوش ہوا۔ پھر کیا تھا میں دن بھر بوتلیں اکھٹی کرتا اور شام کو کافی کھانا اور ضرورت کی چیزیں لے کر گھر جاتا۔ میرے والد مجھ سے بہت خوش تھے۔

بس خدا کا کرنا ایسا ہوا کے میرے والد کچھ عرصے بعد ہی بیمار ہوگئے۔ انہیں میری والدہ اور بہن کا بہت غم تھا۔ میں نے ان کے علاج پر بہت توجہ دی۔ لیکن وہ شاید اب زندہ نہیں رہنا چاہتے تھے۔ ان کے زندہ رہنے کی آخری وجہ بھی ختم ہوچکی تھی۔ وہ مرنے سے پہلے مجھے اپنے سارے نوادرات دے گئے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے نصیحت کی کے ان سب کو فروخت کر کے زندگی میں کچھ کروں۔ لیکن آثارقدیمہ جیسے شعبے سے دور رہوں۔ کیونکہ یہ انسان کو حال میں رہنے نہیں دیتے۔ بلکہ ماضی میں کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

یہ تو انھوں نے سچ کہا تھا۔ پروفیسر صارم نے ان کی بات کی تصدیق کی تھی۔

بس پھر کیا تھا اپنے والد کا تنہا غم منانے کے بعد میں وہ سارے نوادرات ایک گاڑی پر لاد کے اسی دکاندار کے پاس پہنچا۔ میں ان کو فروخت کر کے بہت مالدار ہو گیا۔اس دکاندار نے مجھے اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کر لیا۔ مجھے نوادرات کی پہچان تھی اور شوق بھی تھا ۔ کیونکہ ماضی شاید مجھے بھی اپنے اندر کھینچ چکا تھا۔بس چند سالوں میں ہی میں اٹلی کا ایک بڑا نوادرات کا سمگلر بن گیا۔ مجھے نودرات سے محبت بھی تھی اور ان کا شوق بھی تھا۔ دونوں نے مل کر مجھے کامیاب بنا دیا۔اس بات کو بارہ سال گزر چکے ہیں اور میں نے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

اب سے کوئی تین ہفتے پہلے مجھے ایک خفیہ پیغام ملا کے کوئی سیٹھ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔یہ سب میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ میں سن کر خوشی تھا ۔ کیونکہ ایسی ملاقاتیں ہمیشہ ایک بڑی ڈیل پر ختم ہوتی تھیں۔ میں اس وقت نہیں جانتا تھا کے یہ شاید میری زندگی بدلنے والی ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ملکہ ازبیل اور فنان احتیاط کے ساتھ آگے کی طرف بڑھنے لگے۔لیکن جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کے وہ اپنے قدموں پر اس آگ کے گڑھے کے قریب نہیں پہنچ سکتے اور اندر دیکھنا تو دور کی بات ہے۔ملکہ نے فنان کا ہاتھ پکڑا تھا اور وہ فضا میں بلند ہو گئے تھے۔اب کی بار ان کا رخ اس گڑھے کے مرکز کی طرف تھا۔ جہاں سے لاوہ نکل رہا تھا۔ جیسے جیسے فاصلہ کم ہو رہا تھا لاوے کی تپش کی وجہ سے ان کو مزید اوپر ہونا پڑ رہا تھا۔ یہاں تک کے وہ جب بالکل اس کے درمیان اور مرکز میں پہنچے تو وہاں گرمی کا احساس اس قدر زیادہ تھا کے ان دونوں کو کافی اوپر ہونا پڑا تھا۔ وہ دونوں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کے یہ کیا ہے ۔لیکن انہیں کامیابی نہیں ملی تھی۔ آخر تھک کر وہ اس آگ اگلتے گڑھے سے ہٹ کر ایک چٹان پر اتر گئے تھے۔

اب کیا کرنا ہے؟ فنان نے سوال کیا تھا۔وہ جانتا تھا کے وہ زیادہ دیر تک

یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔

تم یہاں رکو فنان، میں اس گڑھے کے قریب جا کر معلومات لیتی ہوں۔

ملکہ ازبیل نے فنان کو کہا تھا اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی وہ فضا میں بلند ہو گئی تھی۔فضا میں بلند ہوتے ہوئے ملکہ کے جسم کا رنگ اور لباس دونوں بدل گئے تھے۔ملکہ اس وقت پگھلے سونے جیسا جسم اور اس رنگ سے کچھ گہرے رنگ کے دھات سے بنے لباس میں ملبوس اس سوراخ کے پاس اتر رہی تھی، جو آگ اگل رہا تھا۔فنان سانس روکے سب دیکھ رہا تھا۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ملکہ ازبیل کو آج سے پہلے جانتا ہی نہیں تھا۔چاند کائنات کی ملکہ اس وقت اپنی پوری طاقت سے ایک دوسری کائنات کے راز کھوج رہی تھی۔ یا شاید اس کائنات کے راز ڈھونڈ رہی تھی۔ ملکہ بالکل اس گڑھے کے کنارے پر جا کر بیٹھ گئی تھی جو آگ اگل رہا تھا۔اس سے آگے کا منظر اتنا خوف ناک تھا کے فنان نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

جیسے ہی ملکہ ازبیل اس کے کنارے پر بیٹھی اور اسے تھام کر اپنی آنکھیں بند کیں ،تب تک وہ لاوہ ملکہ کو گلے تک اپنے اندر لے چکا تھا۔چند ہی لمحوں میں ملکہ مکمل طور پر اس لاوے میں چھپ چکی تھی جو اس گڑھے سے تیزی کے ساتھ نکل کر اردگرد پھیل رہا تھا۔فنان نے جب ڈرتے ڈرتے اپنی آنکھیں کھولیں تب تک وہاں صرف آگ اگلتا گڑھا تھا اور کچھ نہیں۔فنان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ کیا کرے۔ ویسے بھی اس شیطانی سمندر کی ڈریگن مثلث میں داخل ہوتے ہی اس کی طاقتوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔

سفید بادلوں میں سے نظر آنے والا منظر خوفناک تھا۔ وہاں اگلتی آگ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ وہ آگ بھڑکتی ہوئی آگ تھی جو باہر کی طرف پھیلتے ہوئے اپنے اندر ہر جاندار کو جلا کر بھسم کر رہی تھی۔ وہاں موجود بہت بڑے بڑے جانور اور درخت اُس کی لپیٹ میں آ رہے تھے۔ منظر بدلا تھا،اب بھی وہ گڑھا آگ اُگل رہا تھا مگر اس بار اُس

آگ کے اندر خود کچھ لوگ جا رہے تھے۔ ملکہ ازبیل کو سمجھ نہیں آئی تھی کے وہ یہ کیوں کر رہے ہیں۔

یہ تکلیف دہ اور خوف سے بھرپور انتظار زیادہ لمبا نہیں ہوا تھا۔ آگ میں ہلچل پیدا ہوئی اور اس آگ سے کوئی نکل کر فضا میں بلند ہوا اور یہ کوئی اور نہیں ملکہ ازبیل تھی۔ ملکہ کو لاوے نے بالکل اپنے اندر چھپا رکھا تھا مگر جیسے جیسے ملکہ بلند ہو رہی تھی لاوہ قطروں کے شکل میں اس کے وجود اور لباس سے جھڑ کر نیچے گر رہا تھا۔ جلد ہی ملکہ ازبیل اپنے اصل روپ میں فنان کے پاس پہنچ گئی تھی۔ فنان ملکہ کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ آج اس کی آنکھوں میں ملکہ کے لیے ستائش نہیں فخر تھا۔ وہ چاند کائنات کی ملکہ تھی وہ اس کی ملکہ تھی۔

ملکہ نے فنان کا ہاتھ پکڑا تھا اور وہ ایک بار پھر اسی چھوٹے سے جزیرے میں موجود تھے۔ جہاں سے وہ اس جزیرہ ایزوشیما میں آئے تھے۔ وقتی طور پر وہ دونوں ایک عظیم خطرے سے دور آ گئے تھے۔ لیکن وہ تھے اسی شیطانی سمندر میں۔ بلکہ صرف شیطانی سمندر ہی میں نہیں بلکہ کسی شیطانی آنکھ نگرانی میں۔ جسے وہ محسوس بھی کر رہے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

جب میں ہوٹل میں پہنچا، جہاں مجھے ملاقت کے لیے بلایا گیا تھا تو وہ مجھے ایک خاص کمرے میں لے گئے۔ مجھے لے جانے والے اور بلانے والے کمرے سے باہر ہی تھے اور مجھے اکیلے ہی اندر بھیجا گیا۔ تب مجھے اندازا ہوا کے کام کروانے والے خود کو اس سب میں پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو وہاں پر پانچ سے چھ افراد موجود تھے۔ میرے کمرے میں پہنچتے ہی ان میں سے ایک شخص نے میرے ساتھ بات کرنے لگا۔ مجھ سے کہا گیا کہ وہ تابوت سکینہ کو ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔ ان کے کہنے کے مطابق وہ ہر اس جگہ پر اس کو ڈھونڈ رہے ہیں، جہاں اس کی موجودگی کا شک

ہے یا اس کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

اسی شخص نے مجھے بتایا کے وہ مجھے مہر گڑھ کے آثار قدیمہ میں تابوت سکینہ ڈھونڈنے کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کے مجھے جتنے پیسے کی ضرورت ہوئی، مجھے مہیا کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مشن کامیاب ہو یا ناکام، مجھے میرا معاوضہ پورا دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ راز داری شرط تھی۔ ویسے بھی میں کونسا ان کو جانتا تھا۔ لیکن میں اندازہ لگا چکا تھا کے وہ کون ہیں۔ لیکن مجھے ان سب باتوں سے نہیں، اس لمبی چوڑی رقم سے مطلب تھا جو مجھے ملنی تھی۔ پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم کو اس سب میں شامل کرنے کا انھوں نے ہی کہا تھا۔ وہ اس ساری تحقیق سے واقف تھے جو پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم نے تابوت سکینہ کی ممکنہ مہر گڑھ میں موجودگی پر کی تھی۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا اس سے ہم سب ہی واقف ہیں۔ ڈمور نے تفصیل سے جواب دیا تھا۔

تم نے کہا، تم جانتے تھے کے وہ کون لوگ ہیں۔ پروفیسر مکین نے ڈمور کے تفصیلی جواب کے بعد اس سے پہلا سوال کیا تھا۔

جی میں جانتا ہوں کے وہ کون لوگ ہیں۔ ڈمور نے اپنی بات کی تصدیق ایک بار دوبارہ کی تھی۔

کون ہیں؟ پروفیسر مکین کا سوال سیدھا اور دوٹوک تھا۔

ڈمور نے ایک نظر فہد اور رمنا کو دیکھا تھا۔ لیکن اب جب کے یہ طے تھا کے ہر بات ہر ایک کو پتہ ہوگی، تو اسے جواب دینا ہی پڑا۔

وہ لوگ کالی طاقتوں کی خفیہ تنظیم کے تھے۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کے وہ دجال کے پیروکار ہیں۔ اس کے علاوہ شیطان کی عبادت کرنے والے ہیں۔ وہ دجال کو اپنا نجات دہندہ قرار دیتے ہیں۔ میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا کے وہ کون ہیں۔ آپ سب ان کے بارے میں جانتے ہیں۔

ڈمور کے جواب نے رمنا اور فہد کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔ لیکن پروفیسر

کمین اور پروفیسر صارم پرسکون ہی رہے تھے۔ صاف پتہ چل رہا تھا کے وہ اسی طرح کے جواب کی ہی امید رکھتے تھے۔

تمہارا ان سے رابطہ کروانے والے کون لوگ تھے؟ پروفیسر صارم کی طرف سے اگلا سوال آیا تھا۔

میرے ساتھ رابطہ کروانے والے اور سارے انتظامات کرنے والے اس تنظیم کے کارندے تھے۔ وہ امریکہ میں ان کے لیے کام کرتے ہیں۔

اگلا جواب بھی ان کی توقع کے مطابق تھا۔ باقی سب کچھ وہ اب خود ہی سمجھ سکتے تھے جو کچھ بھی ممکنات میں سے تھا۔ ان کے گرد شکنجا کتنا مضبوط تھا وہ سمجھ گئے تھے۔

تمہارا کیا خیال ہے ہماری نگرانی کون اور کیسے کر رہا ہے؟ یہ سوال ایک بار پھر پروفیسر کمین کی طرف سے آیا تھا۔

ہماری نگرانی ظاہر ہے وہی تنظیم کروا رہی ہے جنھوں نے ہمیں یہ کام سونپا ہے۔ کر کیسے رہے ہیں، میں اس بارے میں یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میرے خیال سے اڑن تشتری کے ذریعے سے کر رہے ہیں۔ اور شاید رمنا نے اسی کی ایک جھلک دیکھی ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ سب کیا تھا ملکہ؟ مجھے لگتا ہے کے ہمیں یہاں سے نکلنے کی ضرورت ہے۔ کچھ بھی ہو وہ اس سب سے پریشان ہو چکا تھا۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر ہمیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا یا اس کے لیے ممکن ہوتا، تو اب تک وہ ایسا کر چکا ہوتا۔ اس لیے تم پریشان مت ہو۔ ملکہ ازبیل نے فنان کو تسلی دی تھی۔

ملکہ کیا ہم کسی کی نظروں میں ہیں؟ فنان مزید پریشان ہوا تھا۔

پہلے کا تو میں نہیں جانتی۔ ہاں لیکن اس شیطانی سمندر میں کوئی آنکھ ہے جو ہم

پر نظر رکھ رہی ہے۔

ملکہ کیسی آنکھ؟ فنان اب جو کچھ ہوا وہ بھول کر اس آنکھ کے بارے میں متجسس ہو گیا تھا۔

وہی آنکھ جس کی شبیہ ہمیں تقریباً ہر اس جگہ ملی تھی جہاں پر بھی ہم تابوت سکینہ کی تلاش میں گئے تھے۔فنان کو بات کچھ کچھ سمجھ میں آئی تھی۔

ملکہ کیا ہر جگہ پر اسی آنکھ کا اشارہ تھا جو اس شیطانی سمند میں ہے اور اب ہمارے اوپر بھی نظر رکھے ہوئے ہے۔

لگ تو ایسے ہی رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کے یہ آنکھ کسی طاقت کی علامت ہو۔ لیکن اس شیطانی سمندر میں یہ شیطانی آنکھ ہی ہو سکتی ہے۔ کسی کالی طاقت کی علامت۔

ملکہ اگر شیطانی سمندر میں یہ طاقت موجود ہے اور ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے ہے۔تو کیا یہ شیطانی مثلث کہلائی جانے والی برمودہ مثلث میں بھی موجود ہو گی؟ کیونکہ برمودہ مثلث کو ڈریگن مثلث کی بہن کہا جاتا ہے۔فنان نے ایک نیا نکتہ اٹھایا تھا۔

ہو سکتا ہے۔ یہ شیطانی سمندر اور وہ شیطانی مثلث۔ ملکہ ازبیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

ملکہ اس آگ کے گڑھے میں آپ نے کیا دیکھا؟ وہاں کیا ہے؟ فنان کو آخر یاد آ ہی گیا، جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی بیتا تھا۔

وہ آگ کا گڑھا دراصل کسی جگہ کا راستہ یا کھڑکی ہے۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔لیکن یہ کسی اور ہی دنیا کی طرف لے کر جاتا ہے۔

کیا مطلب ملکہ؟ کیسی دنیا؟ آپ کس بارے میں بات کر رہی ہیں۔ فنان تھوڑ الجھ گیا تھا۔

جیسے ہم ایک راستے سے گزر کر اس کائنات میں آئے ہیں۔ وہ جگہ بھی کوئی ایسا ہی راستہ ہو سکتی ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے، وہ اسی کائنات کے کسی خفیہ مقام

کی طرف جانے والا راستہ ہو۔

ملکہ وہ مقام کیا تابوت سکینہ کا ٹھکانا ہو سکتا ہے؟فنان کو اپنا مقصد ایک بار پھر یاد آیا تھا۔

یہ بات میں نہیں جانتی۔لیکن جس جزیرے سے ہم آئے ہیں، وہاں پر کبھی تابوت سکینہ نہیں آیا۔لیکن شیطانی سمندر میں وہ ہے یا نہیں یہ میں نہیں جانتی۔ یہی جاننے کے لیے اب میں سارے شیطانی سمندر کا جائزہ لینے جارہی ہوں۔کیا تم میرے ساتھ چل رہے ہو؟اس کے بعد ہم دوبارہ اپنے خفیہ ٹھکانے پر چلے جائیں گے۔

کیوں نہیں ملکہ۔

فنان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا جسے ملکہ ازبیل نے تھام لیا تھا۔ویران جزیرہ ایک بار پھر ویران ہو گیا تھا اور کون جانے یہ ویرانی کب تک رہنے والی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ڈمور کی بات مکمل ہو چکی تھی۔گو کے وہ آثار قدیمہ میں آتا جاتا رہتا تھا لیکن تھا تو نوادرات کا ایک سمگلر۔وہ کوئی محقق یا تاریخ دان نہیں تھا جو اس بارے میں مزید کوئی حتمی رائے دے سکتا۔

چلیں اب ہم اس کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں۔کیونکہ یہ تو اب ہم جان ہی چکے ہیں کے یہ کام کروا کون رہا ہے۔دوسرا حصہ یہ ہے کے جو ہم تلاش کر رہے ہیں وہ ہے کیا؟

پروفیسر کیمن نے بات کو آگے بڑھایا تھا۔پروفیسر صارم نے ہنکارا بھرا تھا۔ مطلب تابوت سکینہ کیا ہے۔اس کی وضاحت وہ کریں گے۔سب ہی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

اسلامی حوالوں کے مطابق اس صندوق کو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔یہ تابوت نسل در نسل ہوتا ہوا حضرت داود علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا۔

انھوں نے اس کے لیے ایک گھر بنانے کے بارے میں سوچا۔ لیکن زندگی نے مہلت نہ دی اور یہ ذمہ داری حضرت سلیمان علیہ السلام کے کندھوں پر ڈال دی گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کی مدد سے اس گھر کو تعمیر کیا۔ جسے آج کل ہیکل سلیمانی کا نام دیا جاتا ہے۔ قیاس یہی ہے کے یہ ہیکل حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے پاس ہی تعمیر کیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات طے شدہ نہیں ہے۔ جہاں تک بات ہے تابوت سکینہ میں کیا ہے۔ دراصل تابوت سکینہ جو ایک پراسرار صندوق ہے۔ شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس صندوق میں حضرت آدم کا جبہ، حضرت موسیٰ کا عصا اور ان کی جوتیاں، حضرت ہارون کا عمامہ، حضرت سلمان کی انگوٹھی، تورات کی تختیوں کے چند ٹکڑے، کچھ من وسلویٰ وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل میں یہ صندوق بڑا ہی مقدس اور بابرکت سمجھا جاتا تھا۔ ایک اور خاص بات جس کا میں زکر کرنا چاہوں گا۔ وہ یہ ہے کے مسلمانوں کے مطابق اس صندوق کو اللہ نے حضرت آدم پر اتارا تھا۔ لیکن یہودی اور مسیحی عقیدے کے مطابق یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بنایا تھا۔ پروفیسر صارم نے مختصر الفاظ میں ساری کہانی سمودی تھی۔

چلیں یہ تو ہوگیا کے صندوق کیا ہے اور اس میں کیا تھا، اور یہ کہاں سے آیا۔ اب ہم بات کریں گے کے تابوت سکینہ گیا کہاں؟ پروفیسر مکین نے اگلا سوال اُٹھایا تھا۔

فہد نے ہاتھ کھڑا کیا تھا۔ وہ جدید نظریات پر بات کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر صارم نے سر ہلا کر اجازت دی تھی۔

کچھ کے نزدیک اس کو افریقہ لے جایا گیا۔ ایک مشہور ماہر آثار قدیمہ ران وائٹ کا کہنا ہے کے یہ مشرق وسطی میں موجود ہے۔ کچھ لوگوں کے مطابق اسکو ڈھونڈنے کی کوشش انگلینڈ کے علاقے میں کرنی چاہئے۔ کچھ جنوبی افریقہ میں ڈھونڈنے کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ سکالرز کا ماننا ہے کے یہ تابوت ایتھوپیا کے تاریخی گرجا گھر عقسم میں پڑا ہوا ہے۔ ایک اور نظریہ ہے کے یہ بحیرہ مردار کے قریب ایک غار

کے اندر کہیں گم ہو چکا ہے۔ اور ایک نظریہ، یہ بھی ہے کے یہودیوں نے 1981 میں اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پہلے محل سے کھدائی کے دوران نکال کر کہیں نامعلوم جگہ پر منتقل کر دیا ہے۔ جبکہ کھدائی کرنے والے یہودیوں کا کہنا تھا کے وہ اس صندوق کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ لیکن اسرائیلی حکومت نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے دباؤ میں آکر اس کی کھدائی پر پابندی لگا دی تھی۔ اسلئے انہیں یہ کام نامکمل ہی چھوڑنا پڑا۔ آج بھی بہت سارے ماہر آثار قدیمہ اور خصوصا یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے ماہر اسکی تلاش میں سرگرداں ہیں تا کہ اس کو ڈھونڈ کر وہ اپنی اسی روحانیت کو واپس پا سکیں، جو کبھی ان کو عطا کی گئی تھی۔ فہد نے پہلے سے بیان کی گئی معلومات سے کچھ ہٹ کر معلومات دی تھیں۔ پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین نے ان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

تابوت سکینہ کہاں کہاں ہوسکتا ہے یہ ضروری نہیں ہے۔ اس بارے میں بہت سے قیاس اور اندازے ہیں، جن میں بہت سے ہم آپس میں بیان کر چکے ہیں۔ اہم یہ ہے کے کیا وہ مہر گڑھ میں ہے؟ یا پاکستان کے کسی علاقے میں موجود ہوسکتا ہے۔ پروفیسر مکین اصل معاملے سے بھٹکنا نہیں چاہتے تھے۔

ایک بات جس پر ہم نے شاید پہلے غور نہیں کیا۔ اس پر غور کریں گے۔ پروفیسر مکین کی اس بات پر سب ہی تھوڑا چونکے تھے۔ پروفیسر مکین نے بات جاری رکھی تھی۔

ہم زیادہ تر غور صرف اس بات پر کر رہے ہیں کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے تک تابوت سکینہ کہاں تھا۔ یا اس بات پر کے وہ گم ہو گیا اور ملے گا کہاں سے۔ میں ایک اور بات پر آج بات کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تابوت سکینہ ایک بار پہلے بھی گم ہوا تھا، جو مل گیا تھا۔ لیکن دوسری بار گم ہوا تو اس کی کچھ خبر نا ہوئی۔ پروفیسر مکین کے بات سن کر پروفیسر صارم سمجھ گئے تھے کے پروفیسر مکین کسی خاص بات سے پردہ اٹھانے کے لیے تمہید باندھ رہے ہیں۔

آپ جہاں سے چاہیں بات شروع کر سکتے ہیں۔ہم شاید کوئی اہم بات بھول گئے تھے۔ پروفیسر صارم نے پروفیسر مکین کو اصل بات کرنے کا اشارہ دیا تھا۔

شاید اصل کھیل اب شروع ہونا تھا۔کوئی ایسا راز جو پہلے ان پر نہیں کھلا تھا۔

❂ ...... ❂ ...... ❂

ملکہ ازبیل اور فنان شیطانی سمندر کے اوپر چکر لگا رہے تھے۔وہ ہر جزیرے کو دیکھ رہے تھے کے شاید انہیں کچھ مل جائے۔اس سمندر کی لہریں اور ہوائیں اپنے اندر ایک خاص کشش لئے ہوئے تھیں۔وجہ کیا تھی؟ یہ وہ جانتے تھے۔سارے سمندر پر چکر لگاتے اور اسے جانچتے ہوئے ملکہ نے سمندر کے کچھ حصوں پر ایک جالا سا محسوس کیا تھا۔ ایک باریک اور نا نظر آنے والا حصار۔شاید یہی سمندری علاقہ ڈریگن مثلث کہلاتا تھا۔

ملکہ یہاں تو کچھ نہیں ہے۔فنان کو تھوڑی مایوسی ہوئی تھی۔

فنان یہ تمہارا خیال ہے۔یہاں بہت کچھ اندیکھا موجود ہے۔میں اسے محسوس کر سکتی ہوں اور محسوس کر رہی ہوں۔

ملکہ کیا ہمیں سمندر میں اترنا چاہیئے؟ فنان نے سوال کیا تھا۔

اس سے پہلے کے ملکہ کوئی جواب دیتی انہیں اپنے بائیں جانب بادل اور روشنی کی شعاعیں نظر آنے لگیں۔یہ بادل اور چمکتی روشنی قدرتی نہیں تھی۔ملکہ اور فنان اس جگہ سے تھوڑا ہٹ کر اردگرد کا جائزہ لینے لگے تھے۔

فنان لگتا ہے جس چیز کی ہمیں تلاش تھی وہ ہمیں مل گئی ہے۔

ملکہ ازبیل مسکرائی تھی۔ملکہ ازبیل کا اندازہ درست تھا۔کچھ ہی دیر میں ان بادلوں میں گول شکل میں کچھ چیزیں ظاہر ہوئیں،جن سے بجلی جیسی روشنی نکل رہی تھی۔

ملکہ یہ کیا ہے؟ فنان حیران تھا انہیں دیکھ کر۔

شاید یہ اسی شیطانی کالی طاقت سے تعلق رکھتی ہیں جو اس ڈریگن مثلث یا اس

شیطانی سمندر میں ہے۔

ملکہ کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کے وہ گول انڈے کے شکل کی چیزیں سمندر میں اترنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے نا صرف وہ غائب ہو گئیں بلکہ وہاں سے بادل بھی یوں غائب ہوئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

کیا خیال ہے فنان۔ اب دیکھا جائے وہ کہاں گئیں ہیں۔ ملکہ نے فنان کی طرف دیکھا تھا۔

ملکہ کیا ہم سمندر کے اندر اتریں گے؟ ملکہ کی بات سن کر فنان پریشان ہوا تھا۔

میں جانتی ہوں فنان کے جس طرح اس سمندری علاقے میں تمہاری طاقت ختم ہو گئی ہے، ممکن ہے کے پانی میں اتر کر میری طاقت بھی ختم ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کے یہ سب اسی لیا کیا جارہا ہو کے میں اس پانی میں اتر جاؤں۔ لیکن تم فکر مت کرو، میں اس پانی میں نہیں اتروں گی۔

ملکہ نے فنان کو تسلی دی تھی اور وہ دونوں اسے مقام کے طرف جانے لگے تھے۔ جہاں سے وہ پانی میں اتریں تھیں۔ ان دونوں کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کے وہاں کیا ہے۔ پانی میں ایک گول سوراخ تھا۔ بالکل ویسا سوراخ جیسا آگ میں تھا۔ لیکن اس میں اور اس میں فرق تھا کے وہ آگ اگل رہا تھا اور یہ سوراخ پانی کو نگل رہا تھا۔ پانی اس سوراخ کے اردگرد بل کھاتا گھوم رہا تھا اور پھر اس سوراخ کے اندر جا رہا تھا۔ فنان نے ملکہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھا تھا کے اب کیا کرنا ہے۔ ملکہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا اور خود اس اس چکر کھاتے سوراخ کے قریب ہو گئی تھی۔ جس نے ان کے سامنے ان بڑی بڑی گول چیزوں کو نگل لیا تھا۔ فنان نے اپنا سانس روک لیا تھا۔ وہ پچھتا رہا تھا کے اس نے ملکہ کے ساتھ اپنی کائنات چھوڑنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ اسے ملکہ کو روکنا چاہیئے تھا۔ مگر وہ تو خود ملکہ ازبیل کو یہاں لے آیا تھا۔

فنان نہیں جانتا تھا کے وہ ملکہ ازبیل کو لایا نہیں ہے بلکہ ان کو بلایا گیا ہے۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

پروفیسر کمین نے چند لمحے رک کر گہرا سانس لیا تھا اور اپنی بات ایک بار پھر شروع کی تھی۔

ہم سب ہی جانتے ہیں کے پہلی بار جب تابوت سکینہ کھویا تھا تو وہ پیغمبر اور بادشاہ طالوت کے ذریعے سے مل گیا تھا۔ لیکن اس پر ہم زیادہ غور نہیں کرتے کے جب وہ تابوت کھو گیا تھا، تب کیا ہوا اور کیسے ملا؟ جس قوم نے فتح حاصل کرنے کے بعد اس تابوت کو فتح کی علامت کے طور پر یا تکلیف دینے کی غرض سے یہودیوں کے مقدس تابوت کو اٹھا لیا تھا اس کے ساتھ کیا ہوا؟

اس قوم نے اس تابوت کو گندگی یا کوڑ کباڑ کے مقام پر پھینک دیا۔ اس کی وجہ شاید نفرت یا مفتوح قوم کی تذلیل تھی۔ لیکن اس شہر میں وبا پھوٹ پڑی اور آدھا شہر موت کے منہ میں چلا گیا۔ وہاں کے لوگوں کو اندازہ ہو گیا کے یہ اس تابوت کی بے حرمتی کا نتیجہ ہے۔ اس سب کے باوجود انھوں نے اسے یروشلم واپس بھیجنے کے بجائے اپنے مملکت کے کسی اور شہر میں بھیج دیا۔ لیکن وبا نے یہاں بھی ان کا پیچھا نا چھوڑا۔ یہاں تک کے یکے بعد دیگرے ان کے چار یا پانچ شہر وبا کی نظر ہو کر اجڑ گئے۔ آخر ان کے کچھ سمجھدار اور مذہبی لوگوں نے اس تابوت سے جان چھڑانے کا فیصلہ کیا اور اس تابوت کو بیل گاڑی میں ڈال کر اپنی سلطنت سے باہر ہانک دیا۔ جیسا کے میں بتا چکا ہوں کے وہ یہودیوں کے نبی اور بادشاہ طالوت کے ذریعے سے ان کو واپس مل گیا۔

اب آتے ہیں اس خاص بات کی طرف جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ بخت نصر جس کے حملے نے یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کر دیا وہ لازمی طور پر پہلے والے واقعے سے واقف تھا۔ اسی بنا پر وہ اس تابوت کو ساتھ لے کر نہیں گیا۔ یا تو اس نے ایک خدشے کے مطابق، جب ہیکل تباہ کیا وہ اس کے اندر ہی دب گیا، اور اس وقت یروشلم میں ہی

کہیں دفن ہے۔ دوسرا یہ بھی ممکن ہے کے وہ تابوت کو لے کر تو گیا ہو لیکن اسے پاس نہ رکھا ہو۔ پہلے وقتوں میں اکثر مقدس چیزوں کو پانی میں بہا دیا جاتا تھا۔ اسی بنا پر بحیرہ مردار کے کسی غار میں اس کی موجودگی بتائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کے یہ یروشلم اور اردن کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ جبل نبوہ کا نام بھی اسی وجہ سے لیا جاتا ہے۔ دو باتیں ممکن ہیں ایک بخت نصر نے اسے کہیں دور دراز اور محفوظ مقام پر بھجوا دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کے اس وقت کے یہودی علما نے حملے کے ڈر سے اسے کہیں چھپا دیا ہو اور اس بات سے ظاہر ہے بہت کم لوگ واقف ہو گے۔ دونوں ہی صورتوں میں وہ کہیں محفوظ ہے۔ چاہے یہ بخت نصر نے کیا ہو اور چاہے یہودی علما نے۔

یہ بھی ممکن ہے جنھوں اسے کہیں چھپایا وہ بھی اس حملے میں مارے گئے ہوں یا اپنی زندگی میں کسی کو بھی آگاہ نہ کیا ہو۔ جس بنا پر یہ راز راز ہی رہا۔ اب ہم آتے ہیں اس طرف کے مہر گڑھ یا پاکستان میں تابوت سکینہ کی موجودگی ممکن ہے، جب کے مہر گڑھ ویران ہو چکا تھا، جب تابوت سکینہ لاپتہ ہوا تھا۔ تو کیوں مہر گڑھ کا نام لیا جاتا ہے؟ پروفیسر مکین اس بات کی طرف آئے تھے جو ان کے حساب سے شاید سب سے زیادہ ضروری تھی۔

تو آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟ آپ نے یقینی طور پر کوئی تحقیق ضرور کی ہو گی اس پر۔ پروفیسر صارم نے سوال پوچھا تھا۔ کیونکہ یہ سب کسی نہ کسی انداز میں پہلے بھی ان کے درمیان زیرِ بحث رہ چکا تھا۔

بالکل میں نے تحقیق کی ہے۔ پروفیسر مکین نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ یہ بات پہلے بھی ہو چکی ہے کے ویران مہر گڑھ میں تابوت سکینہ کیوں تلاش کیا جا رہا ہے تو میرے خیال میں اس کی وجہ وہی شہروں کی بربادی ہے۔ جس کی وجہ سے بخت نصر نے تابوت سکینہ کو پاس نہیں رکھا۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کے ہڑپہ اور موہنجو داڑوں کے شہر بسانے والے مہر گڑھ کے ہی لوگ تھے۔ یہودیوں نے یا بخت نصر نے جب

تابوت سکینہ کو ان کی طرف بھیجا تو انھوں نے اسے اپنے بے آباد شہر میں چھپا دیا تا کہ ان پر کوئی آفت نا آئے۔ لیکن افسوس یہ شہر بھی اجڑ گئے اور اس کی وجہ سوائے موسم کی تبدیلی کے اور کوئی نہیں ہے۔ حیرت کی بات ہے کے جو وجہ بتائی جاتی ہے وہ بھی محض اندازہ ہی ہے۔ ثبوت اس کا بھی کوئی نہیں ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کے ان لوگوں نے اسے رکھنا کیوں قبول کر لیا؟

اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے یہ سب خفیہ طور پر کیا گیا ہو۔ ویسے بھی اگر آپ نے ان تہذیبوں کا مطالعہ کیا ہو تو آپ کو پتہ ہو گا، ان تہذیبوں میں کسی بھی قسم کی مذہبی عبادت گاہ نہیں ملی۔ نا کوئی محل نا مقبرہ دریافت ہوا ہے۔ یہاں نہ ہی ہتھیار ملے ہیں اور نا ہی اس کی شہرت غلامی اور انسانوں کو اذیت دینے پر مبنی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کے اس خطے زمین کے لوگ جمہوری امن پسند اور پڑھے لکھے ہنر مند تھے۔ اور یہی بات شاید تابوت سکینہ کی یہاں موجودگی کی وجہ بنی ہے۔ ویسے بھی مہر گڑھ تب تک خالی ہو چکا تھا۔ یہاں پر آبادی نہیں ہو گی تو انھوں نے اس جگہ اسے چھپا دیا ہو گا۔ پروفیسر مکین نے اپنی ساری تحقیق کا نچوڑ کر دیا تھا۔

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن جو لوگ اسے ڈھونڈ رہے ہیں ان کے پاس طاقت وسائل اور ٹیکنالوجی ہم سے زیادہ جدید ہے۔ پھر انہیں ہماری کیوں ضرورت ہے؟ پروفیسر صارم نے سب کے ذہنوں میں موجود سوال کو زبان دی تھی۔

یہ وہ واحد بات ہے جس پر میں حیران ہوں۔ لیکن میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ پروفیسر مکین نے پوری سچائی سے اپنی لاعلمی کو تسلیم کیا تھا۔

❁ …… ❁ …… ❁

فنان نے سانس روکا ہوا تھا۔ جانے آگے کیا ہو گا، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ ملکہ ازبیل نے گول گھوم کر اندر کی طرف گرتے ہوئے پانی میں اپنے ہاتھ ڈال دیئے تھے۔ کچھ دیر ملکہ اسے گھومتے پانی میں ہاتھ ڈال کر فضا میں معلق رہی۔ اس تمام وقت

فنان کا پریشانی سے برا حال رہا۔

ملکہ ازبیل کی بند آنکھوں کے آگے ایک نیا جہان اُس کے دیکھنے کا منتظر تھا۔ جب سفید بادل میں سے سامنے کا منظر صاف ہوا تو ملکہ ازبیل کی آنکھوں نے الگ ہی رنگ دیکھا۔ اس پانی کے نیلے سوراخ میں آنے جانے والوں کی قطار تھی۔ وہ شیشے جیسی سواریوں میں آجارہے تھے۔ سوراخ دراصل ایک راستہ تھا جو نیلے پانی جیسی دیواروں سے بنا ہوا تھا۔ ان نیلی دیواروں کے آگے ویسی ہی پانی کی دیواروں جیسے شیشے کی مانند نظر آنے والا قلعہ تھا۔ وہاں پر سمندری حیات ہر طرف موجود تھی لیکن وہ قلعے کی شیشے جیسی دیواروں کے اندر نہیں جاسکتی تھی۔ منظر دو بار بدلا تھا مگر سامنے سب کچھ ویسا ہی رہا تھا یا شاید قلعے میں کچھ تبدیلیاں آئیں تھیں۔ یہاں یہی ایک خفیہ جگہ تھی اور اس میں آنے جانے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

آخر ملکہ ازبیل کو فنان پر ترس آ ہی گیا تھا۔ وہ اسی معلق حالت میں اوپر کی طرف اٹھنے لگی تھی۔ آخر کار وہ فنان کے پاس پہنچ گئی۔ فنان نے ملکہ کی صحیح سلامت واپسی پر شکر کیا۔ لیکن ابھی شاید کسی بھی قسم کی بات کا وقت نہیں تھا۔ ملکہ ازبیل نے اس کے پاس پہنچ کر اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اگلے ہی لمحے وہ دونوں چاند کے اندر موجود اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ چکے تھے۔ فنان نے سکون کا سانس لیا تھا اسے تو یوں محسوس ہونے لگا تھا کے وہ اس شیطانی سمندر کی ڈریگن مثلث سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔

ملکہ میں یہ بالکل نہیں جاننا چاہتا کے اس سوراخ کا کیا راز ہے۔ لیکن میں اب چاند کائنات میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ فنان شاید واقعی گھبرا گیا تھا۔

کیا بات ہے فنان، ڈر گئے ہو یا تمہیں میری صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں۔ ملکہ ازبیل مکمل طور پر پرسکون تھی۔

ملکہ آپ نہیں جانتی کے وہاں ہمارے ساتھ کیا ہوسکتا تھا؟ ہمیں واپس جانے کی ضرورت ہے۔ فنان اپنی بات پر قائم تھا۔

جانتی ہوں سب، لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کے کچھ بھی بغیر وجہ کے نہیں ہوتا۔ کوئی تو وجہ ہے جو ہم یہاں ہیں۔ میں کام مکمل کیئے بنا یہاں سے واپس نہیں جاؤنگی۔ ملکہ نے اپنی حتمی رائے دے دی تھی۔ فنان نے گھرا سانس لیا تھا۔

ملکہ اس پانی نکلتے سوراخ کا کیا راز ہے؟ ملکہ اس کی بات پر مسکرائی تھی۔

وہ ایک خفیہ ٹھکانے کی طرف جانے کا راستہ تھا۔ میں یہ نہیں جانتی کے وہ آگے بھی کہیں جاتا تھا یا نہیں کیونکہ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ ملکہ ازبیل کے جواب نے فنان کو تھوڑا متجسس کر دیا تھا۔

ملکہ کیسا ٹھکانہ؟ کیا وہاں بھی انسان ہیں؟

نہیں وہاں انسان نہیں ہیں لیکن آنا جانا ضرور ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتی کے وہاں کون ہیں۔ مگر ایک بات طے ہے کے اس پراسرار کالی طاقت کا وہاں کوئی نا کوئی رابطہ ضرور ہے۔ ملکہ نے اپنا خیال بتایا تھا۔

ملکہ کیا ہم وہاں کا راز جاننے کی کوشش کریں گے؟

نہیں، کیونکہ تابوت سکینہ وہاں نہیں ہے اور نا کبھی تھا۔ اسی بنا پر ہم یہاں سے کہیں اور نہیں جائیں گے۔ ملکہ کے جواب پر فنان نے سر ہلا کر ملکہ ازبیل کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

ملکہ کیا ہمارا اگلا سفر برموده مثلث کی طرف ہوگا؟ کیونکہ یہ بات تو طے ہے کے شیطانی سمندر کی طاقتیں وہاں بھی ہیں یا وہاں موجود طاقت کے ساتھ اس کا کوئی گہرا تعلق ہے۔ فنان اب آگے کا منصوبہ جاننا چاہتا تھا۔

بالکل، کل ہم وہاں کی طرف نکلیں گے۔ دیکھتے ہیں وہاں پر کیا پوشیدہ ہے۔ تم جہاں تک ممکن ہو اس کے بارے میں مکمل معلوت حاصل کرو۔

ملکہ ازبیل نے اسے آگے کی حکمت عملی بتائی تھی۔ فنان نئی مہم کے لیے تیار تھا۔ آج کی رات ان کے پاس تھی۔ کل کا دن ان کے لیے کیا لانے والا تھا۔ یہ وہ نہیں

جانتے تھے۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

اگلے دن وہ سب ایک نئے جذبے کے تحت مہر گڑھ پہنچے تھے۔جن جگہوں پر نشاندہی کے بعد انھوں کل کھدائی شروع کی تھی آج بھی وہاں سے ہی کام کا آغاز کیا گیا تھا۔ پروفیسر کمین کی ٹیم جہاں سے کھدائی کر رہی تھی بہت جلد وہاں پر ایک بڑی چٹان نکل آئی تھی۔ اس کا صاف مطلب تھا کے یہاں پر زیادہ کھدائی ممکن نہیں۔پھر بھی پروفیسر کمین نے ہمت نہیں ہاری اور ڈمور کی لائی ہوئی مشین سے چٹان کے پاس موجود سوراخ سے اندر کی تصاویر لینے بھیجا۔مشین زیادہ اندر نہیں جا سکی تھی۔ شاید وہ جگہ اندر سے بند تھی یا وہاں پر نیچے کوئی سخت قسم کا صحن تھا۔تصاویر میں کچھ نہیں آیا تھا اسی وجہ سے وہاں سے کھدائی بند کر کے وہ سب ایک ہی جگہ کام کرنے لگے تھے۔ آدھے سے زیادہ دن گزر چکا تھا اور ان کو یوں محسوس ہو رہا تھا کے یہاں اگر شام تک کھدائی کی گئی تو ہوسکتا ہے نیچے کوئی کمرہ یا سرنگ مل جائے۔

سہ پہر کے قریب اس بات کے آثار نظر آنے لگے کے چند گھنٹوں کی مزید محنت سے وہ ضرور کسی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔یہ سب دیکھ کر وہ تھوڑے پر جوش ہو گئے تھے اور زیادہ محنت سے اپنا کام کرنے لگے تھے۔اچانک ہی احمد دین نے ان کو یہ کہہ کر کام سے روک دیا کے ،آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔احمد دین کی بات سن کر سوائے پروفیسر صارم کے سب ہی کو برا لگا تھا بلکہ ڈمور کو تو غصہ آ گیا۔اس سے پہلے کے کوئی کچھ کہتا پروفیسر صارم نے سب کو کام روکنے کا اشارہ دیا اور خود احمد دین کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔باقی سب نیچے بیٹھے کر ان کا انتظار کرنے لگے۔ بھلے وہ جوش میں کھدائی کر رہے تھے لیکن وہ سب تھک چکے تھے۔سعد بھی اپنے باپ کے حیران کن رویے کی وجہ سے پریشان ہو گیا تھا۔سب سے ہٹ کر پروفیسر صارم نے احمد دین سے پوچھا کے وہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔احمد دین کہنے لگا۔

صاحب شام کا وقت قریب ہے۔ اگر آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو بھی گئے تب بھی رات کا اندھیرا پھیلنے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اس کا تو ایک ہی مطلب ہے کے ہماری نگرانی ہو رہی ہے۔ ایسے میں ہم اس جگہ کی حفاظت کیسے کریں گے۔ بہتر یہی ہے کے اس جگہ کو کچھ مٹی اور پتھروں کے ساتھ چھپا دیا جائے اور کل صبح آ کر کام شروع ہو تو دوپہر سے پہلے ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ اس طرح تسلی سے سب دیکھ لیں گے۔ مجھے شام کے وقت یہ سب مناسب نہیں لگ رہا۔ آگے آپ جو بہتر سمجھیں۔ پروفیسر صارم کو احمد دین کی بات مناسب لگی تھی۔

ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ ایسا کرو سعد کے ساتھ سامان اکھٹا کرو، باقی کھدائی کی جگہ میں دیکھ لیتا ہوں۔

پروفیسر صارم نے جا کر سب کو صورت حال بتائی تھی۔ کہا کے وہ بھی احمد دین کی رائے سے متفق ہے۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی حفاظتی بندوبست نہیں۔ ویسے بھی اس قسم کی کھدائی رات کو مناسب نہیں۔ دوسرا واقعی اگر وہ شام تک کچھ ڈھونڈنے میں کامیاب ہو بھی گئے ،تو اندر اترنا شام کے اندھیرے کے باعث ممکن نہیں ہوگا۔

جگہ کو اچھی طرح چھپا کر وہ سب بھی گاڑیوں کے پاس آ گئے تھے۔ پروفیسر مکین کو نجانے کس چیز کی بے چینی تھی۔ اس نے مشورہ دیا کے ان کو ڈرون یہیں پر چھوڑ دینے چاہئے تا کے یہاں کوئی واردات نا ہو۔ لیکن پروفیسر صارم نے کسی بھی صورت حال کو خاص بنانے کو مناسب نہیں جانا اور وہ لوگ شام سے پہلے ہی واپس سبی لوٹ گئے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

فنان کیا تم تیار ہو برمودہ مثلث جانے کے لیے۔ ملکہ ازبیل نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ وقت آ چکا تھا کے وہ اپنے سفر کے اگلے حصے کا آغاز کر دیں۔

بالکل ملکہ، لیکن ایک بات پر حیران ہوں میں۔ فنان نے تیار ہونے کا اشارہ

دیا تھا اور ساتھ ہی ایک سوال کی خواہش کر کے یہ بھی بتا دیا تھا کے وہ ذہنی طور پر بھی تیار ہے۔

ضرور پوچھوں کیا سوال ہے۔ ملکہ آزبیل مسکرائی تھی۔وہ بہت پر جوش تھی اس سفر کے لیے۔

ملکہ جہاں ہم پہلے گئے تھے وہ شیطانی سمندر تھا اور اب یہ شیطانی مثلث۔کیا اس کی کوئی خاص وجہ؟ فنان نے اپنی ذہن کی الجھن کو ایک بار پھر سوال کی شکل میں ملکہ کے سامنے رکھا تھا۔

وہ شیطانی سمندر تھا۔مطلب اس سمندر میں شیطانی طاقتیں تھیں یا اس کے ساتھی تھے یا ممکن ہے وہ خود بھی وہاں جاتا ہو۔ یہاں شیطانی مثلث ہے تو ہوسکتا ہے یہاں شیطان کا ہیڈ کواٹر ہو اور اُس کا اصل ٹھکانہ۔ باقی تو وہاں جا کر پتہ چلے گا۔یہ بھی ممکن ہے وہاں پر بھی کالی اور پراسرار طاقتیں ہوں۔فنان نے پریشانی سے سر ہلایا تھا ،جانے آگے کیا ان کا منتظر تھا۔

کیا تم تیار ہو؟

ملکہ ازبیل نے فنان کا ہاتھ تھام کر سوال کیا تھا اور اس کا جواب سنے بغیر ہی وہ وہاں سے جا چکے تھے۔چاند کے اندر چاند کائنات کی ملکہ کا ٹھکانہ اس وقت خالی تھا۔ پلک جھپکنے میں وہ دونوں ایک چھوٹی سے پہاڑی پٹی پر موجود تھے۔ چاروں طرف نیلے رنگ کا پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔تاحد نگاہ پانی ہی پانی تھا۔وہ اس وقت برمودہ مثلث کے باہری کنارے پر موجود تھے۔شیطانی مثلث اور ڈیڈلی مثلث کہلائی جانے والی یہ جگہ اپنی مکمل پراسراریت سمیت ان کے سامنے تھی۔ کچھ دیر تو وہ اس جگہ اور سمندر کی خوبصورتی میں کھوئے رہے۔لیکن کب تک آخر ان کو اصل مسئلے کی طرف آنا ہی پڑا۔

ملکہ یہ سمندر بھی شیطانی سمندر کی مانند ایک عجیب سی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ فنان نے تبصرہ کیا تھا۔

بالکل اس میں بھی ویسی ہی کالی طاقتیں ہیں جیسی اُس سمندر میں تھیں۔ لیکن یہ سمندر اور جگہ شیطانی سمندر سے بھی زیادہ طاقتور طاقتیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہاں پر بھی ہمیں ایک طاقتور آنکھ دیکھ رہی ہے۔ وہ ہماری موجودگی سے لاعلم نہیں ہے۔ میں حیران ہوں وہ سامنے کیوں نہیں آ رہے۔ وہ ہمیں کوئی نقصان کیوں نہیں دے رہے۔ ملکہ تھوڑے تجسس میں مبتلا تھی۔

ملکہ شاید وہ ہم سے اس وقت تک ہم سے الجھنا نہ چاہتے ہوں جب تک ہم ان کو پریشان نا کریں۔ فنان نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

بالکل ایسا ممکن ہے اور وجہ اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے۔ خیر دیکھتے ہیں اب یہاں کیا ہوتا ہے۔ ملکہ ازبیل فنان کی باتوں سے کچھ کچھ متفق تھیں۔

فنان اب اردگر کا جائزہ لے رہا تھا۔ گو کے ابھی دن چڑھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی، لیکن ہر طرف نرم دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ سردیوں کا آغاز ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس وقت یہاں موسم خوشگوار تھا۔ ملکہ ازبیل نے پاس کی چٹان کو تھام کر آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ وہ شاید اب اصل حقائق جاننے کے لیے مزید انتظار نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ملکہ ازبیل نے آنکھیں بند کی تھیں اور اُس کے اندر کی آنکھیں کھل چکی تھی۔ سفید دُھند تھی جس کے پار نیلا سمندر تھا۔ جیسے ہی ملکہ نیلا سمندر دیکھنے کے قابل ہوئی تھی تب ہی ملکہ کو احساس ہوا تھا کے اس نیلے سمندر کے آگے سفید بادل ہیں۔ گھرے سفید بادل جس کے آگے کچھ نہیں تھا۔ ہر طرف گھنگور سفیدی چھائی ہوئی تھی۔

ملکہ ازبیل کو اپنے کام میں مصروف دیکھ کر فنان بھی ملکہ کے قریب آ گیا تھا۔ یہ جزیرہ اتنا چھوٹا تھا کے اونچی چٹان پر کھڑے ہو کر آپ آرام سے اس کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ دوسرا ان کی نظریں تو رات کو چاند کی روشنی میں بھی سب دیکھ لیتی تھیں اور یہاں تو سورج روشن تھا۔ فنان محسوس کر رہا تھا کے ملکہ معمول سے زیادہ وقت لے رہی ہیں۔ لیکن وہ سوائے انتظار کے کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ آخر اس کا انتظار ختم ہو گیا تھا۔ ملکہ

ازبیل نے چٹان سے اپنے ہاتھ تو نہیں ہٹائے تھے، لیکن آنکھیں کھول لیں تھیں۔ملکہ ازبیل سنجیدہ تھی۔فنان کو اندازہ نہیں ہوا تھا کے کوئی پریشانی کی بات ہے یا نہیں۔ملکہ ایک ہموار چٹان پر بیٹھ چکی تھی اور فنان ملکہ کے بولنے کا منتظر تھا۔ملکہ کا سکون سے وہاں بیٹھ جانا اس جانب اشارہ کر رہا تھا کے یہاں شاید خطرہ زیادہ نہیں ہے۔لیکن وہ صرف اندازے ہی لگا سکتا تھا اور اس وقت وہ یہی کر رہا تھا۔اس نے بھی ملکہ ازبیل کے سامنے والی چٹان پر قدم جما دئے تھے اور ملکہ کی طرف متوجہ تھا۔

بحر اوقیانوس جس میں ہم اس وقت موجود ہیں یہ کوئی عام جگہ نہیں ہے۔یہ سمندر ایک عام سمندر ہو سکتا ہے۔لیکن اس کا جو شیطانی مثلث ہے وہ عام نہیں ہے۔ اسے تم شیطانی سمندر کا ہی ایک حصہ سمجھو۔

ملکہ ازبیل نے شاید تمہید باندھی تھی۔اصل بات کی طرف ابھی وہ نہیں آئی تھی۔فنان بے چینی محسوس کر رہا تھا کیونکہ ملکہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھی۔اس کے ساتھ ہی شاید وہ مایوسی کا بھی شکار تھی۔فنان سمجھ نہیں پا رہا تھا لیکن جو کچھ بھی تھا یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھیں۔

ہم اس وقت برمودہ مثلث کے کنارے پر ہیں یا تم کہہ سکتے ہو کے یہاں سے آگے اس شیطانی مثلث کا آغاز ہو رہا ہے۔اس مثلث میں کوئی بھی جزیرہ نہیں ہے۔ہاں یہ ممکن ہے کے اسی طرح کی تھوڑی بہت چٹانیں موجود ہوں۔مجھے یہاں صرف سفید بادلوں کے، کچھ نظر نہیں آیا۔اس کا صرف یہی مطلب ہے کے اس سمندر کا کچھ حصہ نا نظر آنے والے غلاف میں بند ہے اور میرے خیال سے اسی حصے کو شیطانی مثلث کہا جاتا ہے۔جب تک ہم اس غلاف کے اندر داخل نہیں ہو جاتے ہم کچھ نہیں جان سکتے کے اندر کیا ہے۔

پھر؟ فنان نے مختصر سوال کیا تھا۔

اور اسی ایک لفظی سوال میں ہر بات کا سوال چھپا ہوا تھا۔ملکہ ازبیل نے اسے

کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بس اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ جسے فنان نے جلدی سے تھام لیا تھا۔ یہ جانے بغیر کے ان کی اگلی منزل کونسی ہے۔

....

رات کی محفل کافی تہلکہ خیز تھی۔ پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین کے خیال میں وہ کچھ نیا دریافت کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

وہاں کیا ہوسکتا ہے؟ کیا وہ کوئی خفیہ کمرہ ہے؟ فہد کافی پر جوش تھا۔ پچھلے دو دن کی مایوسی شاید آج کچھ کم ہوگئی تھی، سب ہی خوش تھے۔

یہ سچ ہے کے ہم نے مہر گڑھ میں کچھ ایسا ڈھونڈ لیا ہے جو پہلے ساری دنیا کی نظروں سے اوجھل تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کے وہ کوئی نئ دریافت ہوگی۔ ممکن ہے وہ صرف ایک کمرہ ہو۔ اندازہ ہے کے مہر گڑھ میں اوپر تلے سات بار شہر آباد ہوا تھا۔ تو یہ بھی ممکن ہے کے وہ دوسری پرت ہو شہر کی، ابھی تو نیچے مزید پانچ تہیں موجود ہیں۔ پروفیسر مکین نے مسکراتے ہوئے فہد کو جواب دیا تھا۔

تو آپ کے خیال میں وہ کیا ہوگا۔ اس بارے میں آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے؟ اس بار سوال ڈمور کی طرف سے آیا تھا۔ وہ بھی اپنے تجسس کو روک نہیں پا رہا تھا۔

اصل بات کا اندازہ پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم کے علاوہ صرف محمد دین کو ہی ہوا تھا۔ باقی سب تو محض تکے ہی لگا رہے تھے۔ ان تینوں کی ساری زندگی پرانی تہذیبوں کے کھنڈرات میں ہی گزری تھی۔ محمد دین پڑھا لکھا تو نہیں تھا لیکن بلوچستان کے کھنڈرات اور ان کے طرز تعمیر کا بہت تجربہ تھا۔ ویسے بھی جب جب پروفیسر صارم بلوچستان کے کھنڈرات میں آتے، احمد دین ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتا تھا۔

میرے خیال سے جس جگہ ہم کھدائی کر رہے ہیں وہ کسی نیچے کی پرت کا کوئی کمرہ نہیں بلکہ سب سے اوپر کے کھنڈرات کے کسی خفیہ کمرے کی سرنگ ہے۔ سرنگ مطلب کوئی خفیہ ٹھکانا، اور ایسے خفیہ ٹھکانے کا مطلب کوئی خاص چیز۔ ہم سب ہی جانتے

ہیں کے پاکستان میں جتنے بھی کھنڈرات ہیں وہاں کسی مقبرے، بڑی عبادت گاہ یا محل کے آثار کبھی نہیں ملے اور نا ہی یہاں خفیہ سرنگیں عام طور پر ملتی ہیں۔ اگر کوئی خفیہ سرنگ ہی ہے وہ جس کا ہمیں شک ہے تو وہاں سے کچھ بہت خاص مل سکتا ہے۔ پروفیسر صارم نے ڈرامائی انداز میں ان کا تجسس ختم کیا تھا یا دوسرے لفظوں میں ان کو زندگی کی نوید سنائی تھی۔

پروفیسر صارم کے تفصیلی جواب نے ان کو مزید پرجوش کر دیا تھا۔ وہ سب رات دیر تک صبح کے لیے منصوبے بناتے رہے تھے۔ وہ سارے منصوبے صرف کھدائی کے متعلق تھے۔ لیکن اس پر کسی نے بات نہیں کی تھی کے اگر وہ واقعی ہی کسی خفیہ سرنگ کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور وہ سرنگ کسی خزانے یا تابوت سکینہ ہی کے مدفن تک جائے گی، تو وہ کیا کریں گے؟ ہوسکتا ہے اس پر سوچا بھی گیا ہو، لیکن کسی نے بھی اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

چند لمحوں میں وہ دونوں شیطانی مثلث کے درمیان میں پہنچ چکے تھے۔ وہاں ہر طرف بادل اور پانی کا شور تھا۔ فنان اور ملکہ ازبیل اب ہلکی رفتار میں اس شیطانی مثلث یا تکون کے اوپر پرواز کر رہے تھے۔ وہ پانی سے بہت زیادہ اونچے نہیں تھے۔ یہاں تک کے جب پانی کی بڑی لہر آتی، وہ ان کی پیروں کو چھو لیتی تھی۔ ملکہ ازبیل بہت تفصیل سے اس سمندر کا جائزہ لے رہی تھی۔ بہت جلد ان کی توجہ ایک پانی کے گھومتے چکر نے کھینچی تھی۔ یہ پانی نگلتا سوراخ بالکل ویسا ہی تھا جیسا وہ شیطانی سمندر کی ڈریگن مثلث میں دیکھ چکے تھے۔ یہاں فرق صرف اتنا تھا کے اس سوراخ کے اندر پانی تو جارہا تھا لیکن اس کے ساتھ ایک دھواں نما بگولہ بھی نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ دونوں اس گھومتے پانی کے چکر کے پاس چلے گئے تھے۔

اب یہ کیا ماجرا ہے؟ فنان کو اس پانی نگلتے اور دھواں اگلتے سوراخ کو دیکھ کر

ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا تھا۔

یہ تو دیکھ کر ہی پتہ چلے گا۔ ملکہ ازبیل نے اسے تسلی دی تھی۔

اس سے پہلے کے ملکہ اور قریب ہو کر کسی بھی قسم کی معلومات لیتی وہاں پر عجیب ہی قسم کی گڑگڑاہٹ پیدا ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہ شور اور آواز اتنی شدید تھی کے سمندر میں ایک بھونچال آ گیا تھا۔ اس ساری صورتحال میں ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں بچا تھا کے وہ اس جگہ دور ہٹ جائیں اور انھوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ فنان کا ہاتھ تھام کر ملکہ ازبیل اس جگہ سے تھوڑی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ گھومایا تھا اور ان دونوں کے چاروں طرف شیشے کی ایک دبیز طے بن گئی تھی۔ وہ دونوں اس کے اندر محفوظ ہو گئے تھے۔ اس کے اندر باہر کا شور سنائی نہیں دے رہا تھا لیکن دکھائی سب کچھ دے رہا تھا۔ کیونکہ ملکہ ازبیل اس جگہ سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کے یہاں ہو کیا رہا ہے۔ کچھ ہی دیر میں اس سوراخ میں سے ان کے اندازے کے مطابق کچھ چمکتی ہوئی چیزیں نکلیں تھیں اور فضا میں بلند ہونے لگیں تھیں۔ ملکہ ازبیل نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا تھا اور فنان سے کہا کہ،

یہ ہے کیا؟ اب اس کے جاننے کا وقت آ گیا ہے۔

فنان کو سمجھ آنے سے پہلے ہی وہ دونوں ان گول اور تکون نما چیزوں کے پیچھے چل پڑے تھے۔ اب سوچنے کا وقت گزر چکا تھا۔ وہ جن چیزوں کے پیچھے جا رہے تھے انھوں نے خود کو سفید بادلوں میں چھپا لیا تھا۔ لیکن اس سے ملکہ نہیں چوکی تھی۔ وہ بڑی کامیابی سے ان کا پیچھا کرتے ہوئے اس جگہ پہنچ چکی تھی جہاں وہ اتریں تھیں۔ یہ بہت بڑا جزیرہ تھا۔ جس کی وسیع زمین پر اس وقت وہ کھڑے تھے۔ اس جگہ پر بہت سی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ لیکن چند ایک لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔

لگتا ہے کے یہ جگہ خفیہ ہے۔ فنان نے بات کا آغاز کیا تھا۔

ایک خفیہ جگہ سے خفیہ طور پر آنے والے لازمی طور پر خفیہ جگہ پر ہی آئیں

گے۔ ملکہ نے فنان کو جواب دیا تھا۔

وہ دونوں اب اپنے آپ کو مخفی رکھ کر آگے بڑھ رہے تھے۔ایک چھوٹی عمارت کے قریب پہنچ کر ملکہ ازبیل نے اس اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔فنان پاس کھڑا ہوکر ملکہ کو دیکھنے لگا تھا۔اس کے ساتھ اس کی اپنے اردگرد بھی نظر تھی جہاں پر چہل پہل نام کو بھی نہیں تھی۔

بند آنکھوں کے سامنے سفید چادر سے نمودار ہونے والا منظر حسب توقع تھا۔ بیابان جزیرے پر شیشے جیسی سواریاں آ جا رہی تھیں۔منظر ایک بار پھر سفیدی سے ظاہر ہوا تھا۔اب کی بار عمارتیں وہاں موجود تھیں لیکن بہت زیادہ نہیں تھیں۔منظر پھر بدلا تھا اور اب کی بار وہاں عمارتوں کی تعداد زیادہ ہو چکی تھی۔

جن چیزوں کا پیچھا کرتے ہوئے وہ یہاں تک پہنچے تھے، ویسی ہی تین چار یہاں پہلے بھی موجود تھیں۔زیادہ تر گول تھیں لیکن مثلث اور چکور بھی تھیں۔ان کی اوپری سطح چمک رہی تھی اور وہ سب کی سب مٹیالے نیلے رنگ کی تھیں۔اس کے علاوہ ایک اور نمایاں بات بھی تھی۔ان میں اور وہ یہ کے سب کے اوپر مختلف رنگوں اور مختلف شکلوں کی آنکھیں موجود تھیں۔شاید اب تک یہی وہ بنیادی چیز تھی جو وہ ہر جگہ دیکھ رہے تھے۔

آخر یہ کیا ہے؟ فنان کا ذہن الجھنے لگا تھا۔اس سے پہلے کے وہ مزید غور کرتا، ملکہ ازبیل نے اس کا کندھا ہلایا تھا اور وہ مزید غور ترک کر کے ملکہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔اس نے منہ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا مگر اس کی نظریں سوال کر رہی تھیں۔

یہ ایریا 51 ہے، جو آسٹریلیا کے جزیرہ نما علاقے میں موجود ہے۔یہ جو خفیہ چیزیں مختلف شکلوں میں یہاں ہم دیکھ رہے ہیں اور پہلے بھی ان کو شیطانی سمندر کی ڈریگن مثلث میں دیکھ چکے ہیں، ان کو اڑن تشتریاں کہتے ہیں۔یہ جگہ شاید ان کا کوئی عارضی ٹھکانہ ہے۔اس جگہ پر خفیہ کالی طاقتوں کے علاوہ دنیا کی دو سب سے بڑی تنظیمیں اسے چلاتی ہیں۔جن میں اس علاقے کے لوگ شامل نہیں ہیں۔حالانکہ یہاں ان کا اپنا

بہت بڑا اڈا ہے۔ایک اور بات یہاں پر کبھی تابوت سکینہ نہیں آیا۔اس لیے ہمیں مزید اس جگہ کے بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب کیا کرنا ہے؟ کیا ہمیں واپس چاند پر اپنے ٹھکانے پر جانا ہے؟ فنان نے ملکہ ازبیل سے آگے کے بارے میں سوال کیا تھا وہ بھی شاید مزید وقت ضائع کر کے حق میں نہیں تھا۔

نہیں ہم دوبارہ وہیں جائیں گے جہاں سے آئے ہیں۔

ملکہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ وہ دوبارہ اسی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سے آئے تھے۔وہاں کا منظر اب بھی ویسا ہی تھا جیسا کے پہلے تھا۔فرق صرف اتنا تھا کے وہاں آنے والا بھونچال اب رک چکا تھا۔ملکہ ازبیل نے کوئی بھی بات کئے بغیر فنان کا ہاتھ چھوڑا تھا اور خود اس پانی اگلتے سوراخ کے قریب جا کر دھواں میں ڈوبے اس پانی کے سوراخ میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

صبح وہ سب پورے جوش اور جذبے سے ڈھاڈر میں موجود مہر گڑھ کے آثار قدیمہ پہنچ گئے تھے۔وہ سب ہی بہت بے تاب تھے لیکن پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم جانتے تھے کے یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔اس کام میں ایک ہفتے سے زیادہ وقت بھی لگ سکتا ہے۔ایسے میں اس جگہ کی حفاظت مشکل میں بھی پڑ سکتی ہے۔کھدائی ایک بار دوبارہ شروع ہو چکی تھی۔وہ لوگ وہاں اتنا سوراخ بنانے کی کوشش کر رہے تھے جس میں سے ایک انسان آرام سے گزر سکے۔پورے جوش کے ساتھ کام کرتے ہوئے ان کو دوپہر ہو چکی تھی۔آخر پروفیسر صارم کو ہی خیال آیا تھا۔

چلو باقی کام بعد میں۔یہ سنتے ہی سب عارضی آرام گاہ کی طرف چل پڑے تھے۔

پروفیسر مکین نوٹ کر رہے تھے کے پروفیسر صارم کچھ پریشان ہیں۔کافی دیر

تک تو انتظار کرتے رہے کے وہ بات شروع کریں ۔لیکن جب وہ بالکل الگ تھلگ خاموش بیٹھے ہوئے تھے، تو پروفیسر مکین نے پوچھ ہی لیا کے، آخر وہ اتنا پریشان کس بات سے ہیں۔ پروفیسر صارم نے بہت سنجیدگی سے پروفیسر مکین کو دیکھا تھا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو ۔میں بہت اہم بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے مناسب وقت نہیں مل رہا تھا۔

سب خیریت ہوگی۔ پروفیسر مکین واقعی پریشان ہو گئے تھے۔

آپ پریشان نہ ہوں ایسی کوئی بات نہیں۔ پروفیسر صارم نے انہیں تسلی دی تھی۔

پھر کیا بات ہے جو آپ کرنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر مکین الجھ گئے تھے۔

کچھ نہیں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کے بات چھپی نہیں رہے گی اور ہمارا کام بھی لمبا ہے۔ پروفیسر صارم کی تمہید نے پروفیسر مکین کو مزید الجھا دیا تھا۔

آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

صرف یہ کے ہمیں انطامیہ کو بتا دینا چاہیۓ۔ اس کے ساتھ ہمیں مستقل یہاں رہنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں انتظامیہ سے مدد لینی چاہیۓ ۔ ہم یہاں کچھ چرانے نہیں آئے ۔ رہا مسئلہ اس بات کا کے اگر تابوت سکینہ مل گیا تو کیا ہوگا؟ اس کی حفاظت ڈمور کی ذمہ داری ہے۔ تمہیں نہیں لگتا کے یہ اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔

پروفیسر صارم کی بات میں دم تھا ۔ اب ان کا اگلا قدم سارے گروہ کو بتانا تھا۔ سب ہی اس بات سے متفق تھے۔ ان کے اندر ہی اندر غیر محفوظ ہونے کا احساس جڑ پکڑ چکا تھا۔ دوسرا وہ اس جگہ کو بھی روز ایسے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ شام ہونے تک وہاں پر رہائش کا عارضی کیمپ لگا دیا گیا تھا۔ ان کو دس پولیس والوں کا ایک حفاظتی دستے ملگیا تھا۔ غیر ملکی ماہرین کی بنا پر ان کو خصوصی سہولیات میسر آ گئی تھیں۔ وہ بھی ایسی صورت میں جب سارا خرچہ وہ خود اٹھا رہے تھے اس میں اُنہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔

پروفیسر صارم جانتے تھے انہیں خوش کیسے کرنا ہے۔ اس سب کے لیے ڈمور کے پاس پیسے کی کمی نہیں تھی۔ رمنا کو کہا گیا تھا کے اگر وہ چاہے تو ہوٹل میں قیام کر سکتی ہے۔ لیکن اس نے ان کے ساتھ ہی قیام کو ترجیح دی تھی۔ اس کے ساتھ دوراہٹ کے لیے شام سے پہلے ہی احمد دین کی بیٹی پہنچ چکی تھی۔ اس سب سے پروفیسر صارم اور فہد مطمئن ہو گئے تھے۔ وہ لوگ باقی کا سارا وقت مصروف رہے تھے۔ اسی بنا پر مزید کھدائی کا کام نہیں ہوسکا تھا۔ شام کے بعد آگ جلا کر وہ سب اس کے گرد کرسیاں بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ پولیس والے بھی دو دو کے گروپ بنا کر ارد گرد پھیل چکے تھے اور دو لوگ پولیس کی گاڑی میں چوکس تھے۔

مجھے تو آج پہلی دفعہ محسوس ہوا ہے کے ہم کسی آثار قدیمہ کے کھدائی میں مصروف ہیں۔ ڈمور کی بات پر سب ہی کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

وہ سب ہی اس جگہ کی پراسراریت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پروفیسر مکین کو لگ رہا تھا جیسے وہ مصر کے کسے ریگستان میں موجود ہیں اور ان کے سامنے اہرام ہے۔ جن کی پراسراریت انہیں اپنی طرف بلا رہی ہے۔ رات دیر تک بیٹھنے کے بعد وہ سب اپنے اپنے خیموں میں جا چکے تھے۔ احمد دین کی بیٹی تو پہلے ہی خیمے میں سو چکی تھی۔ لیکن رمنا کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اپنے بستر پر لیٹے لیٹے رمنا کو یوں محسوس ہوا جیسے باہر کوئی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ چاہ کر بھی رمنا ہمت نہیں کر پائی کے وہ خیمے کے پردے سے باہر جھانک سکے۔ رمنا کو بے اختیار اس دن کا واقعہ یاد آ گیا تھا، جب اس نے سب کے خیال کے مطابق شاید کوئی اڑن تشتری دیکھ لی تھی۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنی جگہ پر منجمند ہو چکی تھی۔ بس تھوڑی ہی دیر میں وہ روشنی ختم ہو گئی تھی۔ ساتھ ہی رمنا کو اپنے خیمے کی پچھلی طرف کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔ کوئی شاید بہت جلدی میں تھا۔ کچھ لمحوں میں یہ آواز آنا بھی بند ہو گئی تھی۔ رمنا کو اس کے بعد بہت دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

فنان کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ ملکہ ازبیل کا وجود دھویں میں نظر نہیں آرہا تھا۔اوپر سے ایک عجیب سا احساس اور ایک اور ہی طرح کی توانائی وہ محسوس کر رہا تھا۔شاید یہ وہی پراسرار قوت تھی جو اڑتے جہازوں اور تیرتے جہازوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر ایسے تحلیل کرتی تھی کے ان کا نام ونشان بھی نہیں بچتا تھا۔جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا فنان کی بے چینی خوف میں تبدیل ہو رہی تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پارہا تھا کے وہ یہاں رک کر ملکہ ازبیل کا انتظار کرے یا آگے جا کر صورتحال کا جائزہ لے۔ ہر گزرتا پل اس کے اضطراب کو بڑھا رہا تھا۔

بند آنکھوں کے پیچھے سفید بادلوں کا ایک لمبا سلسلہ تھا۔ ملکہ ازبیل چاہ کر بھی دیکھ نہیں پارہی تھی کے وہاں کیا ہے۔ملکہ کی بے چینی عروج پر تھی مگر وہاں کے مناظر سفید بادلوں میں چھپے ہوئے تھے۔ سفید بادلوں میں بجلی کی چمک تھی۔ بجلی ایک بار پوری شدت سے چمکی تھی۔ روشنی اتنی زیادہ تھی کے اُس نے سفید بادلوں کو چیر دیا تھا۔ سامنے کا منظر ڈریگن مثلث کے منظر سے ملتا جلتا تھا۔ پانی جیسی بہت بڑی بڑی عمارتیں تھیں۔ شیشے کی سواریاں بہت زیادہ تعداد میں وہاں گھوم رہی تھیں۔ اُوپر کی طرف ایک شیشے کی عمارت تھی جس پر ایک بڑی کرسی موجود تھی اور اُس کے اُوپر آنکھ بنی ہوئی تھی۔ملکہ ازبیل کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ آنکھ ملکہ کو دیکھ رہی ہے۔ وہ قطعی کوئی بے جان آنکھ نہیں تھی بلکہ ایک ایسی آنکھ تھی جس سے شاید بجلی کوند رہی تھی۔ اس سے پہلے کے ملکہ ازبیل کچھ سمجھ سکتی وہاں ایک بار پھر سفید بادل تھے۔ اُسے شاید اتنا ہی دیکھانا مقصود تھا جتنا وہ دیکھ چکی تھی۔

فنان کا جان لیوا انتظار ختم ہوا تھا۔ ملکہ ازبیل اسے دھویں سے نکل کر اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ یہ منظر فنان کے لیے آب حیات کی مانند تھا۔ اب تو اسے کسی بات کے جاننے سے زیادہ فکر اور خوشی ملکہ کو صحیح سلامت دیکھ کر ہوتی تھی۔ ملکہ ازبیل کا چہرہ دیکھ کر کسی بھی بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ مکمل سپاٹ چہرے کے ساتھ اس

کے پاس آئی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔اس کے ساتھ ہی وہ دونوں دوبارہ اسی چھوٹے سے جزیرہ پر پہنچ گئے تھے۔ جو اس شیطانی مثلث کے بالکل کنارے پر تھا۔

فنان نے ملکہ سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ وہ ملکہ کو وقت دینا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کے ملکہ وقت کے ساتھ سفر کر کے سب اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ یہ جگہ جتنی پراسرار ہے ایسے میں ملکہ کو شاید وقت چاہئے اپنے آپ کو نارمل کرنے کے لیے۔ کچھ دیر یونہی خاموشی میں گزر گئے تھے۔لیکن ظاہر ہے کے خاموشی سے کوئی مسئلہ حل تو ہو نہیں سکتا تھا۔ بات کیئے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔فنان کو اب اس خاموشی سے الجھن ہونے لگی تھی اس لیے اس ساری صورت حال سے نکلنے کے لیے اس نے ایک سوال کا سہارا لیا تھا۔لیکن اصل میں اسے ملکہ کی خاموشی سے وحشت ہونے لگی تھی۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کے ملکہ کچھ بہت ہی انہونا دیکھ چکی ہے۔سب خیر ہو وہ یہی دعا کر رہا تھا۔

ملکہ ازبیل کیا ہمارے مقصد میں کوئی کامیابی ہوئی؟فنان کو برمودہ مثلث کے بارے میں صاف پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

کیا جس مقصد کے لیے ہم اتنی دور ایک اور ہی کائنات میں آئے ہیں ۔کیا واقعی ہی یہ ہمارا مقصد ہے؟ ملکہ ازبیل نے سوالیا نظروں سے پہلی بار فنان کو دیکھا تھا۔ اب سہی معنوں میں فنان کے اوسان خطا ہوئے تھے۔

ملکہ کیا مطلب ؟میں سمجھا نہیں؟

صاف مطلب ہے فنان ۔مجھے اب یوں محسوس ہو رہا ہے کے ہم یہاں آئے نہیں بلکہ ہمیں لایا گیا ہے۔جس مقصد کے تحت ہم آئے ہیں وہ مقصد کبھی ہمارا تھا ہی نہیں۔وہ بھی شاید کسی اور کا ہے۔ جسے ہمارا مقصد بنا کر ہمیں یہاں بلوایا گیا ہے۔جو سب ہم دیکھ رہے ہیں ہمیں یہی دیکھانا مقصود ہے۔لیکن کیوں؟اس کا جواب کم از کم ابھی واضح نہیں۔ لیکن ہو نا ہو یہ تابوت سکینہ کی حفاظت کے بارے میں ہے۔ اسے ڈھونڈنے کے لیے نہیں۔

ملکہ ازبیل کی باتیں فنان کو دہلا رہی تھیں۔ وہ کیا جواب دیتا بس ہونکوں کی طرح ملکہ ازبیل کو دیکھ رہا تھا۔ فنان تو خاموش ہی رہا تھا، کیونکے اس کے پاس کسی بات کا جواب نہیں تھا۔ جو ملکہ دیکھ سکتی تھی وہ سب اس کے بس میں نہیں تھا۔ آخر ملکہ کچھ پرسکون ہوئی تھی اور فنان کو پریشان دیکھ کر تسلی آمیز انداز میں مسکرائی تھی۔ اسے چٹان پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی ایک مناسب چٹان دیکھ کر اس پے ٹک گئی۔

پریشان نہ ہو، اگر ہمیں سب دیکھانے میں کوئی مصلحت ہے تو ہمیں اس راز کے کھلنے کا صبر سے انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔ جو یہاں تک لائے ہیں وہ آگے بھی معاملات دیکھ لیں گے۔ ہمیں اس بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے کام کے بارے میں بات کرنی چاہیئے۔ اب ہم آتے ہیں اپنی اصل بات کی طرف۔ جیسا کے ہمارا اندازہ تھا، یہ جگہ بالکل شیطانی سمندر جیسی ہے۔ بلکہ یہاں شیطانی طاقتیں اس سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔ شاید اسی بنا پر کوئی بڑا جزیرہ یا انسانی آبادی یہاں نہیں ہے۔ بالکل ڈریگن مثلث کی طرح ہی، یہ برمودہ شیطانی مثلث بھی کالی طاقتوں کے زیر اثر ہے۔ وہ آنکھ کی شبیح جو ہر جگہ موجود تھی وہ اُسی آنکھ کا عکس ہے جو اس شیطانی مثلث میں موجود ہے۔ اڑن تشتریوں کے نام کی چیزیں ان طاقتوں کی ہی سواریاں ہیں۔ ایریا 51 پر بھی ان کا اڈا ہے۔ وہ اڈاہ چاہے کسی بھی تنظیم کا ہو، انسانوں کے ہی زیر انتظام ہے۔ صاف مطلب ہے کے انسانوں میں کوئی ہے جو ان کے ساتھ ہے۔

ملکہ یہ وہی لوگ تو نہیں جو چاند پر بھی اپنا اڈا بنائے بیٹھے ہیں؟ فنان کو بروقت یاد آیا تھا۔

ممکن ہے اور جیسے وہ وہاں پر ہمیں محسوس کر رہے تھے وہ یہاں پر بھی ہمیں محسوس کر رہے ہیں۔

ملکہ ازبیل کی بات سن کر فنان کا سانس تو ایک بار پھر اٹک گیا تھا۔ وہ آج ایک نئے زاوئے سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اُن کے پاس

واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ انہیں ہر حال میں مشن مکمل کرنا تھا۔

ملکہ آپ نے اس پانی کے سوراخ میں کیا دیکھا؟ فنان نے اس بار تو دھڑکتے دل کے ساتھ سوال کیا تھا۔

میرے اندازے کے مطابق یہ سوراخ بھی ایکخفیہ جگہ کا راستہ ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے شیطانی سمندر میں تھا۔ لیکن ایک بات طے ہے کے وہ جگہ خفیہ ہے۔ وہ جگہ کیا ہے یہ میں نہیں جانتی یہ جاننے کے لیے ہمیں اس راستے سے جانے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ سب ہمارے سفر کا ابھی تک حصہ نہیں ہے۔ اس جگہ پر کبھی بھی تابوت سکینہ نہیں آیا۔

ملکہ کیا یہ دونوں راستے ایک ہی جگہ کے ہیں؟ یا ایک دوسرے سے خفیہ طور پر منسلک ہیں۔ فنان کے سوال میں وزن تھا۔

ممکن ہے لیکن یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ملکہ ازبیل نے جواب دیا تھا۔

ملکہ اب ہمارا آگے کا سفر کہاں کا ہوگا؟ کیا اب ہم مہر گڑھ، پاکستان جائیں گے؟ فنان جلد از جلد اس شیطانی مثلث سے نکلنا چاہتا تھا۔

فلحال ہم چاند میں اپنے خفیہ ٹھکانے پر جائیں گے۔ لیکن ہمارا برمودہ مثلث کا سفر ختم نہیں ہوا۔ اس وجہ سے ہم کل دوبارہ یہاں آ کر اپنا سفر شروع کریں گے۔

ملکہ اب یہاں کیا کام ہے؟ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تابوت سکینہ ہوسکتا ہے؟ فنان حیران ہوا تھا۔ اس لیے اس کا انداز بے ساختہ تھا بلکے وہ تھوڑا بے قرار بھی ہوا تھا۔

میں نہیں جانتی کے وہاں تابوت سکینہ ہے یا نہیں۔ لیکن اس شیطانی مثلث کے نیچے اس سمندر میں ایک شہر غرق ہے۔ ہم اس شہر میں جائیں گے۔ اس شیطانی مثلث میں آنے کا کیا مقصد رہ جائے گا اگر ہم اس کے مرکز کے پاس موجود غرقاب شہر میں جائے بغیر واپس چلے جائیں۔

کونسا شہر ملکہ؟ وہاں کیا ہوگا؟ فنان زیر سمندر شہر کا سن کر تعجب کا شکار ہوا تھا۔

اس مثلث کے نیچے موجود شہر کا نام اٹلانٹس تھا۔ باقی وہاں کیا ہے اور تابوت سکینہ وہاں ہوسکتا ہے یا نہیں، یہ سب تو وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا۔ مجھے لگتا ہے کے وہاں جانا دلچسپ ہوگا۔لیکن ابھی ہمیں واپس اپنے عارضی ٹھکانے پر جانے کی ضرورت ہے۔

ملکہ ازبیل نے بیٹھے بیٹھے ہی فنان کا ہاتھ اپنے اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور وہ دونوں ایک بار پھر اس جگہ کو اپنا نشان چھوڑے بغیر ویران کر گئے تھے۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

سائیٹ پر ہونے کا ایک فائدہ یہ ہوا تھا کے وہ جب چاہیں اس جگہ کا جائزہ لے سکتے تھے۔ دن چڑھتے ہی پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم صبح کی سیر کے لیے کھدائی والی جگہ پر چلے گئے تھے۔ پروفیسر صارم چاہ رہے تھے کے پروفیسر مکین سے بات کریں کیوں کہ رمنا نے رات والے واقعے کا زکر فہد اور پروفیسر صارم سے کر دیا تھا۔

کیا آپ کو کوئی بات پریشان کر رہی ہے؟ پروفیسر مکین نے خود ہی پوچھ لیا تھا۔

وہ کافی دیر سے محسوس کر رہے تھے کے پروفیسر صارم کچھ کہنا چاہتے ہیں اور کہہ نہیں پا رہے۔ پروفیسر صارم کو تو موقعے کی تلاش تھی انھوں نے فوری طور پر رات کے واقعے کا زکر کیا تھا۔

پروفیسر صارم میں بھی ہر بات سے اتنا ہی واقف ہوں جتنے کے آپ ہیں۔ میرے بھی اس سارے منصوبے سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کا ہے۔ جو رمنا پہلے دیکھ چکی ہے وہی رمنا نے رات کو محسوس کیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کے اس کی چھٹی حس شاید ہم سب سے زیادہ تیز ہے۔ دوسرا وہ شخص سوائے ڈمور کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ یہ سب تو ہم پہلے ہی جانتے ہیں کے ہماری نگرانی ہو رہی ہے اور یہی لوگ ہم سے یہ سب کروا رہے ہیں۔ اب ظاہر سی بات ہے کے وہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں اور ڈمور سے رابطہ

بھی یقینی ہے۔اس بارے میں تفصیل شاید ہمیں ڈمور کبھی نہ بتائے۔اس کے لیے بتانا ممکن بھی نہیں ہوگا۔ہم سب اس بات کو سمجھتے ہیں۔آپ ایسا کریں کے رمنا کو سختی سے تاکید کردیں کے وہ سب کچھ صرف اپنے تک رکھے۔مطلب ڈمور تک یہ سب نہ پہنچے نا ان طاقتوں اور لوگوں تک جو یہ سب کروا رہے ہیں۔کیونکہ اس سے رمنا کی جان کو خطرہ ہوسکتا ہے۔اسے اس بات کی حساسیت کا شاید اندازہ نہیں ہے۔اس کی چھٹی حس بہت طاقتور ہے۔

پروفیسر مکین کی ساری باتیں درست تھیں۔پروفیسر صارم نے رمنا اور فہد کو بلا کر سختی سے تنبیہ کردی تھی۔اس ساری صورت حال میں جہاں رمنا خوف کا شکار ہوگئی تھی وہاں فہد کی پریشانی میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔فہد نے پروفیسر صارم سے کہا تھا کے اگر ممکن ہو تو کسی بہانے سے رمنا کو واپس اسلام آباد واپس بھیج دیں۔پروفیسر صارم نے اس بات کی پرزور مخالفت کی تھی۔اور بتا دیا تھا کے ایسی صورت میں رمنا کی زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں۔وہ طاقتیں اور تنظیم اس بات کی ضرور جانچ کریں گے۔اگر ان پر یہ راز کھل گیا کے رمنا اُڑن تشتریوں کو محسوس کرسکتی ہے اور دیکھ لیتی ہے تو وہ اسے زندہ نہیں رہنے دیں گے۔

پروفیسر صارم نے رمنا کو اکیلے رہنے سے منع کر دیا تھا۔اسے تاکید کردی کے وہ ہر وقت احمد دین کی بیٹی کو اپنے پاس رکھے۔وہ سب ہی اپنی اپنی جگہ پر پھنس چکے تھے۔کسی کے لیے بھی ممکن نہیں رہا تھا کے وہ یہ سب چھوڑ کر جاسکیں۔ایک ان دیکھا شکنجا ان سب کو کس چکا تھا جس سے فرار پانا مشکل تھا۔آنے والے دن ان سب کے لیے کیا لانے والے تھے ان میں سی کسی کو خبر نہیں تھی۔وہ یہ سب کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے تھے۔شوق جنون بن کر اب ان کے لیے پہلی بن چکا تھا۔ایک شکنجے جیسی پہیلی جس سے بوجھے بغیر چھٹکارہ ممکن نہیں تھا۔۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ایک ٹھنڈک کا احساس تھا جو وہ دونوں محسوس کرر ہے تھے۔فنان اور چاند کی ملکہ ازبیل کو برمودہ تکون کے پانی میں اترے بس چند لمحے ہی گزرے تھے۔سردیوں کا آغاز تھا اوپر سے صبح کا وقت تھا۔ جب وہ دونوں وہاں پہنچے ہر طرف ملگجا سا اندھرا پھیلا ہوا تھا۔پانی کے اندر اترتے ہوئے ایک بار فنان نے ملکہ کو دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو کے ابھی بھی وہ اپنا فیصلہ بدل سکتی ہیں۔ملکہ نے مسکراتے ہوئے فنان کا ہاتھ دبایا تھا اور وہ دونوں بحراوقیانوس کی برمودہ مثلث جو شیطانی مثلث بھی کہلاتی ہے میں اتر چکے تھے۔ پانی کے اندر روشنی بالکل نہیں تھی۔اسی وجہ سے ملکہ نے ہاتھ آگے بڑھایا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی آ گئی تھی۔جس کے اوپری سرے پر ایک چھوٹی سی سفید گیند روشن تھی۔اس روشنی کے پھیلتے ہی اردگرد ہر چیز واضح ہوگئی تھی۔

وہ دونوں آہستہ آہستہ اردگرد کا جائزہ لے رہے تھے۔اس کے ساتھ ہی وہ اس مثلث کی تہہ میں بھی اتر رہے تھے جہاں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔جیسے جیسے وہ نیچے جارہے تھے سکوت بڑھتا جارہا تھا۔حتی کے پانی کا شور بھی ختم ہو چکا تھا۔جہاں ایک نیا ہی جہان آباد تھا۔سمندر کا پانی اپنی اندر کچھ تو ایسا لیے ہوئے تھا جو بہت ہی پراسرار تھا۔مگر یہ تو وہ پہلے ہی جانتے تھے۔وہ دونوں اس وقت سمندر کی پتھریلی زمین پر موجود تھے۔یہاں پر چھوٹی جنگلی حیات نہیں تھی۔صرف بڑی بڑی مچھلیاں اور اسی نوع کی دوسری سمندری حیات تھی۔البتہ یہاں پر سمندری درخت اور جھاڑیاں بھی موجود تھیں۔ یہ جگہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر مشتمل تھی۔ جہاں پر بہت سے غاروں کے دھانے بھی دیکھائی دے رہے تھے۔ملکہ ازبیل ایسے ہی ایک بڑے غار کے دھانے کے پاس پہنچ گئی تھیں۔

چلو اندر چلتے ہیں۔

ملکہ ازبیل پہلی بار اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔ملکہ نے ابھی تک اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ وہ دونوں اس وقت اس بڑی سی غار میں داخل ہوگئے تھے۔ غار کے اندر

پانی کے بڑے بڑے بلبلے بن رہے تھے اور غار سے باہر کی طرف جا رہے تھے۔ وہ دونوں اس سے بچتے ہوئے سارے غار کو دیکھ رہے تھے۔ یہ غار اندر سے کافی لمبی تھی، اردگر کی طرف کافی راہداریاں اور کمرے بنے ہوئے تھے۔ اندر کے آثار ایسے تھے کے یوں محسوس ہو رہا تھا، یہاں پر کافی وقت پہلے رہائش تھی۔ غار اچھی طرح دیکھنے کے بعد ملکہ ازبیل نے غار کے باہر آ کر اس کے دھانے یا چوکھٹ پر اپنے دونوں ہاتھ ٹکا دئے تھے۔ فنان نے ملکہ کا بازو تھام رکھا تھا، اور ملکہ نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

سفید دُھند آہستہ آہستہ چھٹ رہی تھی۔ آس پاس چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور ان میں غار بنے ہوئے تھے۔ ان غاروں میں لوگ موجود تھے۔ دن کا وقت تھا ہر طرف چہل پہل تھی۔ سامنے ہی ایک چھوٹے سے میدان میں کچھ مردوں نے ایک بڑے سے جانور کو لٹایا ہوا تھا۔ وہ شاید اس جانور کا گوشت ٹکڑوں میں کاٹ رہے تھے۔ اس کام میں خواتین اور بچے بھی اُن کی مدد کر رہے تھے۔ منظر بدلا تھا، وہاں مزید غار بن چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہاں لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا۔ وہاں صرف تعداد میں اضافہ نہیں ہوا تھا بلکہ وہاں پر کچھ اور لوگ بھی تھے جو باقی سب سے مختلف تھے۔ تعدا میں کم ہونے کے باوجود وہی سب پر حکم چلا رہے تھے۔

جلد ہی ملکہ اس کیفیت سے باہر آ گئی تھی اور اب وہ فنان کا ہاتھ پکڑے دوسرے غاروں کو دیکھ رہی تھی۔

یہ غار کبھی قدیم انسانوں کا مسکن تھے۔ یہ کم از کم نو ہزار سال پرانی آبادی ہے۔ ضرور کوئی ہے جس نے اس آبادی کو اپنے زیرنگوں کر لیا تھا۔ قدیم وقت گزرا اور انسانوں نے ترقی کر لی اور یہاں آس پاس کہیں شہر آباد کر لیا۔ اسی قدیم شہر کا نام اٹلانٹس ہے۔ وہ شہر لازمی طور پر کہیں آس پاس ہی ہے۔ ملکہ نے فنان کو صورتحال بتائی تھی اور ساتھ ساتھ دونوں آگے کی طرف بھی بڑھ رہے تھے۔

کیا انسان پہلے وقتوں میں پانی کے اندر بھی رہتے تھے؟ ملکہ ازبیل کی بات

سن کر فنان حیران ہوا تھا۔

نہیں یہ جگہ آج سے دو ہزار سال پہلے خشکی تھی۔ یہاں پر پانی ڈیڑھ دو ہزار سال کے درمیان آیا ہے۔ ملکہ نے وضاحت دی تھی۔

تو کیا اٹلانٹس بھی سارے کا سارا پانی میں ڈوب گیا تھا؟ کیا ممکن ہے کے ہمیں وہاں سے کچھ ملے۔ فنان کو مزید تجسس ہوا تھا۔

میں نہیں جانتی کے اٹلانٹس اسی برمودہ مثلث کے اندر ہے یا آس پاس کے کے علاقے میں ہے۔ رہی بات کچھ ملنے کی، تو ابھی تک میں اس بارے میں کچھ جان نہیں سکی۔ ملکہ ازبیل نے سادگی سے اعتراف کیا تھا۔

وہ دونوں اس وقت غاروں سے تھوڑا آگے نکل آئے تھے۔ اچانک ہی فنان کو کچھ نظر آیا تھا اور اس نے تقریباً چلا کر ملکہ کو متوجہ کیا تھا۔

وہ سامنے دیکھیں وہاں کیا ہے؟

✿ ...... ✿ ...... ✿

دو دن سے مطلوبہ جگہ پر کھدائی جاری تھی۔ اب اندر کی راہداری واضح ہو چکی تھی لیکن اندر جانا ابھی بھی ممکن نہیں تھا۔ دوسرا وہ آثار قدیمہ کی ایک قیمتی جگہ تھے اور وہ سب بے دھڑک کھدائی نہیں کر سکتے تھے۔ کچھ مجبوری اور کچھ اپنے تجسس کے ہاتھوں مجبور پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم کھدائی سے ملنے والے نوادرات کا معائنہ کر رہے تھے۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں جن کو سنبھالنے کی ذمہ داری رمنا اور فہد کی تھی۔ زیادہ تو نہیں مگر مقامی طور پر کام کر رہے رسالے اور اخبارات میں خبریں چھپنے لگی تھیں۔ بلکہ ایک دو لوگ ان کے پاس بھی آ چکے تھے۔ ان سب سے نبٹنے کی ذمہ داری فہد اور پروفیسر صارم کی تھی۔ کبھی کبھی پروفیسر مکین بھی ان سے بات کر لیتے تھے۔ کام تین دن جاری رہا اور آخر ان کو ابتدائی کامیابی نصیب ہو ہی گئی۔

وہ لوگ سرنگ کا منہ اتنا کھلا کر چکے تھے کے ایک آدمی آرام سے اندر جا سکتا

تھا۔شام سے کچھ پہلے وہ سب تیار تھے اندر جانے کے لیے۔احتیاط کے طور پر انھوں نے پولیس کو صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا۔پتہ نہیں اندر کیا ان کا منتظر تھا۔وہ سب ایک عجیب سی کیفیت میں تھے۔سب سے پہلے فہد اندر اترا تھا۔اندر کا جائزہ لینے کے بعد وہ باہر آ گیا تھا۔اس کے مطابق اندر ایک لمبی راہداری ہے اور شاید کچھ کمرے بھی ہیں۔

مطلب کافی جگہ ہے دیکھنے کے لیے۔پروفیسر مکین نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

کیا خیال ہے پھر اندر کا جائزہ لیا جائے؟ڈمور کو بہت جلدی تھی۔

کیوں نہیں ۔ فہد ،سعد اور رمنا باہر رکیں گے۔ میں پروفیسر مکین ،تم اور احمد دین اندر جائیں گے۔

پروفیسر صارم نے ایک ہاتھ سے وائرلیس پکڑا تھا اور اندر اتر گئے تھے۔باقی سب ان کے پیچھے تھے۔سعد خوش تھا کے اسے نہیں جانا پڑا۔لیکن رمنا اس صورتحال میں خوش نہیں تھی۔وہ اندر جانا چاہتی تھی۔اندر کافی گھٹن تھی۔گو کے انھوں نے ماسک پہن رکھے تھے جو آکسیجن کی کمی اور زہریلی گیسوں سے بچنے کے لیے پہنے جاتے ہیں۔لیکن پھر بھی وہ بے چینی محسوس کر رہے تھے۔سب نے ہاتھوں میں ٹارچیں تھام رکھیں تھیں۔ اس کے علاوہ احمد دین اور ڈمور کے پاس تھیلے بھی تھے۔

وہ ارد گرد کا جائزہ لے رہے تھے۔ جہاں دو سے تین راہداریاں تھیں۔ اس کے علاوہ ایک طویل راہداری بھی تھی جو آگے سے بند تھی۔ وہاں دو بڑے اور ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ ایک بڑے کمرے میں دیوار پر الماری موجود تھی لیکن وہ زیادہ تر ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہاں ایسا کچھ نہیں تھا جس کی انہیں تلاش تھی۔ جتنی ممکن تھیں انہوں نے تصویریں اتار لیں تھیں،اور جو بھی چیز نظر آئی اسے اپنے تھیلوں میں ڈال لیا تھا۔وہاں انھیں ایک صراحی دو چھاگل اور کچھ اوزار ملے تھے۔ دیکھ کر اندازہ کرنا مشکل تھا کے ان کا استعمال کیا ہے۔وہ اس وقت جس جگہ موجود تھے وہ تین سے چار فٹ زمین کے نیچے تھی۔

جہاں انھوں نے کھدائی کی تھی وہ ایک ٹیلا تھا۔ پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین نے اردگرد کی دیواروں کو اچھے سے ٹھوک بجا کر دیکھا تھا۔ وہ سب مضبوط تھیں۔

لگتا ہے یہ ایک چھوٹا گھر ہے۔ پروفیسر مکین نے رائے دی تھی۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پروفیسر صارم نے تائید کی تھی۔

وہ سب اردگرد کا جائزہ لے رہے تھے لیکن ڈمور کو شدید مایوسی ہوئی تھی۔ وہ پریشانی میں ادھر ادھر ٹھوکریں مار رہا تھا۔ پروفیسر مکین نے اسے ناگواری سے دیکھا تھا لیکن کہا کچھ نہیں۔ ویسے بھی ان کے پاس بس بیس منٹ تھے۔ اس کے بعد وہ یہاں رک نہیں سکتے تھے۔ اچانک ہی ڈمور کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔

کیا ہوا؟ سب سے پہلے پروفیسر مکین اس تک پہنچے تھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
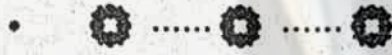
ملکہ ازبیل نے اس طرف دیکھا تھا جس طرف فنان اشارہ کر رہا تھا۔ سامنے ایک بڑا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ دور سے واضح تو نہیں ہو رہا تھا لیکن وہاں ضرور انسانوں کی بنائی ہوئی چیزیں موجود تھیں۔ شاید یہی اٹلانٹس شہر تھا۔ وہ دو دونوں تیزی سے اس مجسمے کی طرف جا رہے تھے۔ قریب پہنچ کر ان کو اندازہ ہوا تھا کے یہاں کافی سارے مجسمے اور بت ہیں۔ اس کے ساتھ یہاں پر کچھ عمارتوں کے آثار بھی تھے۔ وہ دونوں وہاں موجود مجسموں اور عمارتوں کو دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران ایک بڑے مجسمے نے ان کی توجہ اپنی طرف کھینچی تھی۔

وہ مجسمہ بلکل ویسا ہی تھا جیسا وہ طوتن خامن کے اہرام میں دیکھ چکے تھے۔ پھر غور کرنے پر انہیں اندازہ ہوا کے آدھے سے زیادہ مجسمے اور بت اہرام مصر میں موجود بتوں اور مجسموں جیسے تھے۔ ان کے سروں پر ویسی ہی ٹوپیاں اور سانپ بنے ہوئے تھے۔ فنان نے ملکہ کو دیکھا تھا اور ملکہ اس کا مقصد سمجھ گئی تھی۔

فنان میں بھی حیران ہوں یہ سب اہرام مصر جیسا ہے۔ شاید یہاں پر بھی ان

کی ہی حکومت تھی یا ان کے جیسی ثقافت رکھتے تھے۔ یہاں موجود ہر چیز اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

فنان سے بات کرتے ہوئے ملکہ ازبیل کو اپنی دائیں جانب روشنی محسوس ہوئی تھی۔ وہ دونوں اسی جانب چل پڑے، جہاں ایک اور عجوبہ ان کا منتظر تھا۔ وہ عجوبہ ہی تو تھا۔ سامنے ایک تکون شکل کا اہرام تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بڑی آنکھ موجود تھی۔ دونوں نے بے اختیار ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔ لیکن یہ مصر کے اہراموں سے مختلف تھا۔ وہ پتھروں سے بنے تھے اور یہ سفید شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ وہ دونوں اب محتاط انداز میں آگے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جیسے جیسے وہ اس اہرام کے پاس جا رہے تھے انہیں اندازہ ہو رہا تھا کے وہاں پر سلیٹی رنگ کی پتھر کی اور بھی بہت سی تباہ حال عمارتوں کے کھنڈرات موجود ہیں۔

یہاں پر ہر طرف مجسمے تھے۔ اس کے علاوہ یہ مجسمے صرف انسانوں ہی کے نہیں تھے۔ ان میں انسانوں کے علاوہ بلیوں اور سانپوں کے بھی مجسمے تھے۔ بہت سے مجسمے ایسے انسان نما جانوروں کے تھے، جن کا دھڑ انسانوں جیسا اور منہ مختلف جانوروں سے مشابہہ تھے۔ جیسے شیر اور بھیڑیا وغیرہ۔ کافی آگے تک جانے کی باوجود وہ اہرام ان سے اتنا ہی دور تھا جتنا وہ انہیں پہلی بار دیکھ کر لگا تھا۔ لیکن اتنا ضرور ہوا تھا کے وہ پہلے سے زیادہ صاف اور واضح نظر رہا تھا۔ آخر ان دونوں نے وقتی طور پر اہرام کو بھلا کر اپنے اارد گرد پھیلے اس غرقاب شہر کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہاں پر صرف مجسمے اور عمارتوں کے کھنڈرات ہی نہیں تھے بلکہ کچھ جگہوں پر برتن بھی پڑے تھے۔

فنان کیا تم نے ایک بات محسوس کی؟ ملکہ ازبیل نے فنان کو مخاطب کیا تھا۔

فنان ملکہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ وہ اردگرد کا جائزہ لینے میں محو تھا۔

یہاں موجود یہ شہر گولائی میں ہے۔ جو باہر کی گولائی ہے وہ اونچی ہے اور درمیان سے نیچے ہے۔ یہ شہر پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ ملکہ ازبیل نے ایک چھوٹے

مجسمے کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے معلومات دی تھیں۔

جس مجسمے کے پاس ملکہ کھڑی تھیں وہ ایک عورت کا مجسمہ تھا۔اس مجسمے نے سانپ کے سر والا تاج پہن رکھا تھا۔اس پتھر کے مجسمے پر ہرے رنگ کی کائی جمی ہوئی تھی اور یہ ایک کھنڈر نما بڑی عمارت کے سامنے نصب تھا۔ملکہ شاید یہاں سے معلومات لینا چاہتی تھی۔

ملکہ یہاں پر یہ جو درمیان کی تین چکر ہیں ان کی عمارتوں شیشوں کی بنی ہوئی ہیں۔

فنان نے حیرانگی سے دیکھتے ہوئے ملکہ ازبیل کو آگاہ کیا تھا۔

ملکہ نے مجسمے کے پاس کھڑے ہی نیچے کی طرف جھک کے فنان کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کر لی تھی۔ وہ اب مجسمے کو چھوڑ کر نیچے کی طرف آ گئی تھی۔جیسے جیسے وہ دونوں نیچے کی طرف آ رہے تھے وہاں موجود کھنڈرات باہر کی طرف کے دو پتھروں سے بنے حصوں کی نسبت اندر کے تینوں حصے سلیٹی رنگ کے شیشے سے بنے ہوئے تھے۔ بالکل ویسے ہی جیسے سامنے چمکتا ہوئے اہرام تھا۔ وہ دونوں اب خاموشی سے اس شیشے کے شہر کو دیکھ رہے تھے۔ملکہ ازبیل حیران تھی کے جس طرح کی عمارتیں اب کی دنیا میں موجود ہیں اس سے بھی شاندار عمارتیں دو ہزار پہلے غرقاب ہوئے اس شہر میں تھیں۔

❁ …… ❁ …… ❁

کیا سب ٹھیک ہے ڈمور؟ پروفیسر مکین نے ڈمور کو کندھے سے تھاما تھا۔

جی، میں ٹھیک ہوں۔ بس یہ۔۔۔ڈمور کے حواس ابھی بحال نہیں ہوئے تھے۔ وہ اپنے قدموں کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

احمد دین کے علاوہ باقی تینوں کی ٹارچوں کا رخ ڈمور کے پیروں کی طرف تھا۔احمد دین البتہ چاروں طرف دیکھ رہا تھا کے کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں۔جس جگہ پر ڈمور کھڑا تھا، وہاں کچھ اینٹیں ٹوٹ کر نیچے گر گئی تھیں۔اُس جگہ ایک چھوٹا سوراخ بنا ہوا تھا۔

پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

یہاں شاید خفیہ تہہ خانہ ہے۔ پروفیسر صارم نے خیال ظاہر کیا تھا۔

ضرور نیچے کوئی خفیہ تہہ خانہ یا تجوری ہے۔ پروفیسر مکین نے تائید کردی تھی۔

کیا خیال ہے پھر؟ ڈموران دونوں سے مخاطب تھا وہ اب سنبھل چکا تھا۔

اس وقت ہمیں باہر نکلنے کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھتے ہیں۔ تم اس جگہ کی تصویریں لے لو۔ پروفیسر مکین نے حتمی جواب دیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
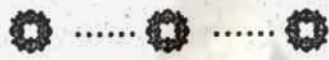
ملکہ ازبیل اور فنان اس عظیم شہر میں گھوم رہے تھے جسے اٹلانٹس کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ملکہ کیا آپ کو یہاں کی ترتیب دیکھ کر نہیں لگتا یہاں رہنے والے بہت معذب اور مہارت رکھنے والے تھے۔

بالکل تمہارا خیال درست ہے فنان۔ یہ لوگ واقعی لاجواب تھے۔ ملکہ اس کے خیال سے متفق تھی۔

لیکن تم کیا یہ نہیں دیکھ رہے کے یہاں شیشے جیسے مواد سے یہ عمارتیں بنائی گئیں ہیں۔ کیا یہ بات تمہیں غیر معمولی نہیں لگ رہی؟ ملکہ شاید کچھ اور ہی محسوس کر رہی تھی۔

بالکل یہی تو دیکھ کر میں حیران ہوں۔ باقی سب جگہوں پر یہ سب پتھر کا تھا اور یہاں پر یہ سب شیشے کا ہے اور بالکل ویسا ہی جیسا اہرام مصر میں ہے۔ اس کے ساتھ یہ آنکھ کے علامت ہر جگہ کی طرح یہاں پر بھی موجود ہے۔ فنان بھی ملکہ سے بہت کچھ جاننا چاہتا تھا۔

یہ شیطانی طاقت کی نشانی ہے جو ہر اس جگہ پر موجود ہے جہاں اس طاقت کا کوئی تعلق یا واسطہ ہے۔ یہ اہرام میرے خیال میں اسی شیطانی طاقت کے آلہ کار یا پیروکار ہیں۔ ملکہ ازبیل نے اپنے خیال بتایا تھا۔

ملکہ آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں؟

فنان کو یقین نہیں آیا تھا۔ ملکہ نے اسے جواب دینے کے بجائے اس شہر کے وسط میں موجود ایک گول گیند نما مجسمے پر اپنے ہاتھ رکھے تھے۔ ملکہ ازبیل کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دیکھ رہی تھی کے اس کے اردگرد کیا ہوتا رہا ہے۔

بند آنکھوں کے اندر کھلی آنکھوں کے سامنے دھواں پھیلا ہوا تھا۔ جلد ہی یہ دھواں ختم ہو گیا تھا اور سامنے کا نظارہ انتہائی دلکش تھا۔ شیشے کے گھر بنائے جا رہے تھے۔ یہ گھر بنانے والے لوگ انسان نہیں تھے ہاں انسان نما ضرور تھے۔ وہ محض ہاتھ سے شیشے کی سلوں کو جوڑ رہے تھے۔ شیشے کی سلوں کو آپس میں جوڑنے کے بعد وہ اُن پر ہاتھ پھیر رہے تھے، جس کے وہ شیشے مختلف رنگوں سے جگمگانے لگتے تھے۔ یہاں پر بہت سے انسانوں نے اپنے سروں پر ایسی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں جن پر سانپ بنے ہوئے تھے۔ منظر بدلا تھا، وہاں پر بہت سے عام لوگ اور کچھ خاص لوگ موجود تھے۔ وہ سب لوگ اکھٹے ہو کر کسی کا وعظ سن رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ شاید اُس کو پوجھ بھی رہے تھے۔ وہاں پر انسان نما مخلوق بھی موجود تھی جو بہت ہی طاقتور نظر آ رہی تھی۔ وہ شاید کوئی دیویاں اور دیوتا تھے۔ یہاں شاید ان سب کی بھی پرستش ہوتی تھی۔

ملکہ نے آنکھیں کھولیں تو اس کے چہرے پر تفکر کے گہرے سائے تھے۔ فنان نے کوئی سوال نہیں کیا تھا مگر ملکہ ازبیل نے ایک گہرا سانس لے کر خود ہی بات کا آغاز کیا تھا۔ شاید وہ خود ہی وہ باتیں کسی کو بتا کر پرسکون ہونا چاہتی تھی۔

میرا خیال درست تھا۔ یہ اہرام بنانے والے اسی پراسرار آنکھ کی نشانی رکھنے والوں کے ساتھی یا آلہ کار ہیں۔ یہ اہرام کسی انسان نے نہیں بنائے بلکہ ان کو کسی اور مخلوق نے بنایا ہے۔ یہ شیطانی طاقت سے بنائے گئے ہیں۔ ان اہراموں کو جس طرح سے بنایا گیا ہے یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ بالکل ویسے ہی ان کو بنایا گیا ہے جیسے سلیمان نبی نے تابوت سکینہ کے لیے محل بنایا تھا۔ شاید اسی محل کی نقل میں اہرام

بنائے گئے اور شیطانی طاقتوں کے تابعدار ہونے والوں کی باقیات کو محفوظ کیا گیا۔ جو سانپ نما تاج ان سب کے سروں پر ہوتے تھے وہ اسی بات کی علامت تھے کے وہ ان بری طاقتوں کے غلام ہیں۔ جہاں جہاں ان بری طاقتوں کے غلام اور آلہ کار تھے ہر اس جگہ پر مثلث نما اہرام اور آنکھ ان کی نشانی کے طور پر موجود ہے۔ یہ جانوروں کے سر والے انسان ان کے خاص ساتھی ہیں۔ اس کے علاوہ بلیاں بھی اسی شیطانی طاقت کی آلہ کار مخلوق ہے۔ تب ہی اہرام والوں کی نظر میں ان کی خاص اہمیت تھی۔ اسی بنا پر ہر اہرام میں تمھیں ان کی مجسمے ملیں گے۔ یہ شہر آدھا سمندر میں غرقاب ہو چکا ہے اور آدھا برف میں ڈھکی زمین پر ہے۔ یہ شہر بہت بڑا اور عظیم تھا۔ اس ریاست کو چلانے والے عام لوگ نہیں تھے۔

وہ کون تھے؟ فنان نے بے ساختہ پوچھا تھا۔ ملکہ مسکرائی تھی۔

وہی آنکھ والے اور کون۔ بلکہ یہ شہر بنایا بھی انھوں نے ہی تھا۔ میں اب یہ جاننا چاہتی ہوں کے یہ تباہ کیسے ہوا۔ کیونکہ اس کی حالت بتا رہی ہے کے یہ غرقاب تباہ ہونے کے بعد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ کیا تم نے یہ بات نوٹ نہیں کی، اہرام سارے کے سارے مثلث / تکون ہیں۔ برمودہ اور ڈریگن جو سمندر کے اندر ہیں وہ بھی مثلث / تکون ہیں۔ ڈریگن مثلث جس سمندر میں ہے اسے شیطانی سمندر کہا جاتا ہے۔ دوسری طرف برمودہ مثلث شیطانی مثلث کے نام سے مشہور ہے۔

فنان یہ سب سن کر مزید اُلجھ گیا تھا۔

ملکہ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ کیا ہم واپس چلیں گے؟ فنان کو ہر چیز سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

نہیں فنان۔ ابھی ہمیں اس شیشے جیسے شہر کے بارے میں جاننا ہے۔ یہ راز جانے بغیر ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ملکہ ابھی تک پرعزم تھی۔

ملکہ یہ سب بہت زیادہ ہو چکا ہے۔۔۔۔ اس سے پہلے کے فنان مزید کچھ کہتا

ملکہ ازبیل نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔

فنان تم کیا سمجھتے ہو کے کوئی نہیں جانتا ہم یہاں ہیں؟ شاید کوئی یہی چاہتا ہے کے ہم یہ سب جانیں۔ ہمارا آنا بلاسبب نہیں ہے۔ یہ تم زیادہ بہتر جانتے ہو۔

ملکہ وہ کیوں چاہ رہے ہیں کے ہم یہ سب جانیں؟ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ کیا کریں گے ہم اگر وہ سب ہمیں کرنا پڑا جو وہ چاہتے ہیں؟ فنان کے لہجے میں خوف سے زیادہ فکر تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ سب باہر نکل آئے تھے۔ سب سے زیادہ رمنا کو تجسس تھا۔ پروفیسر صارم نے اسے تسلی دی تھی کے وہ فکر نا کرے وہاں کی فلم اور تصویریں بنا لی گئی ہیں۔ جب رات کو ان سب کو دیکھا جائے گا وہ تب دیکھ سکتی ہے۔ رمنا کے شوق کو دیکھتے ہوئے پروفیسر مکین نے وعدہ کر لیا تھا کے کل وہ بھی ان کے ساتھ اندر جائے گی۔ رات کو بڑے خیمے میں پروجیکٹر لگا کر ہر چیز کا جائزہ لیا گیا تھا۔ وہاں اندر کوئی اور خفیہ راستہ ملا ہے، یہ سن کر رمنا اور فہد بھی خوش ہو گئے تھے۔ بڑے اور مرکزی خیمے میں پروفیسر صارم، پروفیسر مکین اور ڈمور کی عارضی رہائش تھی۔ فہد، احمد دین اور سعد کے ساتھ دوسرے خیمے میں تھا۔ درمیان والے خیمے میں رمنا احمد دین کی بیٹی کے ساتھ مکیں تھی۔

کیا خیال ہے آپ سب کا وہاں کیا ہو سکتا ہے؟ پروفیسر مکین سب کی رائے جاننا چاہتے تھے۔

میرا خیال ہے کے وہاں کوئی خفیہ تجوری ہے۔ فہد نے سب سے پہلے رائے دی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا مکان ہے تو اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔ فہد نے اپنی رائے کے حق میں دلیل دی تھی۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔ پروفیسر صارم بھی شاید اس کی رائے سے متفق تھے۔

رمنا نے رائے دینے سے ہاتھ اٹھا لیا تھا کے جب تک وہ دیکھے گی نہیں رائے

نہیں دے گی۔ پروفیسر صارم اور ڈمور کی رائے بھی فہد سے ملتی جلتی ہی تھی۔ اب سب کو پروفیسر کمین کی رائے جاننے کا تجسس تھا۔ صاف لگ رہا تھا وہ متفق نہیں۔

میں آپ سب کی رائے سے متفق ہوں۔ آپ سب اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن یہ بات مت بھولیں کے جس زمانے میں یہاں تابوت سکینہ آیا ہوگا تب تو یہ شہر خالی ہی ہوگا۔ اور چھپایا تو ایسی ہی جگہ جاتا ہے جہاں نظر کم پڑے۔ تو کیا کسی تجوری میں اُس کی موجودگی ممکن ہے؟ پروفیسر کمین کی بات قابل غور تھی۔ وہ شاید یہاں پر تابوت سکینہ کی موجودگی کے بارے میں پر اُمید نہیں تھے۔

ویسے جوڈیرہ خازی خان کے کسی بزرگ کے پاس تابوت سکینہ کی موجودگی کی بات کی جاتی ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کے وہ تابوت کو یہاں سے نکال کر لے گیا ہو۔ فہد نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

بات تو یہ بھی ہوسکتی ہے کے اس نے ہی اسے ان کھنڈرات میں چھپایا ہو۔ ڈمور نے بات کو ایک اور انداز میں دکھایا تھا۔

ممکن تو یہ بھی ہے کے بابل والوں نے اسے چرانے کے بعد اپنے ساتھ بابل لے جانے کے بجائے اسے کسی بزرگ کو سونپا ہو جو اس کو سنبھال سکے۔ اور اس کے ساتھ بہت دور بھیج دیا ہو۔ وہ بھی ایسی جگہ جہاں مذہب کو ریاست میں کوئی اہمیت حاصل نا ہو۔ جو اس کی اصل طاقت اور اہمیت سے ناواقف ہوں۔ پروفیسر کمین نے ہمیشہ کی طرح بات کو ایک الگ انداز میں بیان کیا تھا۔

اب یہ طے پایا کے دو ٹیمیں بنا کر باری باری کھدائی کی جائے گی۔ ویسے بھی یہ کھدائی زیادہ نہیں ہوگی۔ اس بات کا ان کو یقین تھا۔ وہ اپنا منصوبہ بنا کر مطمئن تھے۔ یہ جانے بغیر کے قدرت ان کے لیے کوئی اور منصوبہ بنا چکی ہے۔ انسان ایسا ہی لاعلم منصوبہ ساز ہے۔ وہ اپنے کسی منصوبے میں قدرت کو شامل نہیں کرتا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

ملکہ کی بات نے فنان کو خاموش کر دیا تھا۔وہ دونوں اب اس شہر کے ہر حصے کو دیکھ رہے تھے۔یہاں تک کے وہ برف سے ڈھکے ہوئے پتھریلے علاقے تک گئے تھے۔ وہاں پر تین سے چار بڑے اہرام برف کی تہہ میں دبے ہوئے تھے۔ یہاں ملکہ ازبیل نے کسی بھی اہرام میں جانے اور اُسے کھوجنے کی کوشش نہیں کی تھی یہاں تک کے جو پانی میں شیشے کا اہرام موجود تھا اُس کے پاس بھی وہ نہیں گئی تھی۔شہر کو ہر جگہ سے دیکھنے کے بعد ملکہ ازبیل اور فنان ایک بار پھر شہر کے وسط میں پہنچ چکے تھے۔ملکہ ازبیل کو تلاش تھی کسی ایسی چیز کی جو اسے اس شہر کی تباہی اور اس کے بعد غرقابی کی وجہ جاننے میں مدد دے سکے۔

ملکہ کہیں یہ شہر بھی تابوت سکینہ کے ساتھ کسی چھیڑ خانی کے چکر میں تو تباہ نہیں ہوا؟ فنان نے ملکہ کو ایک بار پھر اپنا اندازہ بتایا تھا۔

ممکن ہے فنان لیکن مجھے اس کا ثبوت چاہئے ۔جانے کیوں مجھے لگ رہا ہے کے اس میں کوئی اور راز چھپا ہوا ہے۔

ملکہ وہ اوپر دیکھیں؟ فنان جوش سے چلایا تھا۔

ملکہ ازبیل نے جب اوپر دیکھا تو شیشے کی ایک ٹوٹی ہوئی گول عمارت تھی۔ جس کے اوپر گول سا چھجا بنا ہوا تھا۔اس چھجے کو دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے یہ کسی چیز کے رکھنے کی جگہ ہے۔ملکہ کو شاید اسی جگہ کی تلاش تھی جو اسے مل چکی تھی۔ وہ دونوں تیزی سے اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔وہ گول عمارت شاید کسی خاص مقصد کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ مگر اس وقت اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کیوں کے وہ اب صرف ایک کھنڈر تھا۔ملکہ خاموشی سے آگے بڑھی تھی اور اس شیشے سے بنی عمارت کے کھنڈر کو اندر کی طرف سے تھام لیا تھا۔

ملکہ کے آنکھیں بند تھیں لیکن اب اس کے اندر کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ سفید بادل سامنے سے ہٹ رہے تھے۔بادل ہٹ جانے کے باوجود چند لمحوں تک اس

کی آنکھیں اپنے اردگرد دیکھنے کے قابل نہیں ہوئی تھیں۔ ہوتی بھی کیسے ہر طرف روشنی کی چکا چوند تھی۔ اتنی روشنی تھی کے اس روشنی سے شیشے سے بنا شہر جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ ملکہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ جو کچھ یہاں تھا وہ تو کہیں بھی نہیں تھا۔ اتنی بڑی بڑی گول شیشے کی بنی ہوئی عمارتیں چاروں طرف موجود تھیں۔ لوگ موتیوں سے سجے خوبصورت لباس پہنے آ جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ان میں نمایاں بھی تھے۔ یہ وہی تھے جو اس شہر کو چلاتے تھے اور ان کو ہی ملکہ نے یہ شہر بناتے بھی دیکھا تھا۔

ان کا قد اور لباس بھی باقی سب سے مختلف تھا اور انھوں نے مختلف جانوروں کی طرز کے بنے ہوئے تاج پہنے ہوئے تھے۔ ان کے تاج ہیرے اور شیشے کے موتیوں سے بنے ہوئے تھے۔ وہاں پر ملکہ کو وہ شیشے سے بنی ہوئی اڑتی سواریاں عام نظر آ رہی تھیں لیکن وہ زیادہ تر چھوٹی تھیں۔ بڑی بڑی اڑتی چمکتی سواریاں جو ایسے شیشے سے بنی تھیں کے اکثر کے اندر بیٹھے ہوئے لوگ بھی نظر آ رہے تھے۔ جس عمارت میں ملکہ موجود تھی اس کے اوپر آ کر بڑی بڑی شیشے کی سواریاں آ کر اُتر رہی تھیں۔ یہ جگہ جہاں وہ موجود تھی وہ شاید بہت سی چیزوں کو کنٹرول کرنے کا مقام تھا۔

شاید ملکہ کو یہاں سے مزید کچھ نہیں جاننا تھا۔ سامنے کا منظر اب آہستہ آہستہ دھندلا رہا تھا، اور سفید پردے میں سے نیا منظر ملکہ کے اردگرد ظاہر ہونے لگا تھا۔ یہ کیا؟ جہاں ملکہ موجود تھی وہاں پر ہی شاید کچھ ہونے جا رہا تھا۔ باہر ہر طرف چہل پہل تھی وہاں پر سب کچھ نارمل تھا۔ لیکن یہاں اندر ایک بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ بہت خاص ہونے جا رہا تھا۔ یہاں موجود لوگ وہی خاص لوگ تھے جو یہاں پر حکمران اور منتظم تھے۔ سب ہی خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد شاید کوئی لیور کھینچا گیا تھا۔ شروع میں تو کچھ نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر شیشے سے بنی ہوئی عمارتیں لرزنے لگی تھیں۔ چہار جانب شور مچ گیا تھا اور ہر طرف شیشوں کی کرچیاں گرنے لگیں تھیں۔ پھر نیچے زمین سے پانی کے فوارے ابل پڑے تھے۔ اس سے زیادہ جاننے کی

ملکہ کو ضرورت نہیں تھیں۔وہ آنکھیں کھول چکی تھی اور وہاں عظیم شہر کے کھنڈرات اور فنان اُس کی توجہ کے منتظر تھے۔

فنان یہ ایک بہت شاندار شہر تھا۔ جسے خاص طاقتوں والے لوگ چلاتے تھے۔ لیکن وہ قدرت کے نظام کو تباہ کر کے اپنا نظام لانا چاہ رہے تھے۔پھر قدرت نے ان کو اپنی طاقت دیکھا دی۔تم سہی سمجھے، وہ خاص لوگ شیطانی طاقت کے پیروکار تھے اور یہ جو شیشے کی سلیٹی سواریاں ہم نے دیکھی، وہ اس شہر میں عام استعمال ہوتی تھیں۔اتنی عام استعمال ہوتی تھیں کے بچے بھی ایسی چھوٹی سواریوں پر بیٹھ کر ہر جگہ اڑتے پھر رہے تھے۔ یہ شہر اپنی ترقی کے عروج پر تھا مگر اپنی ہی غلطیوں کی بنا پر تباہ ہوا اور پھر غرقاب کردیا گیا۔ یہاں پر بھی تابوت سکینہ کو نہیں لایا گیا۔ بلکہ وہ دو ہزار سال پہلے بھی اسے تلاش کر رہے تھے۔اس کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے۔وہ تابوت بہت مقدس ہے اور جس میں اتنی طاقت ہے کے کوئی شیطانی طاقت اسے نا کھوج سکتی ہے اور نا ہی چھو سکتی ہے۔ میں اب سمجھی کے وہ تابوت ان کو ابھی تک کیوں نہیں ملا۔باوجود اس بات کے کہ وہ ہمیشہ بہت طاقتور اور باعلم رہے ہیں۔اُس تابوت کو شیطانی طاقتیں چھو نہیں سکتیں اور شاید دیکھ بھی نہیں سکتیں۔

ملکہ تو پھر آپ کا کیا خیال ہے۔وہ کونسا راستہ اختیار کریں گے اس کو تلاش کرنے کے لیے؟اور ہمارا پیچھا کیوں ہو رہا ہے؟ کہیں وہ یہ کام ہم سے تو نہیں کروانا چاہ رہے؟۔۔۔۔فنان نے باقی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

تم سہی سمجھے فنان۔لیکن آگے کیا ہوگا یہ کون جانتا ہے؟ قدرت کی طاقت اور ان کی بے بسی میں دیکھ چکی ہوں،اور یہ بھی جان چکی ہوں کے یہ اس کے حقدار نہیں۔ تمھیں کیا لگتا ہے یہ کام وہ کسی اور سے کروانے کی کوشش نہیں کر رہے ہونگے؟

فنان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور نا ہی ملکہ نے اس کے کسی جواب کا انتظار کیا تھا۔ملکہ نے ایک الوداعی نظر اس عظیم الشان شہر پر ڈالی تھی۔ایک بار پھر عظمت کی

علامت یہ شہر ویران ہوگیا تھا۔ اس کے اندر صرف سمندری مخلوق پھر رہی تھی۔ جو اس کی عظیم ماضی اور ترقی سے واقف نہیں تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

سورج نکلنے سے پہلے ہی وہ اپنے کام کا آغاز کر چکے تھے۔ یہ سب ان کی مجبوری تھی، کیونکہ تھوڑے پیمانے پر ہی سہی ان کی دریافت کی خبر مقامی میڈیا پر آ گئی تھی۔ اس کے علاوہ پولیس والوں نے مہر گڑھ میں نئی دریافت کیخبر کسی صحافی کو دے دی تھی۔ عالمی میڈیا پر بھی ایک چھوٹی سی خبر آ چکی تھی۔ اسی بنا پر وہ جانتے تھے کے آج شام تک یہاں مقامی کے علاوہ ملکی میڈیا بھی پہنچ جائے گا۔ اسی وجہ سے اس بات کا فیصلہ ہوا تھا کے وہ دو پہر سے پہلے اس تہہ خانے والا راز جان لیں گے۔ ان کو زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ دو گھنٹوں کی لگاتار محنت کے بعد وہ نا صرف اس فرش کو توڑنے میں کامیاب رہے تھے بلکہ اس کے نیچے موجود ایک پورا زینہ وہ ڈھونڈ چکے تھے۔ اب وہ مکمل تیاری کے ساتھ اندر جانے کے لیے تیار تھے۔

سعد اور اس کی بہن باہر کی نگرانی پر مامور تھے اور باقی سب اس زینے سے نیچے اترنے والے تھے۔ رمنا بہت پر جوش تھی کے وہ پہلی بار اندر جا رہی تھی۔ ان سب نے آکسیجن ماسک لگا رکھے تھے۔ آکسیجن کے سلنڈر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ٹارچ اور بیٹریوں کے علاوہ پانی اور کھانے کا سامان بھی تھا۔ پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین کوئی بھی رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔ حالانکہ یہاں کوئی ایسا خطرہ نہیں تھا۔ پتا نہیں کیوں پروفیسر مکین کی چھٹی حس انہیں کسی انہونی کا اشارہ دے رہی تھی۔ پروفیسر صارم بھی پریشان نظر آ رہے تھے۔ ڈمور کی حالت الگ ابتر تھی۔ کیوں؟ یہ بات کسی کو سمجھ نہیں آ ئی تھی۔

وہ سب نیچے اترے تھے اور سب سے پہلے اس چھوٹے سے گھر کا دوبارہ تسلی سے جائزہ لیا تھا۔ باوجود اس بات کے، کہ وہ صبح سے دوبار یہ عمل کر چکے تھے۔ رمنا البتہ پہلی بار دیکھ رہی تھی تو وہ کافی خوش تھی۔ ایسا ہوتا بھی کیوں نا، اس کے بچپن کا خواب تھا

جو پورا ہورہا تھا۔ مکمل اطمنان کر لینے کے بعد انھوں نے زینے سے نیچے اترنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم تھے۔ ان کے پیچھے احمد دین اور ڈمور تھے۔ سب سے آخر میں فہد اور رمنا اتر تھے۔ جیسے جیسے وہ نیچے جارہے تھے ان سب کو اپنی رگوں میں ایک سنسنی دوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی بیس سے پچس سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ اب اپنے اردگر ٹارچ سے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے کے یہ کیسی جگہ ہے۔ سامنے کی طرف پروفیسر مکین نے ٹارچ کی روشنی کی تھی۔

یہ کیا؟

اس کے دانتوں تلے پسینہ آ گیا تھا۔ باقی سب یہ دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر صارم نے پروفیسر مکین کی حالت کو محسوس کیا تھا اور قریب ہوکر اس کا ہاتھ دبا کر تسلی دی تھی۔

پروفیسر صارم آج کوئی انہوئی ہونے والی ہے۔ مجھے میری چھٹی حس خبردار کر رہی ہے۔ ہمیں اب سوائے معجزے کے کوئی نہیں بچا سکتا۔

پروفیسر مکین کی دہشت میں ڈوبی سرگوشی بمشکل پروفیسر صارم کے کانوں تک پہنچی تھی۔ باقی سب ہر بات سے بے خبر ایک بڑی سے تخت نما تشتری کو دیکھ رہے تھے۔ جس کے چاروں طرف سانپ کے سر جیسے کنڈے بنے ہوئے تھے۔ ان سانپ کے سروں کے درمیان میں ایک مثلث بنی تھی جس پر آنکھ کی شبیہ تھی۔ وہ سب ابھی دیکھ ہی رہے تھے کے اُن کے آس پاس تیز روشنی پھیل گئی۔ وہ سب ہی خوف زدہ ہوکر پیچھے ہٹے تھے۔ پروفیسر مکین نے گھبرا کر پروفیسر صارم کا بازو تھاما تھا۔

کیا انہونی ہوگئی ہے جس کا اشارہ پروفیسر مکین کو اس کی چھٹی حس دے رہی تھی؟ کیا ڈمور کا خوف حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ کیا ہونے والا ہے؟

❁ ...... ❁ ...... ❁

ملکہ ازبیل اور فنان چاند کے اندر موجود اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ چکے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔شاید کہنے سننے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ملکہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کے وہ یہاں اپنی مرضی سے آئی ہے یا اسے لایا گیا ہے۔یہاں اسے کونسی طاقت لائی ہے؟ شیطانی طاقت؟ اچھائی کی طاقت؟ یا اس کی اپنی ضرورت۔لیکن کچھ بھی ہو، اسے مکمل کیئے بغیر جانا نا وہ چاہتی تھی اور نا ہی اسے یہ مناسب لگ رہا تھا۔ فنان کافی دیر سے دیکھ رہا تھا کے ملکہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔وہ جانتا تھا کے جو حالات اب ہو چکے ہیں ایسے میں ملکہ کا پریشان ہونا اچھنبے کی بات نہیں۔پتہ نہیں کیوں اُسے لگ رہا تھا کے اصل بات یہ نہیں ہے۔ملکہ ازبیل کی پریشانی کی وجہ یہ ہے کے وہ کسی غلط ہاتھ میں استعمال نہیں ہونا چاہتی ۔دوسرا اگر وہ اتنے طاقتور ہیں کے ان کو یہاں بلا سکیں ان کی نگرانی کرسکیں، تو وہ انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال بھی کر سکتے ہیں۔

ملکہ ازبیل کیا سوچ رہی ہیں؟ فنان سے رہا نہیں گیا اور ملکہ کو مخاطب کر لیا۔وہ خود بھی بہت پریشان تھا کے کل کا دن ان کے لیے کیا لانے والا ہے۔

تم جانتے ہو میں کیا سوچ رہی ہوں۔ ملکہ ازبیل نے تھکے ہوئے انداز میں جواب دیا تھا۔

ملکہ ازبیل اتنا سارے سفر میں نہیں تھکی تھی جتنا اس سوچ نے تھکا دیا تھا۔ملکہ ازبیل اتنے خطرے کے باوجود نہیں ڈری تھی جتنا اس بات پر خوف محسوس کر رہی تھی کے کہیں وہ غلط ہاتھوں میں استعمال نا ہو جائے۔

مجھے صرف اس بات کا خدشہ ہے کے مجھے شیطانی طاقتیں اپنا آلہ کار بنانے میں کامیاب نا ہو جائیں۔ملکہ نے فنان کو دیکھے بغیر ایک بار پھر اپنی اصل پریشانی بتائی تھی۔

مطلب؟ فنان کو سمجھ نہیں آیا تھا کے ملکہ کیا کہہ رہی ہے۔

فنان یہ سچ ہے کے شیطانی قوتوں نے ہمیں استعمال کیا ہے۔ لیکن ابھی وہ ہمیں اپنا دست بازو نہیں بنا سکیں۔ مجھے خوف لاحق ہے کے وہ خود تو پاکیزہ چیزوں کو چھو نہیں سکتیں، تو کہیں اس کام کے لیے ہمیں نا استعمال کریں۔ میں نہیں چاہتی کے مجھے کسی شیطانی کام کی انجام دہی کے لیے مجبور کیا جائے۔

ملکہ ازبیل نے بے بسی سے فنان کو جواب دیا تھا۔ فنان کیا کہتا یہاں تو ساری بازی پلٹی ہوئی تھی۔ کہاں تو وہ اپنی کائنات میں حکومت مستحکم کرنا چاہتے تھے اور کہاں وہ اپنے آپ کو بچنا تو کیا کسی کا آلہ کار بننے سے روکنے پر بھی لاچار ہیں۔

کیا ہم کل اپنے آخری سفر پر جائیں گے؟ میرے کہنے کا مطلب ہے ہم مہر گڑھ جا رہے ہیں۔ فنان نے ملکہ ازبیل کی بات کا جواب دینے کے بجائے آگے کا لائحہ عمل جاننا چاہا تھا۔

بالکل فنان ہماری اگلی منزل ڈھاڈر، بلوچستان میں موجود مہر گڑھ کے کھنڈرات ہیں۔ ہم وہاں ضرور جائیں گے کیونکہ کوئی بھی اپنی تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔ میں بھی نہیں۔ بھلے میں ایک کائنات کی ملکہ اور محافظ ہوں۔ میں خود کو تقدیر سے نہیں بچا سکتی۔ یہ ہونی ہو کر رہے گی۔ آخر میں ملکہ مسکرائی تھی۔

دیکھتے ہیں کل کا سورج ہم چاند والوں کے لیے کیا لاتا ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

سب کا دہشت کے مارے سانس بند ہو رہا تھا۔ سب نے ہی کھنڈرات کے متعلق کہانیاں سن رکھی تھیں۔ اہرام مصر کی کہانیاں تو ویسے بھی زبان زد عام ہیں، اور اوپر سے یہاں انہیں غیر متوقع طور پر مصر کے اہراموں کے نوادرات ملے تھے۔ کیا یہاں پر بھی کوئی عفریت ہے جس کو انھوں نے آزاد کر دیا ہے؟ روشنی اتنی تیز تھی کے سب نے ہی اپنی آنکھیں کبوتر کی طرح بند کر لی تھیں، جیسے وہ بلی کو دیکھ کر کرتا ہے۔ کچھ دیر تک وہ سب آنکھیں بند کر کے انتظار کرتے رہے لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ آخر سب نے ہی باری

باری آنکھیں کھول لیں۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی روشنی نہیں تھی۔

لگتا ہے کوئی درز یا سوراخ ہے جس کی بنا پر روشنی آئی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے یہاں موجود کسی دھات کی وجہ سے ہماری آنکھوں پہ روشنی پڑی ہو؟ آخر پروفیسر صارم نے ہی خاموشی توڑی تھی۔

آہستہ آہستہ سب کے حواس بحال ہوئے تھے۔ لیکن سب ہی ڈرے ہوئے تھے۔ پروفیسر مکین نے آگے بڑھ کر اس کمرے میں موجود ہر چیز کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔ سب سے پہلے وہ اسی تشتری کے پاس آیا تھا جسے اس واقعے سے پہلے وہ سب دیکھ رہے تھے۔ وہ تشتری سونے کی بنی ہوئی تھی۔ اس تشتری کے نیچے کسی بادشاہ کا مجسمہ لگا ہوا تھا۔ پروفیسر مکین نے پہچان لیا تھا کے وہ طوتن خامن کا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے تشتری کو اٹھا رکھا ہے۔ کیوں کے اس کے دونوں ہاتھوں نے اس تشتری کو اطراف سے تھام رکھا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں ایسی کوئی قابل گرفت چیز نہیں تھی۔ چند اور مورتیاں بھی موجود تھیں لیکن وہ مہر گڑھ سے ہی متعلق تھیں۔ وہاں چند ایک برتن بھی تھے لیکن اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

پروفیسر مکین نے فہد اور رمنا کو کہا تھا کے وہ دونوں ڈمور کے ساتھ مل کر یہاں موجود سب نوادرات کو سمیٹ لیں۔ خود پروفیسر صارم کے ساتھ اس چھوٹے سے کمرے کا جائزہ لے رہے تھے، جس کی دیواریں پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ رمنا، فہد اور ڈمور بھی ان کے ساتھ شامل ہو چکے تھے۔ انھوں نے سارے نوادرات اپنے تھیلے میں ڈال لئے تھے۔ سوائے اس بڑی تشتری کے کیونکہ وہ کافی بڑی تھی اور وہ کسی تھیلے میں پوری نہیں آ سکتی تھی۔ کمرے کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے انھیں مختلف قسم کی مہریں اور دھات سے بنے ہوئے کچھ زیورات بھی ملے تھے۔

یہ سب رمنا نے اپنے تھیلے میں ڈال لیا تھا کیونکہ فہد اور ڈمور کے تھیلے پہلے ہی بھر چکے تھے۔ جلد ہی ان کی تلاش ایک پتھر کی سل پر ختم ہو گئی تھی۔ یہ سل کمرے کے

بائیں کونے میں موجود تھی۔ وہ سب ہر خوف کو بھلا کر اس سل کو ہٹانے لگے تھے۔ پہلے یہ کوشش فہد اور ڈمور نے کی تھی ،لیکن سل اتنی بھاری تھی کے وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ اس کے بعد دوسری کوشش میں پروفیسر صارم اور احمد دین بھی شریک ہوئے تھے۔ مگر کامیابی ابھی بھی ان سے دور تھی۔ آخر میں رمنا اور پروفیسر مکین بھی اس سب میں شامل ہو گئے تھے۔ آخر کار دس منٹ کی لگاتار کوشش سے وہ اسے سرکانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اور وہاں ایک اور خفیہ تہہ خانہ ان کا منتظر تھا۔

کہیں یہ ہی تو ان کی منزل نہیں ؟ پروفیسر صارم نے پروفیسر مکین کی طرف دیکھا تھا۔ دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال کیا تھا کے آگے کیا ہونا چاہئے۔

چند مٹ سانس لے لو ہم اس تہہ خانے میں اتریں گے۔ پروفیسر مکین نے باقی سب کو ہدایت دی تھی۔

دونوں فیصلے پر پہنچ گئے تھے، آر یا پار۔ وہ اس مسئلے کو زیادہ لٹکانا نہیں چاہتے تھے۔ یوں بھی آج میڈیا کی آمد کے بعد ہر بات ہر جگہ پہنچ جاتی تھی اور یہ بات ان کے مشنکے لیے ٹھیک نہیں تھی۔

پروفیسر مکین ،کیا خیال ہے آپ کا اس روشنی کے بارے میں۔ پروفیسر صارم نے باقی سب کو مصروف دیکھ کر پروفیسر مکین سے پوچھا تھا۔

ہماری نگرانی ہورہی ہے ، یہ بات آپ جانتے ہیں۔ کون ہیں یہ بھی پتا ہے۔ یہی روشنی پہلے دو بار رمنا اور اب ہم سب نے دیکھی ہے۔ صاف ظاہر ہے ہمارے اوپر بھروسہ نہیں کیا جا رہا۔ پروفیسر مکین کی بات سے پروفیسر صارم کو اختلاف نہیں تھا لیکن وہ کچھ اور جاننا چاہتا تھا۔

ایک بات سوچ رہا ہوں اور اس بارے میں آپ کا خیال جاننا چاہتا ہوں۔ پروفیسر صارم نے صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پروفیسر مکین نے ایک نظر باقی سب کو دیکھا تھا جو پانی پینے اور باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

ہاں پوچھو؟ پروفیسر مکین نے آمادگی ظاہر کی تھی۔

یہ اڑن تشتریاں کیا ایلینز کی سواریاں ہیں؟ اگر ہاں تو ان کا تابوت سکینہ سے کیا لینا دینا؟ اور وہ ان شیطانی طاقتوں کا ساتھ کیوں دے رہے ہیں؟ دوسرا شیطانی طاقتیں یہ کام ان سے کیوں نہیں کرواسکتیں یا خود کیوں کرنے سے قاصر ہیں؟

پروفیسر صارم نے ایک مشکل سوال کیا تھا۔ پروفیسر مکین جانتا تھا کے اس کے بارے میں کوئی نا کوئی معلومات ہیں اس کے پاس ،مگر وہ اس کی رائے بھی جاننا چاہتا ہے۔ پروفیسر مکین نے ایک لمحے کے لیے سوچا تھا اور اسے اپنے والد کی بات یاد آئی تھی کے، عقلمند دشمن بے وقوف دوست سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ وہ پروفیسر صارم کی طرف جھکا تھا۔

میرے حساب سے ایلینز جنات کا ہی نام ہے۔ یا انہیں کہا جاتا ہے جو شیطانی طاقتوں کے ساتھ ہیں اور بہت سی کالی طاقتوں کے مالک ہیں۔ یہی ماضی میں جدید ٹیکنالوجی کی بنیاد ہیں جن پر ہم آج بھی حیران ہوتے ہیں، جیسا کے اہرام وغیرہ۔ وہ ہم سے یقینی طور پر علم اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے ہیں اور ہمیشہ سے آگے ہی تھے۔ تمہیں ان حنوط کی ہوئی ممیوں پر حیرت نہیں ہوتی ؟ یہ کام بھی انہیں کی مدد سے کیا جاتا تھا۔ وہ سب انہیں شیطانی طاقتوں کی ہی ساتھی تھے۔ کم از کم مجھے یہی بات زیادہ حقیقت کے قریب لگتی ہے۔ باقی رہی بات تابوت سکینہ کی تو آسمان سے اترا ہوا ایک مقدس اور پاک تابوت ہے۔ اس پر نا ہی کوئی ناپاک شیطانی طاقت اثر کرسکتی ہے اور نا ہی وہ اللہ نے جنات کے لیے اتارا ہے۔ آگے تم خود بھی سمجھدار ہوں۔ پروفیسر مکین بات ختم کر کے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

میرا بھی اس بارے میں یہی اندازہ ہے۔ پروفیسر صارم نے اس کی بات کی تائید کی تھی۔

اب وہ سب تیار تھے اس تہہ خانے میں اترنے کے لیے۔ جہاں ایک نیا

امتحان ان سب کا منتظر تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ملکہ ازبیل اور فنان اپنے آخری سفر پر جانے کے لیے تیار تھے۔ملکہ نے فنان کا ہاتھ پکڑا تھا۔اُس نے اپنے اس خفیہ ٹھکانے پر آخری نظر ڈالی تھی۔ ساتھ ہی ہاتھ ہلایا تھا جس سے وہ خفیہ ٹھکانا تحلیل ہونا شروع ہوگیا تھا۔اس سے پہلے کے وہ بالکل غائب ہوجاتا وہ دونوں چاند کی سطح پر کھڑے تھے۔

فنان چلو اب آگے جہاں ہمیں جانا ہے۔ وہاں سے واپسی اپنی کائنات کی طرف ہوگی۔اور پتہ نہیں ہوگی بھی یا نہیں۔ملکہ ازبیل نے فنان سے کہا تھا۔

ملکہ ازبیل ہمیں اچھے کی امید رکھنی چاہیے۔فنان نے پر امید لہجے میں جواب دیا تھا۔

ملکہ کیا آپ تیار ہیں؟ فنان نے ملکہ کو جانے کا اشارہ دیا تھا۔

ملکہ ہم غائب حالت میں وہاں جائیں گے۔فنان نے اگلا لائحہ عمل بتایا تھا اور ساتھ ہی ایک لمحے کی بھی تاخیر کیۓ بغیر وہ وہاں سے نکل آئے تھے۔پلک جھپکنے میں وہ دونوں مہر گڑھ کے کھنڈر پر موجود تھے۔

کیا یہی ہے وہ جگہ؟ ملکہ ازبیل نے حیران ہوتے ہوئے فنان سے پوچھا تھا۔

جی یہی ہے۔فنان نے جواب دیا تھا اور خود آس پاس کا جائزہ لینے لگا تھا۔

یہ بات تو واضح ہے کے کبھی یہاں شہر آباد ہوگا۔ ملکہ ازبیل بھی اب ان کھنڈرات کو دیکھ رہی تھی جو اُس کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے۔

فنان یہاں پر تو کھدائی ہو رہی ہے۔ملکہ ازبیل نے وہاں پر موجود سعد اور اس کی بہن کی طرف اشارہ کیا تھا۔

بالکل اور ان کی حفاظت بھی ہو رہی ہے۔ فنان نے بھی اس طرف توجہ دی تھی۔ جہاں بہت سے پولیس والے موجود تھے۔

صرف حفاظت ہی کیوں ؟ یہاں تو نگرانی بھی ہو رہی ہے۔ ملکہ مسکرائی تھی۔

مطلب کہ۔۔۔۔فنان نے بات ادھوری چھوڑی تھی۔

تم درست سمجھے ہو فنان اور کون ہو سکتا ہے۔ بس تم تیار رہو۔ لیکن ٹھہرو پہلے میں جاننا چاہتی ہوں یہاں ہو کیا رہا ہے اور کیا ہو چکا ہے۔ ملکہ نے آس پاس نظر دوڑائی تھی اور ایک چھوٹی دیوار کو پکڑ کر نیچے بیٹھ گئی تھی۔ فنان ہر طرح کے حالات کے لیے تیار تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کے اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو وہ کچھ بھی سوچے بغیر چاند کائنات پہنچ کر دم لے گا۔

ملکہ ازبیل کے آنکھیں بند کرتے ہی اس کے اندر کی آنکھ کھل گئی تھی۔ سامنے موجود سفید دُھند آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی۔ ملکہ کو دیکھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی تھی، کیونکہ وہاں موسم سہانا تھا۔ ہر طرف کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، لوگ آ جا رہے تھے۔ وہاں موجود لوگ باقی جگہوں کے برعکس سادہ اور صاف ستھرے تھے۔ گلیاں پتھروں اور اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں۔ یہاں پر بلند و بالا عمارتیں نہیں تھیں بلکہ لال اینٹوں سے بنے گھر ایک ترتیب سے قطار در قطار کھڑے تھے۔ ہر طرف سکون تھا کہیں کوئی افراتفری نہیں تھی۔ سب ہی اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ جس جگہ ملکہ بیٹھی ہوئی تھی وہ ایک چوراہے کا چبوترہ تھا۔ ملکہ نے کچھ دیر وہاں رک کے سب کچھ دیکھا تھا لیکن ملکہ کو وہاں کچھ بھی ایسا نظر نہیں آیا تھا کے وہ کوئی اندازہ لگا سکے۔ ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

فنان ہمیں کچھ اور دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ملکہ کیا خیال ہے وہاں جو لوگ کھڑے ہیں کیا ہمیں وہاں جانا چاہئے؟

فنان نے سوالیہ انداز میں رائے دی تھی۔ ملکہ ازبیل سر ہلاتے ہوئے اسی طرف چل پڑی تھی۔ وہ دونوں بہت محتاط طریقے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ سوراخ کے پاس کھڑے ہو کر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور ساتھ ہی وہ اس نئے دریافت ہوئے چھوٹے مکان کے اندر پہنچ گئے تھے۔ اب ان دونوں کا رخ نیچے کے کمرے کی

طرف تھا جہاں کچھ لوگ پہلے سے موجود تھے۔فنان نے تشتری کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جہاں مثلث اور آنکھ کو دیکھ کر ملکہ کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔مطلب اس تلاش میں وہ اکیلے نہیں ہیں۔

کیا تم نے اس تشتری کے نیچے طوتن خامن کا مجسمہ نہیں دیکھا۔ ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

وہ دونوں اب اس تشتری کے پاس پہنچ گئے تھے۔ ملکہ ازبیل نے بیٹھنے سے پہلے انہیں دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا اور وہ سب کے سب بے ہوش ہوگئے تھے۔ان کی طرف سے تسلی کر لینے کے بعد ملکہ ازبیل نے اس تشتری کو پکڑا تھا اب وہ جاننا چاہتی تھی کے یہ یہاں کس طرح آئی ہے۔ملکہ کا خیال تھا کے یہ معاملہ اس کے ذریعے سلجھ جائے گا۔

بند آنکھوں کے پیچھے دھواں کی سفید چادر تھی جس کے ہٹتے ہی سامنے کا منظر صاف ہوگیا تھا۔کچھ لوگ قدیم جنگی لباس میں اپنے گھوڑوں اور بگھی کے ساتھ موجود تھے۔ جو بات جیت کررہے تھے کچھ ایسے لوگوں سے جو شاید کوئی مذہبی پیشوا تھے۔ کچھ دیر بات کرنے کے بعد انھوں نے بگھی سے ایک صندوق نکال کر ان مذہبی پیشواوں کو دیا تھا۔جنھوں نے اس صندوق کو ایک تشتری میں رکھوا لیا تھا۔یہ وہی تشتری تھی جو اس وقت ملکہ کے سامنے تھی۔اس کے بعد وہ لوگوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے واپس چلے گئے تھے۔

ملکہ نے اب آس پاس دیکھنا شروع کیا تھا، وہ صحرا میں کوئی نخلستان تھا۔وہاں کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔وہ اس وقت جہاں کھڑے تھے وہ ایک بہت عظیم الشان عمارت تھی۔ جو مٹی رنگ کے پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔وہاں موجود زیادہ تر لوگوں نے سانپ کے سر والی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔وہ سب شاید کسی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ اپنے جسم پر کپڑا لپیٹے اور ایک چادر کندھے پر ڈالے آجا رہے تھے۔جن لوگوں کی سپرد وہ صندوق کیا گیا تھا وہ اسے لے کر عمارت

کے اندر چلے گئے تھے۔اس کے بعد سفید دھند سے ایک اور منظر نمودار ہوا تھا۔اب ملکہ کی آنکھیں ایک نیا نظارہ دیکھ رہی تھیں۔اب وہ صندوق بگھی میں ڈال کر کہیں اور لے جایا جا رہا تھا۔اس صندوق کو ایک پانی کے جہاز میں رکھا گیا تھا۔اس جہاز میں بہت سے لوگوں کے ساتھ مذہبی گروہ کے بھی تین لوگ تھے۔

منظر ایک بار پھر بدلا تھا۔وہ اسے ایک سرسبز ساحل پر اتار رہے تھے، جہاں سفید چوغے والے ایک بزرگ نے اپنے تین لوگوں کے ہمراہ اسے وصول کرلیا تھا۔ دینے والے جا چکے تھے اور وصول کرنے والے اسے ایک بیل گاڑی میں لے کر روانہ ہوگئے تھے۔ پھر منظر بدلہ تھا اور دو لوگ جنھوں نے اپنے منہ کالے کپڑے سے لپیٹ رکھے تھے وہ اسے ایک چھکڑے میں گھاس کے اندر چھپائے ہوئے لا رہے تھے۔آخر تین دن کے سفر کے بعد وہ اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے۔وہ منزل وہی جگہ تھی جہاں ملکہ ازبیل اس وقت موجود تھی۔ وہ اسے وہاں پہلے سے موجود تین لوگوں کے ہمراہ ایک ویران گھر کے تہہ خانے میں موجود خفیہ کمرے میں لے گئے تھے۔

ملکہ ازبیل نے آنکھیں کھولیں تھیں اور فنان نے ملکہ کی طرف دیکھا تھا۔ملکہ نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور اس کے ساتھ ہی ملکہ نے ہاتھ گھمایا تھا اور اردگر چھوٹے چھوٹے چاند پھیلنے لگے تھے۔

فنان چلو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

وہ دونوں خفیہ کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ جو نیچی چھت کا ایک پتھروں سے بنا چھوٹا کمرہ تھا۔ کمرے کے بالکل وسط میں لکڑی سے بنا بڑا سا صندوق موجود تھا۔ملکہ ازبیل نے آگے بڑھ کر اسے چھوا تھا اور آنکھیں بند کرلیں تھیں۔لیکن اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

ملکہ کیا ہوا؟ کیا یہ تابوت سکینہ ہی ہے۔فنان نے ملکہ ازبیل سے تصدیق چاہی تھی۔

میں نہیں جانتی فنان۔ میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکی۔

پھر اب؟ فنان نے ملکہ آگے کا ارادہ پوچھا تھا۔

فنان اسے وہاں پہنچا دو جہاں پہلے سے کتابوں اور انگوٹھی والا بکس ہے۔

ملکہ یہ میرے لیے ممکن نہیں۔ فنان نے معذرت کی تھی۔

ملکہ ازبیل نے اسے کچھ کہے بغیر اس صندوق کو ہاتھ لگایا تھا۔ بس چند لمحوں میں وہاں سے وہ صندوق ملکہ ازبیل کے خفیہ ٹھکانے چاند کائنات میں جا چکا تھا اور اس جیسا ہو بہو ایک اور صندوق وہاں موجود تھا۔ ملکہ نے ایک ہاتھ سے فنان کا ہاتھ تھا ما تھا اور دوسرا ہاتھ ہلا کر سب کچھ پہلے جیسا کر دیا تھا۔ وہاں اب کچھ نہیں تھا۔

وہ جو اس گمان میں تھے کے وہ اس سے اپنا کام نکلوالیں گے وہ کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ حالانکہ ان کے خیال سے وہ کامیاب ہو چکے تھے۔ کیونکہ ملکہ ازبیل کے چھو لینے سے وہ صندوق ظاہر ہو گیا تھا ورنہ کبھی نہ ہوتا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کے ملکہ ازبیل اُسے اپنے ساتھ لے جا چکی ہے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

سب کو خفیہ کمرے کی سیڑھیاں اترنے سے پہلے یوں محسوس ہوا تھا جیسے انہیں کوئی چکر آیا ہو۔

لگتا ہے نیچے گھٹن ہے۔

فہد نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔ وہ سب سے آگے تھا اور اس نے ٹارچ پکڑی ہوئی تھی۔ وہاں صرف دس سیڑھیاں تھیں۔ نیچے اتر کر سب کی نظر اسی صندوق پر پڑی تھی۔ سب نے ہی بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ پتہ نہیں کیوں کسی نے بھی خوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ سب سے پہلے پروفیسر مکین آگے بڑھے تھے اور صندوق کو چھو کر دیکھا تھا۔ فہد اور احمد دین کے علاوہ باقی سب نے باری باری اسے قریب جا کر چھو کے دیکھا تھا۔ سب ہی اپنے اندر ایک سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ شاید یہ اُن کی کیفیت تھی

جس سے وہ سب گزر رہے تھے۔

اسے اُوپر والے کمرے میں لے جانے کی ضرورت ہے۔ڈمور سب سے پہلے اس ٹرانس سے باہر آیا تھا۔

کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ڈمور، پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین نے اسے اٹھالیا تھا۔فہد اور رمنا آگے اور احمد دین ان کے پیچھے اُوپر تہہ خانے میں آگئے تھے۔اس لکڑی کے صندوق کو انھوں نے اس تشتری میں رکھ دیا تھا۔پروفیسر صارم اور پروفیسر مکین جانتے تھے کے ڈمور نے ایسا کیوں کیا ہے۔

احمد دین اور سعد تم یہ تھیلے اٹھاؤ اور ان کو لے اس جگہ سے باہر نکلو۔ہمیں اب مزید نہیں رکنا چاہیئے۔

پروفیسر صارم کی بات سنتے ہی وہ دونوں تھیلے اٹھا کر اوپر چلے گئے تھے۔پروفیسر صارم نے اشارہ کیا تھا اور رمنا بھی ان کے ساتھ چلی گئی تھی۔ان کے جانے کے بعد پروفیسر مکین نے ڈمور سے پوچھا تھا کے، اسے ان کی مدد چاہیئے یا وہ کرلے گا۔

آپ دونوں اُوپر جا کر میرا انتظار کریں میں آرہا ہوں۔

ڈمور کی بات سن کر وہ دونوں مکان کے اوپر والے حصے میں چلے گئے تھے۔ وہ دونوں احمد دین ،سعد اور فہد کو باقی بچا ہوا سامان باہر نکالنے میں مدد کرنے لگے تھے۔ سعد نے انہیں بتایا تھا کے صحافیوں کے علاوہ صوبائی آثار قدیمہ کے لوگ بھی ان سے ملنے آچکے ہیں۔صحافیوں کو تو پولیس نے باہر روک لیا تھا مگر آثار قدیمہ کے لوگ وہاں آگئے تھے۔اب وہ اُن سے نیچے آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔پروفیسر صارم کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کے وہ ان کو اجازت دے۔جب تک وہ دونوں نیچے اتر کے آئے ڈمور بھی اپنا تھیلا اٹھائے اوپر آگیا تھا۔اس نے سر ہلا کر دونوں کو تسلی دی تھی۔ڈمور خود اُسی وقت وہاں سے باہر نکل گیا تھا۔کسی نے اُسے نہیں روکا تھا،اُس کی حالت ابتر تھی۔

پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم ماہرین کو اپنی تحقیق اور اس نئی دریافت سے آگاہ کررہے تھے۔شام تک یونہی صحافیوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔انھوں نے وہ سارے نوادرات آثار قدیمہ کے لوگوں کی سپرد کیئے اور خود اسی شام مہر گڑھ سے سب کچھ سمیٹ کر سبی ہوٹل چلے گئے۔ پروفیسر مکین اور پروفیسر صارم بہت اداس تھے۔شاید وہ اس محبوب جگہ کو آخری بار دیکھ رہے تھے۔رمنا پر جوش جب کے فہد خیریت سے جان چھوٹنے کی وجہ سے خوش تھا۔ڈمور البتہ کافی خوفزدہ اور پریشان لگ رہا تھا۔وہ کسی سے بات بھی نہیں کررہا تھا۔

اُنھوں نے رات کو ایک آخری محفل جمائی تھی لیکن ان کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔یوں لگ رہا تھا کے ہر بات ختم ہوچکی ہے۔

کیا وہ تابوت سکینہ تھا؟ رمنا سے رہانہیں گیا اور اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔

فہد نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا اسے رمنا سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔پھر سوچا کے وہی یہ بے وقوفی کرسکتی ہے۔

وہ تھا یا نہیں یہ تو ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔لیکن اتنا ضرور ہے کے اس کے ٹل جانے سے ہماری جان چھوٹ گئی۔ڈمور نے جواب دیا تھا۔

لیکن اگر تم میں سے کسی نے اس تشتری یا صندوق کا دوبارہ زکر کیا تو یہ جان جو بچ گئی ہے، بچی رہے یہ کہنا تھوڑا مشکل ہے۔پروفیسر مکین نے اسے تنبیہ کی تھی۔اس کے بعد وہاں مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔

اگلے دن انھوں نے کوئٹہ میں ایک تقریب میں شرکت کی تھی اور شام کو خصوصی طیارے سے اسلام آباد پہنچ گئے تھے۔پروفیسر مکین اور ڈمور دو دن پروفیسر صارم کے گھر مہمان رہنے کے بعد واپس اٹلی چلے گئے تھے۔رمنا اور فہد اپنی ایم فل کی تحقیق میں مصروف ہوگئے تھے۔ وہ دونوں اب بھی اس سفر کے بارے میں سوچ کر پرجوش ہو جاتے تھے خاص طور پر رمنا۔ اس طرح یہ بہت خطرناک مہم بڑی خاموشی سے اپنے

اختتام کو پہنچ گئی۔ میڈیا پر کچھ دن زکر رہا پھر وہ بھی ختم ہو گیا۔ اس مہم میں شریک ہر ایک نے اپنا مقصد پا لیا تھا چاہے وہ خفیہ تھا یا اعلانیہ۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

ضرغام نے محل کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ملکہ ازبیل اور فنان کو نیچے کھڑے دیکھا تھا۔ وہ بہت حیران ہوا تھا۔ خیر ہو یہ ایسے کیوں کھڑے ہیں۔ وہ تیزی سے نیچے آیا تھا۔

سب خیریت ہے؟ کیا ہوا؟ آپ دونوں تو تابوت سکینہ کی تلاش میں زمین پر جانے والے تھے، تو گئے کیوں نہیں؟

ضرغام نے ایک ہی سانس میں سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ وہ انہیں یوں محل کے سامنے کھڑا دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ ملکہ ازبیل اور فنان نے حیران ہو کر ضرغام کو دیکھا تھا۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

کیا مطلب ہے؟ فنان نے اپنی حیرت کا اظہار سوال کی صورت میں کیا تھا۔

آپ یوں کیوں کھڑے ہیں آپ دونوں تو مہم پر جانے والے تھے۔ میں محل میں حفاظتی اقدامات کی ہدایت کر کے نیچے آیا ہوں تو آپ یہاں پر ہی موجود ہیں۔ کیا جانے کا فیصلہ بدل دیا ہے؟ ضرغام کو فنان کی بات سے اُلجھن ہوئی تھی۔

ملکہ ازبیل نے صورتحال سمجھتے ہوئے فنان کا ہاتھ دبایا تھا کے وہ خاموش رہے۔

ہاں ضرغام ایسا ہی ہے۔ تم پریشان نہ ہو ہم یہاں پر ہی ہیں۔

ضرغام کو تسلی دینے کے بعد ملکہ ازبیل نے فنان کو ساتھ چلنے کا اشارہ دیا تھا اور وہ دونوں محل میں ملکہ کے خاص کمرے میں چلے گئے تھے۔

ملکہ ازبیل میں سمجھ نہیں سکا کے کیا ہوا ہے۔ ہم وہاں اتنے دن گزار کر آئے ہیں مگر یہاں پر تو محض چند لمحے گذرے ہیں۔ شاید ایک دن کے بدلے یہاں صرف

ایک لمحہ گزرا ہے۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی حیران ہوں۔ میں ایک بات اور سوچ رہی ہوں فنان۔

وہ کیا ملکہ؟

مجھے لگتا ہے کے ہم بھی اسی کائنات کا حصہ ہیں جس کائنات میں دنیا آباد ہے۔ جیسے دنیا کی کائنات میں سات کالے سوراخ ''بلیک ہول'' ہیں ان میں سے ہی ایک ہماری طرف کھلتا ہے۔ یوں لگتا ہے کے اگر ہماری کائنات اُن کا حصہ نہیں بھی ہے تب بھی ہماری کائنات اُن سے منسلک ہے۔

یہ ممکن ہے ملکہ۔ فنان نے بھی تائید کی تھی۔

ملکہ کیا یہ تابوت سکینہ ہے؟

میں نہیں جانتی۔ کیونکہ میں اسے چھو کر کچھ بھی نہیں دیکھ سکی سوائے ایک سفید روشنی کے۔ میں یہ بھی نہیں جان پائی کے یہ آیا کہاں سے تھا یا اسے بنایا کس نے ہے۔ اور نا ہی میں یہ جان سکی ہوں کے اس کے اندر کیا ہے۔ یہ جہاں موجود ہے اسے وہیں رہنے دو۔ جس طرح یہ یہاں پہنچا ہے بالکل ویسے ہی یہ وہاں بھی پہنچ جائے گا جب اسے پہنچنا ہوگا۔ اس بات کو یہاں پر ہی دبا دو کے ہم کبھی کہیں گئے تھے۔ یہ اسرار ہے ایک کائنات سے دوسری کائنات کا، تم اسے راز ہی رہنے دو۔

❁ ......ختم شد...... ❁
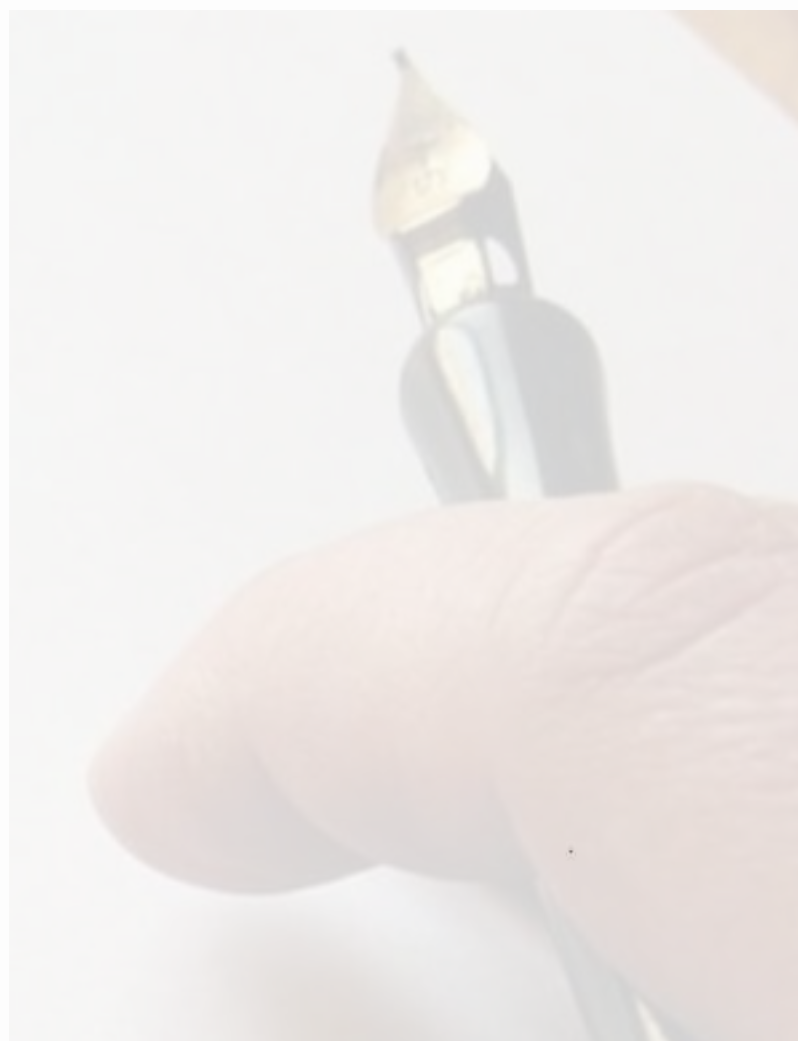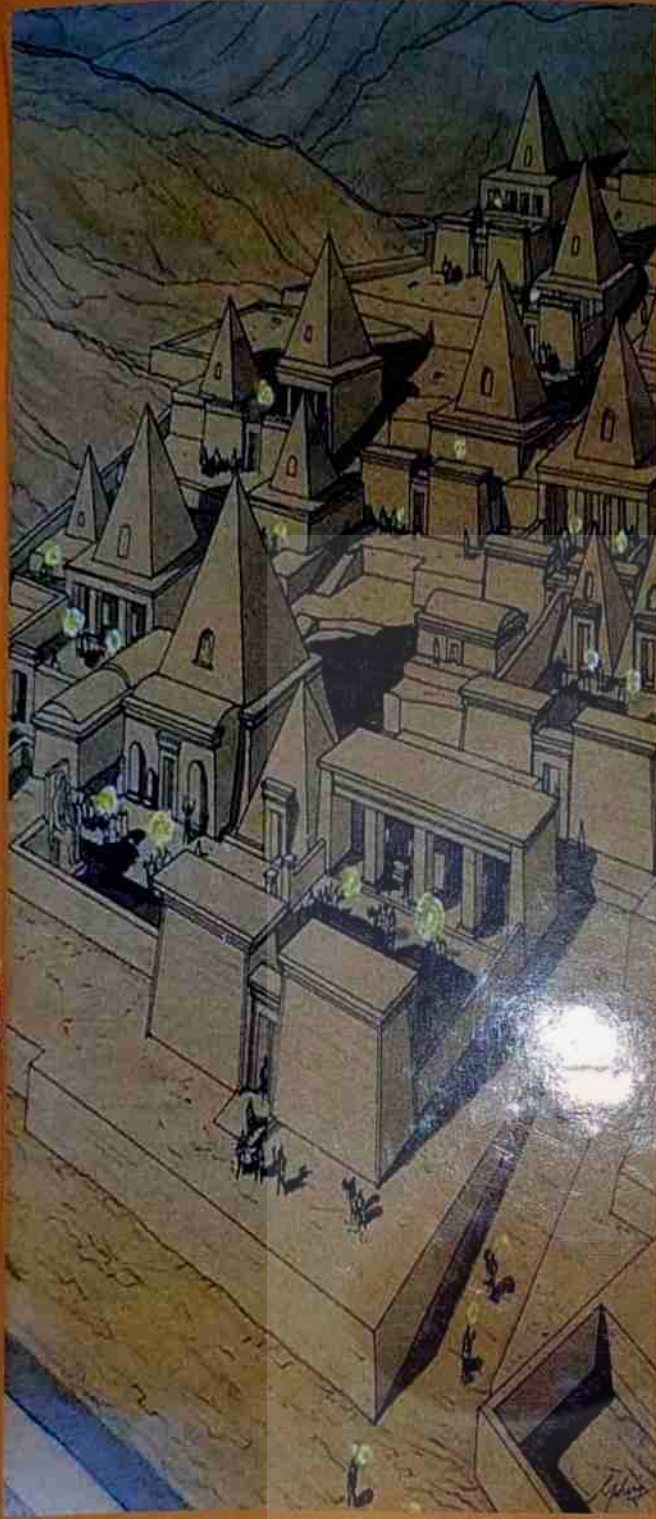
تابوت سکینہ کا راز توصیف اسلم کا دوسرا ناول اور تیسری کتاب ہے۔ اس سے پہلے سارہ کا خواب بچوں کے لیے کتاب اور آگ دیوتا کی سرزمین ناول چھپ چکا ہے۔توصیف اسلم ایک فینٹسی ،فکشن ناول نگار ہیں جن کے ناول روایتی انداز سے ہٹ کر ہوتے ہیں۔مصنفہ کا مزکورہ ناول تابوت سکینہ کا راز ایک ایسا ہی ناول ہے۔ اس ناول میں ایک آثار قدیمہ کے ماہرین کا گروہ اور شیطانی طاقتیں ہیں، جو تابوت سکینہ کو مہرگڑھ بلوچستان میں تلاش کرر ہے ہیں۔تو دوسری طرف چاند کی ملکہ اسی تابوت کی کھوج پوری دنیا کا چکر لگا رہی ہے۔ کیا تابوت سکینہ کسی کے ہاتھ آیا؟ کیا شیطانی طاقتیں اسے حاصل کر پائیں؟ کیا آثار قدیمہ کے ماہرین اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے؟ یہی کشمکش اور تلاش کا سفر اس ناول کا موضوع ہے۔

ILM-O-IRFAN PUBLISHERS

Al-Hamd Market 40-Urdu Bazar Lahore.
37223584'37232336'37352332
www.ilmoirfanpublishers.com
ilmoirfanpublishers1@gmail.com
www.facebook.com/ilmoirfanpublishers

95-Y Block Commercial, Basement
Phase-3 DHA Lahore
+92 331 41 00 827 | +92 336 4633908
www.lahorebookcity.com
yasirfaraz94@gmail.com